اسمعوا افہموا

یاس نام آورم - فاتحِ لکھنؤ

اسمعوا افہموا - اسمعوا افہموا

کون ہون کیا ہون مجھے بھی کچھ لین اہلِ نظر — کوچہ گردِ لکھنؤ خاکِ عظیم آباد ہون
مرد جاہل ہون مگر جہلِ مرکب سے بری — شخص خود بین ہون نہ مین خود ساختہ استاد ہون
ہون ادب پروردۂ بیتابِ فخرِ روزگار — ناز اس پر ہے کہ خاکِ آستانِ شاد ہون
باقر و شبیر و تمنائے مبارک کا غلام — خادمِ امداد ہون مین بندۂ آزاد ہون
میرے محسن ہین نہال و شایق و شیدا و راز — یاد ہین مجھکو تو سب مین بھی کسیکو یاد ہون
جان سے بڑھکر سمجھتے ہین مجھے یاس اہلِ دل — آبروئے لکھنؤ - خاکِ عظیم آباد ہون

ترانۂ شقشقیہ

منم کہ چارہ گرِ دردآشنائے خودم — منم کہ درد خدا دادم و دوائے خودم
منم کہ آئینۂ حق نما برائے خودم — منم کہ مشتریِ جنسِ بے بہائے خودم
منم کہ سر بخی آرم بہ سجدۂ ناحق — منم کہ در رہِ حق محوِ نقشِ پائے خودم
منم کہ منتظرِ انقلاب می باشم — منم کہ سلسلہ جنبانِ غم برائے خودم
منم کہ منزلِ مقصود زیر پا دارم — شکستہ پایم و تا ہم بمدعائے خودم
قدم ز غمکدۂ خود چہ مے نہم بیرون — گدائے خاکنشینم ولے گدائے خودم
ہزار فتنہ بپا گشت و من خبر نشدم — ہزار کوہ شد از جا کے و من بجائے خودم
صلائے نطق کرا دادمے بزمِ غستان — کہ عندلیب ہم آہنگ و ہمنوائے خودم

منم کہ لکھنؤ را جان تازہ دادم
منم خدائے سخن یاس و ناخدائے خودم



خاکپاے آتش
مرزا واحد حسین یاس لکھنؤ چھاؤنی ترولہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل زبان و زبان دان

۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے یہ مشہور تھا کہ اردو زبان فقط لکھنؤ اور دہلی والون کی ملک ہے جس
مین کسی اور کا حصہ نہین ہے - اوس وقت تک یہ خیال کسی حد تک صحیح تھا اگرچہ بالکل صحیح نہ تھا مگر غدر
کے بعد یہ خیال باطل ثابت ہوگیا - آج بھی بعض لوگون کا یہ خیال ہے کہ زبان اردو کے مالک "بلا
شرکت غیرے" لکھنؤ ہی والے ہین یا دہلی والے مگر یہ ادھین لوگون کا خیال ہے جو کبھی اپنی چاردیواری
سے باہر نہین نکلے جنھین یہ نہین معلوم کہ زمانہ کہان سے کہان نکل گیا اردو زبان کہان سے کہان تک
پھیل گئی - اب بھی بعض ایسے سادہ لوح اشخاص موجود ہین جن سے یہ پوچھا جاسے کہ اہل زبان کی تعریف
کیا ہے تو وہ یہ کہینگے کہ اہل زبان وہ ہے جو لکھنؤ مین یا دہلی مین پیدا ہوا ہو - ادھین یہ نہین معلوم
کہ اہل زبان کی تعریف فی نفسہ کیا ہے ہمنے اہل زبان و زباندان کا فرق حسب ذیل شرائط کیساتھ قائم کیا ہے جس کو فہمیدہ

اور بے تعصب شخص انکار نہین کرسکتا۔

اہل زبان کی شناخت

اہل زبان کی شناخت کیا ہے؟ اہل زبان وہ ہے جس کو اپنی زبان کے متعلق یہ یاد نہو کہ کب سیکھی کیونکر سیکھی کس سے سیکھی تھی بغیر صرف ونحو حاصل کئے بچپنے سے اوس زبان مین گفتگو کرتا رہا ہو۔

دوسری شناخت

دوسری شناخت یہ ہے کہ ہر بات ہر مضمون کو سوتے جاگتے اپنی زبان مین سوچے اپنے زبان کے الفاظ مین ذہن نشین کرے۔ فرض کیجیے کسی انگریز کو زبان انگریزی مین کوئی لکچر دینا ہو تو وہ اپنے مطالب کا خاکہ انگریزی زبان کے الفاظ مین دماغ کے اندر قائم کرے گا اور اگر اردو مین تقریر کرنا ہوگی تو بھی اپنے مطالب کو انگریزی ہی زبان کے الفاظ کے ذریعہ سے ذہن نشین کرے گا اور اسکے بعد اردو زبان مین اوسکا ترجمہ کرنے کی ضرورت لاحق ہوگی۔ اس بنا پر وہ انگریزی کا اہل زبان کہلائے گا مگر اردو کا اہل زبان نہین کہا جاسکتا۔

اسی اصول پر اہل زبان اردو کو پہچان لیجئے۔ جس شخص کو یہ یاد نہو کہ اردو کب سیکھی اور کیونکر سیکھی جو اردو کی صرف و نحو پڑھے بغیر اردو زبان مین گفتگو کرتا رہو کسی مطلب کو ذہن نشین کرنے یا کسی خیال کو ظاہر کرنے کا فطری ذریعہ جس کے لئے یہی اردو زبان ہو وہ اہل زبان ہے۔ انسان غور و فکر کرتے وقت جس زبان سے کام لے وہی اوسکی مادری زبان ہے اور اس زبان کا وہ اہل زبان کہا جائے گا۔ اہل زبان کی صحیح تعریف یہی ہے مگر اسکے ساتھ علامہ ابن خلدون کا قول بھی یاد رکھنے کے قابل ہے فرماتے ہین کہ ایک عجمی فصحائے عرب کے کلام کی ممارست سے اہل زبان مین شمار کئے جانے کے لائق ہوسکتا ہے"

مذکورہ بالا دلائل دیرا ہین کو پیش نظر رکھکر یہ خیال کس قدر لغو ہے کہ لکھنؤ اور دہلی کے علاوہ اور جتنے شہرون کی مادری زبان اردو ہے جن کے اظہار خیال اور مطالب کے ذہن نشین کرنے اور غور و فکر کرنے کا ذریعہ زبان اردو ہی کے الفاظ و محاورات ہین وہ سب یک قلم اہل زبان کے زمرہ سے خارج سمجھ لئے جائین۔ علامہ خلدون کا یہ قول اک صحیح تجربہ پر مبنی ہے کہ ایک عجمی فصحائے

عرب کی کلام کی ممارست سے اہل زبان مین شمار کئے جانے کے لائق ہوسکتا ہے مگر دہلی اور لکھنؤ والون کی یہ بے خبری یہ جہالت یا خود غرضی بھی قسم کھانے کے قابل ہے کہ وہ اون لوگون کو بھی اہل زبان نہین مانتے جو خود اہل زبان ہین جن کی مادری زبان اردو ہے جو ہر وقت سوتے جاگتے اردو ہی بولتے ہین خواب بھی دیکھتے ہین تو اردو ہی زبان مین شعرائے لکھنؤ و دہلی یاد رکھین کہ وہ ہندی جن مین زبان فارسی یا انگریزی مین مطالب کو ذہن نشین کرنے کی قابلیت اور عادت پیدا ہوگئی ہے وہ فارسی اور انگریزی کے اہل زبان کہے جانے کے مستحق ہین یا وہ لوگ جو اردو زبان مین مطالب کو ذہن نشین کرنے اور سوچنے کے عادی اور خوگر ہین وہ اردو کے اہل زبان ہین خواہ وہ کہین کے رہنے والے ہون اور وہ لوگ جو بچپنے سے اردو زبان سے کام لیتے رہے ہین جنکے آبا و اجداد بھی اردو ہی بولتے رہے ہین وہ بدرجہ اولیٰ اہل زبان ہین خواہ وہ کہین کے باشندے ہون۔

زباندان

زباندان کسے کہتے ہین۔ زباندان وہی جو اہل زبان ہونے کے علاوہ زبان اردو کی صرف و نحو ماہیت و ماخذ الفاظ سے بھی واقف ہو۔ زباندان ہونے کے لئے تحقیق و تدقیق شرط ہے۔ اکثر اہل لکھنؤ کو یہ کہتے سنا ہے کہ لکھنؤ کا رہنے والا اہل زبان ہے اور باہر کا ایک متنفس بھی اہل زبان نہین ہے اور بڑی تعریف کی تو یہ کہدیا کہ باہر کا فلان شخص زباندان ہے اہل زبان نہین ہے یہ عجیب الٹی بات ہے کیونکہ زباندان ہونا تو اکتساب و تحقیق پر منحصر ہے مگر اہل زبان ہونا داخل فطرت ہے لکھنؤ والا اہل زبان تو ضرور مانا جائے گا مگر یہ ضرور نہین کہ وہ زباندان بھی ہو۔ اہل لکھنؤ کے علاوہ باہر کے رہنے والے جن کی زبان مادری اردو ہے وہ سب اہل زبان ہین مگر ہر شخص زباندان نہین ہے۔ صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ کے بیشتر شہر مثلاً فیض آباد۔ جونپور۔ بنارس۔ الہ آباد۔ کانپور۔ علی گڑھ۔ اکبر آباد۔ میرٹھ مراد آباد۔ رامپور۔ بریلی۔ ان کے علاوہ اس صوبہ کے اور بہت سے شہر و دیار۔ صوبہ بہار مین عظیم آباد گیا۔ آرہ۔ صوبہ بنگال مین مرشد آباد۔ اور مٹیا برج۔ دکن مین حیدر آباد اور دیگر مقامات جہان مسلمانون کے معزز خاندان آباد ہین جہان کے امرا و شرفا کی زبان مادری اردو ہے وہ سب اہل زبان ہین مگر زیادہ تر وہی لوگ جو خاص شہر کے باشندے ہین اور مضافات شہر مین بھی فصحا پائے جاتے ہین

ان سب امرا و شرفا کے روزمرے اور محاورے زبان اردو مین داخل ہین اور مستند ہین کیونکہ فصحائے
شہر کی تقریر و تحریر مین بیشتر وہی الفاظ آتے ہین جو لکھنؤ اور دہلی مین مستعمل ہین۔ نہ روزمرے وہ
محاورے وہ الفاظ جو تمام ہندوستان مین مشترک ہین زبان اردو انھین سے عبارت ہے مگر
لکھنؤ کے چند خاندانون کے وہ مخصوص محاورات جو مستورات کی زبان کے سوا اور کہین نہین پائے
جاتے وہ local tongues یعنی مقامی زبان مین شمار کئے جائینگے ہندوستان کی عام
زبان اردو مین داخل نہین ہین کیونکہ ان مخصوص و محفوظ محاورات سے نہ علمی زبان کو کوئی فائدہ
پہونچتا ہے نہ شعرا انھین قید نظم مین لاتے ہین۔ اسیطرح اور اور شہرون کے وہ محاورات وہ
مصطلحات جو خاص خاص مقامات مین محدود ہین وہ بھی لوکل سمجھے جائینگے گر لغت مین سب درج
کرنے کے قابل ہین ہندوستان کے مختلف مقامات پر جو مختلف اصطلاحی الفاظ مستعمل ہین اور
جنکا وجود لکھنؤ مین نہین پایا جاتا (کیونکہ لکھنؤ مین وہ اشیا موجود ہی نہین جن کے لئے وہ الفاظ
وضع کئے گئے ہین) انھین لکھنؤ کے ناواقف وغیر ذمہ دار افراد حسب عادت خلاف محاورہ
کہدیتے ہین مگر یہ شیوہ جہلا کا ہے جو فلسفہ زبان کی خبر نہین رکھتے۔ جہالت اور حسد نے اب اس قدر
زور پکڑا ہے کہ خود اپنے شہر کے محاورات کی خبر نہین رکھتے اور جب کسی دوسرے شہر والے نے
لکھنؤ کے بعض ٹکسالی محاورون کو نظم کیا تو دسیر بغیر تحقیق کئے اعتراض جڑ دیتے ہین اور آخر
مین خود ذلیل ہوتے ہین مین نے ایک مطلع کہا تھا ؎

اجل کو کیا خبر دل مین اسیرون کے جو ارمان تھا
نکلتے بیٹھتے دن تھے بہار آنے کا سامان تھا

بعض احمقون نے اعتراض جڑ دیا کہ نکلتے بیٹھتے دن کون سا محاورہ ہے۔ مین نے کہا کہ
یہ خاص لکھنؤ کا محاورہ ہے شرفا و امرا مین علی العموم مستعمل ہے سوال کیا گیا کہ کسی نے نظم کیا تو
دکھلایئے مین نے کہا کہ غالباً یہ محاورہ ابتک کسی نے نظم نہین کیا مین پہلا شخص ہون جس نے اس
محاورہ کا محل صرف بتایا ہے خدا بخشے میر علی محمد صاحب عارف مرحوم جو خاندان انیس کا نام روشن

اکرنے والون مین تھے اس محل صرف کی بہت داد دی۔ "نکلتے بیٹھتے دن" تداخل فصلین کے زمانہ کو کہتے ہین ایک فصل جاتی ہے دوسری فصل آتی ہے۔ موسم بہار کی آمد آمد تھی۔ خزان کا دور ختم ہوچکا تھا ایسے وقت مین اجل نے اسیرون کا کام تمام کر دیا مگر اوس ظالم کو کیا خبر کہ کیسے کیسے ارمان اسیرون کے دل مین گھٹ گھٹ کر رہ گئے۔ واضح ہو کہ یہ محاورہ آجتک شرفاے لکھنؤ مین عام طور سے مستعمل ہے مگر اس جہالت کا کیا جواب ہو کہ بغیر تحقیق کئے اعتراض جڑ دیا۔ اسکا نتیجہ سواے ذلت اور کیا ہو سکتا ہے۔ اکثر اہل لکھنؤ اس مرض مین مبتلا ہین کہ وہ اردو لٹریچر کی وسیع ڈکشنری کو محض اپنی معلومات تک محدود سمجھتے ہین یعنی جس لفظ کے معنی و محل صرف کو نہین جانتے اوسے اردو لٹریچر سے خارج سمجھتے ہین اور جب اوس لفظ کے معنی بتائے جاتے ہین تو اپنی اس جہالت کی پردہ پوشی کے لئے اوسے متروک کہدیتے ہین مگر یہ نہین جانتے کہ مجہول و متروک مین فرق ہے۔ کسی لفظ کو متروک کہنے کے یہ معنی ہین کہ ہم اوسکے معنی و محل صرف سے واقف ہین مگر کسی سقم یا کسی قباحت کی وجہ سے فصحا نے اوسے ترک کر دیا تو ہم نے بھی ترک کر دیا۔ اور جس لفظ کے معنی و محل صرف آپ کو معلوم نہین ہین اوسے آپ مجہول کہہ سکتے ہین متروک نہین کہہ سکتے۔ کیونکہ جہل شخصی کسی لفظ کو متروک الکل کی فہرست مین داخل کرنے کا سبب نہین ٹھہر سکتا۔ "دن نکلے بیٹھتے دن" کے محاورہ سے اگر بعض اہل لکھنؤ کے کان آشنا نہون تو اونکی یہ ناواقفیت یا جہل اس صحیح و فصیح و مستعمل محاورہ کو متروک نہین ثابت کر سکتا۔ لکھنؤ مین اک میان ابر تھے بالکل بے مایہ و بے بضاعت اور خود کو میر و غالب کا مقلد کہتے تھے مگر وہ ہرگز اسکے اہل نہ تھے کہ تقلید میر و غالب کا دعوی کرتے اون کا ایک شعر ہے

معاذ اللہ معاذ اللہ یہ ضبط سوز غم میرا
دھوان سا گھٹ گیا ہر سمت یون نکلا ہے دم میرا

ابر لکھنوی

یہ شعر مشاعرہ مین پڑھا بھی گیا اور جناب ابر نے اپنے رسالہ معیار (جس کے وہ اڈیٹر تھے) مین چھاپ بھی دیا مگر کیسکو اس شعر کی لغویت اور محاورہ کے صرف بے محل کا احساس نہوا جب این جانب کا قدم لکھنؤ مین آیا اور کچھ دنون کے مراسم و ارتباط کے بعد مجھ سے اور ان حضرات معیار (یعنی

ب وغیرہم) سے جنگ چھڑ گئی تو مین نے منجملہ اور اشعار کے اس شعر کی لغویت سے بھی
ا آگاہ کیا - اس شعر مین غلطی یہ ہی کہ دھوان گھٹنا دم گھٹنا وغیرہ محاورہ صحیح ضرور ہے مگر
نے جس جگہ استعمال کیا ہی وہ بے محل ہی - جاہل سے جاہل جانتا ہی کہ دھوان ہر سمت (یعنی
گھٹ نہین سکتا گھٹنے کے لیے ظرفیت لازم ہے - دھوان گھٹے یا دم گھٹے تنگ جگہ کے
ت نہین گھٹ سکتا - ہر سمت کے ساتھ گھٹنا بالکل بے تکی بات ہی - اس تقریر سے یہ
تھا کہ زبان اُردو کو کسی خاص خاندان یا کسی خاص شہر مثلاً لکھنؤ یا دہلی کے باشندون کی
لینا ایک ایسا لغو خیال ہی جسے آج کل کے فہمیدہ اشخاص کبھی تسلیم نہین کر سکتے سنہ ۱۸۵۷ء
سے پہلے یہ خیال اتنا مہمل نہ تھا جتنا آجکل - کیونکہ اوسوقت تک اردو کا رواج اتنا نہ تھا
ل ہی مگر غدر کے بعد لکھنؤ اور دہلی کے ہزارون معزز خاندان - اکثر اہل ہنر مع اہل و
بچہ متعلقین تباہ ہو کر کہین سے کہین پہنچ گئے اور زبان اردو کو بھی ہمراہ لیتے گئے
گئے کہ پھر کر لکھنؤ یا دہلی آنا نصیب نہوا - لکھنؤ اور دہلی کے ہزارون خاندان عظیم آباد
زین ہوئے - بلکہ عظیم آباد تو خلجیون کے وقت سے خاص مسلمانون کا شہر بنگیا تھا اور
یہ بہار کا پایہ تخت رہا اور آخر مین فرخ سیر نے خود اپنا پایہ تخت اس شہر کو بنایا -
زیب کے وقت سے یہان کی اردو ٹکسالی اردو ہو گئی - خلاصہ یہ کہ دہلی اور لکھنؤ کے
دانون کی تباہی اردو کی خوش قسمتی ثابت ہوئی یعنی اردو کا اثر تمام ہندوستان پر
لوگ اسی زبان کو بولنے لگے اسطرح اردو کا قبضہ تمام ہندوستان پر اور تمام ہندوستان کا
دو پر ہو گیا جو لوگ اس زبان کو اپنی ملک سمجھتے تھے اونکا خیال باطل ہو گیا اور کوئی
- اسکے علاوہ اخبارات و جرائد کی اشاعت - ناولون - افسانون اور مختلف تصنیفون
- اندر سبھاؤن اور تھیٹرون کی بدولت اس زبان کو روز افزون ترقی و وسعت ہوتی گئی
حسد شعار احباب کا بھولا پن بھی قسم کھانے کے قابل ہی کہ وہ آج سنہ ۱۹۲۱ تک اس زبان کا
پنے سوا اور کسی کو [illegible] نہین سمجھتے - لیکن انصاف پسند ادبا سے ہر جگہ ہر قوم

مین ہوتے ہین لکھنؤ مین بھی ایسے بزرگوار تھے جو دوسرون کی زبان اور فضل وکمال کا اعتراف
کرتے تھے میر انیس علی اللہ مقامہ نے برسر منبر عظیم آباد کو ٹکسال کہا اور یہان ٹکسالی اردو کا رواج
اوسوقت سے ہے جب لکھنؤ قعر گمنامی مین پڑا ہوا تھا میر انیس کے فرزند رشید میر نفیس مغفور
نے حضرت استاذی مولانا شاد مدظلہ کو اپنون مین شمار کیا میر و سودا نے مولانا راسخ عظیم آبادی
کو گلے سے لگا لیا۔ نواب مصطفےٰ خان شیفتہ نے شعرائے عظیم آباد کا قابل قدر لفظون مین اعتراف
فرمایا حضرت عارف۔ اوج۔ رشید۔ رحمۃ اللہ علیہم نے اس خاک عظیم آباد کے ساتھ نہایت آزادی
سے انصاف کا حق ادا کیا اور میرے ابتدائی مجموعۂ غزلیات مسمی بہ تشتر آپس پر اظہار خیال کرتے
ہوئے قادر الکلامی خصوصیات اہل زبان استنباطی و اجتہادی قوت کا اعتراف فرمایا مگر آجکل کے
تنگ خیال لکھنوی دوسرے شہرون کے اہل زبان و اہل کمال کو دیکھکر حیران ہوتے ہین
اور انگارون پر لوٹتے ہین۔ خود تو جہالت کے باعث کوئی کار نمایان کر نہین سکتے فقط دوسرون
کو مٹانے اور حق تلفی کرنے پر آمادہ رہتے ہین اور اس تعصب بیجا کو وطن پرستی سمجھتے ہین واہ کیا خوب
وطن پرستی ہے۔ کیون نہو ماشاء اللہ غیرت دار ہین۔ اور تو کچھ نہین فقط یہی شیخی باقی رہ گئی ہے کہ
ہم لکھنؤ مین پیدا ہوا ہون۔ گویا تمام عطیات ربانی آپ ہی پر ختم ہین سنا ہو کہ دہلی کے شہزادے
ابتک تاج و تخت کی قسمین کھایا کرتے ہین جیسے تاج و تخت ابتک اونھین کے قبضہ مین ہے
زبان اردو کے متعلق بھی بعض جہالت مآب اہل لکھنؤ کا یہی خیال ہو کہ اردو ابتک اونھین کی ملک
ہے۔ اون کے قبضہ سے نہین نکلی۔ اور تمام ہندوستان گویا اون کا تابع فرمان ہے خیر ان
جاہلون کو تو اسی خواب غفلت مین چھوڑ دینا چاہیے بہی خواہان اردو کو یہ لازم ہو کہ اسکی ترقی و
اشاعت پر بطور خود آمادہ ہو جائین ہندوستان لکھنؤ کا تابع فرمان ہو نہین سکتا ہان لکھنؤ
کی زبان سے جہانتک ممکن ہو فائدہ اٹھانا اوسکا فرض ہے اور لکھنؤ والون کو خدمت زبان کے
معاملہ مین باہر والون کے ساتھ اتحاد عمل سے کام لینا چاہئے اگر ایسا نہ کرینگے تو اس آپا دھاپی
مین لکھنؤ کی عظمت و اقتدار کو روز افزون صدمہ پہونچتا جائے گا مین نے بارہا اپنے کانون سے

یہ سنا ہے کہ مولانا اکبر الٰہ آبادی اور مولانا حالی پانی پتی اہل زبان نہیں ہیں جب اس قدر جہالت و نفسانیت کا جنون سر پر سوار ہے تو پھر ایسے لوگوں سے کیا امید ہو سکتی ہے بھاڑ میں جائے ایسی جہالت اگر مولانا اکبر الٰہ آبادی اہل زبان نہیں تو کوئی اہل زبان نہیں۔

لکھنؤ کے چند بے مایہ و کم سواد افراد نے ملکر ایک جتھا قائم کیا تھا اور یہاں کے بعض اساتذہ کو بھی اپنے دام تزویر میں پھانسنا اور اپنا ہم آواز بنانا چاہا تھا مگر حکیم جلال۔ حضرت آرزو۔ حضرت رشید۔ حضرت عارف اور دیگر اساتذہ لکھنؤ کب اون کے دام میں آنے والے تھے ہمیشہ ان غیر ذمہ دار افراد سے محترز رہے۔ مگر ان غیر ذمہ دار افراد نے شہر میں ایسا وہ اودھم مچایا کہ ہر شخص ان کی پارٹی سے بیزار ہو گیا۔ ان کے خرافات اور دعوائے اجتہاد پر سوا خاموشی کے کوئی چارہ نہ تھا۔ ان بدمذاق افراد نے میدان خالی پا کر پہلے تو لکھنؤ کی زبان پر چھری پھیری پھر غالب کی کورانہ تقلید سے تغزل میں بھی ایک گندگی پھیلائی۔ مگر جب سے این جانب کا قدم لکھنؤ میں آیا ان لوگوں کا بنا بنایا طلسم ٹوٹ گیا بساط اولٹ گئی کچھ ایسے قدرتی اسباب جمع ہو گئے کہ میاں صفی جو اس جتھے کے سرغنہ تھے الگ ہو گئے۔ راجا نل سے الگ ہوتے ہی جتھا اوجڑ گیا اور اب یوں ماری ماری پھرتی ہیں ان لوگوں کی نفسانیت نے خود ان کے دھکے ہلا دئے اور اب اگر پھر جمع ہو جانے کی کوشش کریں تو کوئی پاس نہیں پھٹکنے کا۔ ایسے خود غرض و بے سواد افراد سے زبان کی کیا خدمت ہو سکتی تھی یہ لوگ تو اتنا بھی نہیں جانتے کہ اصطلاح شعرا میں شاعر کسے کہتے ہیں اہل زبان کون ہے اور شاعر اہل زبان کی کیا شناخت ہے

اہل زبان وہی ہیں جن کی تعریف میں نے اوپر بیان کی اوسکے علاوہ یہ بھی ہے کہ محاوروں کا صرف بامحل جانتا مگر یہ لوگ محاوروں کے صرف میں بھی ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں۔ بفرض محال اگر ان میں سے بعض افراد کے کان ٹکسالی محاوروں سے آشنا بھی ہوں تو خوش اسلوبی کے ساتھ قید نظم میں نہیں لا سکتے ان لوگوں کا کلام محاوروں کی خوبیوں سے معرّا ہے۔ رموز فصاحت و بلاغت سے ذرا آشنا نہیں۔ اگر اہل زبان ہونگے تو روزمرہ اور بول چال کے اعتبار سے ہونگے بہ حیثیت شاعر یہ لوگ ہرگز اہل زبان نہیں کہے جا سکتے۔ شاعر اہل زبان وہی ہے جو ایک

ایک محاورہ مین مختلف معنوی خوبیان پیدا کرے اور محل صرف کے نئے نئے گوشے نکالے جب یہ قدرت حاصل نہین تو پھر ایسے شخص پر شاعر اہل زبان کا اطلاق صحیح معنی مین نہین ہو سکتا جس شخص مین یہ ملکہ پایا جائے وہ لکھنؤ کا ہو یا دہلی کا عظیم آباد کا ہو یا الہ آباد کا شاعر اہل زبان مانا جائیگا دیکھئے شاعر اہل زبان کی شان یہ ہے کہ محاورون کے نئے نئے محل صرف پیدا کرے میر انیس مغفور تلوار کی تعریف مین فرماتے ہین ؎

کٹتے ہین گلے جس پہ وہ ہے چال اسی کی

ایک جگہ فرماتے ہین ؎

کچھ منھ کا نوالہ نہین تلوار کا کھانا ہو

خواجہ آتش فرماتے ہین۔

گستاخ بہت شمع سے پروانہ ہوا ہے — موت آئی ہے سر چڑھتا ہی دیوانہ ہوا ہے

میری اینڈا کے لئے مرنے مین جان آتی ہے — کاٹنے دوڑتی ہے ماہی بے آب مجھے

چپ ہو کیون کچھ منھ سے فرماؤ خدا کیواسطے — آدمی سے بت نہ بن جاؤ خدا کے واسطے

دیکھئے محاورون کی خوبیان یہ ہین کہ تازہ محل صرف پیدا کیا جائے اہل زبان کی یہ شان ہے چند اشعار ملاحظہ ہون ؎ (یاس)

لپٹی ہے بہت یاد وطن جب شاہین دل سے — پلٹ کر اک سلام شوق کر لیتا ہون منزل سے

کہان تک پردہ فانوس سے سر کی بلا ٹلتی — ازل سے آگ تھی باد دامن گیر شمع محفل سے

تصور نے دکھایا تھا پھر مقصود کا جلوہ — اوتر آئی ہے لیلی سرزمین دل پر محمل سے

رہیگی چار دیواری عناصر درمیان کب تک — اوٹھیگا زلزلہ اکدن اسی بیٹھے ہوے دل سے

کسی شے مین نہو کی بادۂ عرفان کی گنجایش — لڑا لے ساغر جم کو بھی کوئی شیشۂ دل سے

تصور لالہ و گل کا خزان مین بھی نہین مٹتا — نگاہ شوق وابستہ ہے اب تک نقش باطل سے

نہین معلوم کیا لذت اوٹھائی ہے اسیری مین — دل وحشی پھڑک اوٹھتا ہے آواز سلاسل سے

اوبھرنے کے نہین بحر فنا مین ڈوبنے والے — دُر مقصود ہی گم ہے تو پھر کیا کام ساحل سے

یہین سے سیر کر لو یاس اتنی دور کیون جاؤ
عدم آباد کا ڈانڈا ملا ہے کوئے قاتل سے

مزہ گناہ کا جب تھا کہ باوضو کرتے — بتون کو سجدہ بھی کرتے تو قبلہ رو کرتے

کبھی نہ پرورش نخل آرزو کرتے — ہنوز پہلے جو اندیشۂ نمو کرتے

تسکین نہ دل سے تو پھر کیا پڑی تھی خارون کو — کہ گل کو محرم انجام رنگ و بو کرتے

گناہ تھا بھی تو کیا گناہ بے لذت — قفس مین بیٹھ کے کیا یاد رنگ و بو کرتے

بہانہ چاہتی تھی موت بس نہ تھا اپنا — کہ میزبانی مہمان حیلہ جو کرتے

دلیل راہ دل شب چراغ تھا تنہا — بلند و پست مین گزری ہے جستجو کرتے

ازل سے جو کشش مرکزی کے تھے پابند — ہوائی طرح وہ کیا سیر چار سو کرتے

فلک نے بھول بھلیان مین ڈال رکھا تھا — ہم اونکو ڈھونڈھتے یا اپنی جستجو کرتے

اسیر حال نہ مردون مین ہین نہ زندون مین — زبان کٹتی ہے آپس مین گفتگو کرتے

پناہ ملتی نہ امید بے وفا کو کہین — ہوس نصیب اگر ترک آرزو کرتے

ازالہ دل کی نجاست کا اور کیا ہوتا — جلا کے خاک نہ کرتے تو کیا لہو کرتے

مزار یاس پہ کرتے ہین شکر کے سجدے — دعائے خیر تو کیا اہل لکھنؤ کرتے

(مرزا یاس لکھنوی)

شعر و سخن

شاعری پر بہت کچھ بحثین ہو چکی ہین اور ہوتی رہین گی - مگر کوئی ایسا معیار قائم نہو سکا جسے سب تسلیم کر لیتے اور نہ ایسا کبھی ہو سکیگا - کیونکہ طبایع مختلف ہین - دنیا مین دو شخص بھی ایسے نہین مل سکتے جو فن شاعری کے تمام اصول و فروع اور اسکے تمام حسن و قبح کے متعلق متحد الخیال ہون -

میر تقی - مرزا سودا - خواجہ آتش - مرزا غالب - یا اور کسی استاد کا دیوان اٹھا لیجیے اور دو شاعرون کے سامنے انتخاب کے لیے رکھدیجیے ممکن نہین کہ ایک نے جو اشعار منتخب کیے ہون دوسرے کے نزدیک بھی وہ اشعار قابل انتخاب ہون - اگر وجہ انتخاب دریافت کیجائے اور رد و قدح بھی ہو تو بھی کوئی امر مسلم نہین ہو سکتا آخری فیصلہ یہی ہوگا کہ اپنی اپنی پسند -

اسکی وجہ یہ ہے کہ شاعری محض وجدانی اور ذوقی چیز ہے - ہر شخص اپنے ہی مذاق کو صحیح تصور کرتا ہے - دل و دماغ پر زور ڈال کر شعر کہتا ہے اور اسکے مزے خود ہی اٹھاتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اور لوگ بھی اُسی کے مذاق کے موافق اُسکے اشعار سے مزے اٹھائین -

شاعر کو اپنے شعر سے قریب قریب وہی محبت ہوتی ہے جیسی کسیکو اپنی اولاد سے - شعرا نے شعر کو مجازاً اولاد سے جو تعبیر کیا ہے فی الحقیقت صحیح ہے کیونکہ فکر شعر مین جسقدر خون جگر کھپانا پڑتا ہے وہ ظاہر ہے - لہذا شاعر کو اپنے شعر سے جسقدر بھی محبت ہو کم ہے اور اپنے مذاق کی صحت پر جسقدر بھی بھروسا ہو وہ قابل اعتراض نہین کیونکہ شاعر اپنے مذاق کو مہمل اور اپنی فکر کو بے سود سمجھ لے تو پھر اس سعی لاحاصل کیطرف کیون توجہ کرے - مگر اسکا کیا علاج کہ شاعر اپنے جس شعر کو بہتر سے بہتر سمجھتا ہے دوسرون کو وہ شعر بھی آنکھون نہین بھاتا -

انسان مین اختلاف مذاق فقط شاعری ہی کے متعلق نہین پایا جاتا بلکہ اور حواس خمسہ بھی اسکا اثر پڑتا ہے مثلاً کوئی چنبیلی کی خوشبو پر عاشق ہو کوئی کامنی پر غش ہے - کوئی گلاب کی خوشبو

سے مست ہوجاتا ہے کیسکو اسکی خوشبو ایسی تیز اور ناگوار معلوم ہوتی ہے کہ طرح طرح چھینکیں آنا شروع ہوتی ہین ناک مین دم ہوجاتا ہے۔ کسی کو مشک سے گیسوے یار کی خوشبو آتی ہے اور کسی کو چھچھوندر کی سی بو آتی ہے۔ کوئی تو دال مین زعفران ڈالتا ہے۔ کوئی ہینگ سے بگھارتا ہے تانا شاہ کا یہ دماغ تھا کہ گدھون کی ایک قطار ساسے سے گذری اور انکے میلے کپڑون کی بو انکے دماغ مین پہونچنا تھی کہ ہلاک ہوگیا مگر دھوبی کو دماغ سے تھے جو انھین کپڑون کی گھڑی سے لپٹے رہتے تھے۔

طبیعتون مین جب اسقدر اختلاف واقع ہوا ہے تو وجدان و ذوق کا کوئی ایک معیار قائم نہین ہوسکتا لہذا شاعری کے متعلق چند اہل الرائے کے مقولے نقل کیے جاتے ہین تاکہ نفس شعر کا اندازہ کیا جاسکے۔

فخر قوم جناب حامد علیخان صاحب بیرسٹر ایٹ لا فرماتے ہین کہ مضمون شعر بمنزلہ جوہر زندہ جسم کے ہے۔ اور الفاظ بمنزلہ لباس کے ہین۔ اگر مضمون اچھا نہین ہے تو محض الفاظ سے شعر مین لطف پیدا نہوگا جب حسن ذاتی ہی نہین تو فقط لباس سے کیا حسن پیدا ہوسکتا ہے الفاظ کیسے ہی اچھے ہون مضمون کو دریا مین بنا سکتے؟

یہ رائے ایک حد تک صحیح ہے مگر ہمہ تن صحیح نہین ہے کیونکہ الفاظ کو وہ قدرتین وہ کرشمے وہ اعجاز حاصل ہین کہ پست سے پست مضمون کو بھی اعلی مرتبہ پر پہونچا دیتے ہین مثلاً میر انیس صاحب اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہین ؎

مشکیزہ تھا کہ شیر کے منھ مین شکار تھا

یہ اسوقت کی حالت ہے جب حضرت عباس علیہ السلام کے دونون ہاتھ قلم ہوچکے تھے اور مشکیزہ کو جناب نے دانتون سے پکڑ لیا تھا اور نہایت غیظ و غضب کی حالت مین فوج شام کو تک رہے تھے۔ غور سے ملاحظہ کیجیے تو اسوقت حضرت عباس ع کی یہ ہیئت دشمنون کی نگاہ مین نہایت ہی مضحکہ خیز تھی مگر شاعر نے حفظ مراتب کو ملحوظ خاطر رکھکر ایسے الفاظ

سے کام لیا ہے کہ حضرت کی یہ افسوسناک حالت بھی رعب و دبدبہ سے بدل گئی۔ مفہوم ایسا ہے کہ بیان کرتے ہوئے شاعر کی زبان لال ہوتی ہے مگر واہ ری الفاظ کی معجز نمائی کہ ایسے پست مفہوم کو اتنا بلند کر دکھایا۔

امام حسینؑ جسوقت صحرائے کربلا میں وارد ہوئے ہیں اور قافلہ ٹھہرا ہے تو حضرت جلتی ہوئی دھوپ میں ایک کرسی منگا کر بیٹھ گئے۔ اس بے سروسامانی کی تصویر کن شاندار لفظوں میں کھینچی ہے ملاحظہ ہو ؎

کرسی منگا کے بیٹھ گئے اک طرف امام
پرتو فگن تھا نور رسالت آب کا　　سر پر لگا تھا چتر زری آفتاب کا

اگر آفتاب کو چتر زری سے استعارہ نہ کرتے اور یوں کہدیتے کہ دھوپ میں کرسی پہ بیٹھے تھے تو امامؑ کی کسر شان کا باعث تھا۔ مگر الفاظ نے حالت بے سروسامانی پر شان و شکوہ کا رنگ چڑھا دیا۔ ان معجز نمائیوں کو الفاظ کی خوبی سمجھئے یا قوت متخیلہ کی۔ مگر غور کر دیکھئے تو یہ معجز نمائیاں دراصل قوت متخیلہ کے کرشمے ہیں۔ قوت متخیلہ جہاں خیالات میں باریکیاں پیدا کرتی ہے وہاں الفاظ بھی ایسے الہامی اور اچھوتے ڈھونڈ ڈھونڈ کر لاتی ہے کہ انسان حیران رہجاتا ہے۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ قوت متخیلہ کا تصرف جسقدر خیالات پر ہوتا ہے اوتنا ہی الفاظ پر بھی ہوتا ہے۔

حسن الفاظ کے متعلق کسی محقق کا قول ہے کہ

"لفظ بمنزلہ قالب کے ہے اور معنی اوسکی روح ہے۔ دونوں میں روح و قالب کے ایسا ارتباط ہے کہ وہ کمزور ہوگا تو یہ بھی منفعل ہوگی۔ معنی میں اگر خوبی ہو اور لفظ میں نقص ہو تو بھی شعر کے لیے عیب ہے جسطرح لنگڑے لنجے میں روح ہوتی ہے لیکن بدن میں عیب ہوتا ہے۔ اسیطرح اگر لفظ اچھے ہوں اور معنی بُرے ہوں تو بھی شعر اچھا نہوگا۔ معنی کی خرابی الفاظ پر اور الفاظ کی خرابی معنی پر اثر ڈالتی ہے جسطرح مُردے کا جسم کہ بادی النظر

مین ہاتھ پاؤن آنکھ ناک سب سلامت ہین مگر تیور تو کچھ بھی نہین یا تصویر گلی کہ سارا مجسمہ بلکہ خط و خال تک موجود ہے مگر روح نہین - اسی طرح مضمون اچھا ہوا ور الفاظ برے ہون تو بھی کوئی حاصل نہین کیونکہ روح بغیر جسم کے نہین پائی جاتی ؟

بقول مولانا شبلی یہان پر اہل فن کے دو گروہ ہو گئے ہین ایک لفظ کو ترجیح دیتا ہی تمامتر کوششین آرایش الفاظ پر صرف کیجاتی ہین اور بعض لوگ مضمون کو ترجیح دیتے ہین محاسن الفاظ کی پروا نہین کرتے -

لیکن زیادہ تر اہل فن کا مذہب یہی ہے کہ حسن الفاظ کو حسن معنی پر ترجیح دیجائے - اس گروہ کا قول ہے کہ "مضمون تو سب پیدا کر سکتے ہین لیکن شاعری کا معیار کمال یہی ہے کہ مضمون کن الفاظ مین ادا کیا گیا ہے بندش اور انداز بیان کیسا ہے - اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جذبات یا تخیلات کا تلاطم تو انسان کے دل و دماغ مین اتنا ہوتا ہے کہ دیوانہ بنا دیتا ہے - انسان آپ سے باہر ہو جاتا ہے - مگر تمام جذبات و تخیلات کو عالم شہود مین لانا اپنے قابو کی بات نہین ہے - لاکھون جذبات کروڑون تخیلات جن کے لیے الفاظ نہین ملتے جنکا اثر دل و دماغ کو محسوس ہوتا ہے مگر زبان تک نہین آ سکتے اور جن کے بیان کی گنجایش ہی نہین وہ فقط کیفیت یا حال سے موسوم کیے جاتے ہین قال مین نہین آ سکتے - پس شعر وہی ہے جو جذبات یا تخیلات کو الفاظ کا جامہ پہنا سکے - اور اگر جامہ الفاظ ہی قطع نہو سکا یا قطع ہوا مگر درست نہوا تو وہ شعر نہین ہے - اسی بنا پر خوبی الفاظ کا التزام مقدم ہے - اگر اظہار جذبات کے لیے الفاظ مناسب نہ ملین تو بگڑی ہوئی صورت مین پیش کرنا نہ چاہیئے - ایسے وجود ناقص سے حالت عدم ہی بہتر ہے تمام اساتذہ اردو مین فقط غالب کی شاعری مین یہ عیب بہت نمایان ہے کیونکہ غالب جن خیالات کو الفاظ کا جامہ پہناتے ہین وہ نہایت مضحک ہوتا ہے یا اتنا تنگ ہوتا ہے کہ معنی سما نہین سکتے - مگر جہان صاف صاف کہا ہے اوسکا کیا کہنا -

مولانا شبلی فرماتے ہین کہ درحقیقت شاعری اور انشا پردازی کا دار و مدار زیادہ تر

الفاظ ہی پر ہے۔ گلستان مین اور میر انیس کے کلام مین جو مضامین اور خیالات ہین وہ ایسے اچھوتے اور نادر نہین ہین کہ اوروں کی فکر پہونچ نہ سکے لیکن الفاظ کی فصاحت انداز بیان کی جدت۔ ترتیب و تناسب کی خوبیوں نے سحر پیدا کر دیا ہے یہی مضامین معمولی الفاظ مین ادا کئے جائین تو کچھ اثر پیدا نہو گا۔

ملٹن کے نزدیک شعر کی خوبی یہ ہے کہ سادہ ہو۔ جوش سے بھرا ہوا ہو اور اصلیت پر مبنی ہو۔

سادگی سے صرف لفظوں کی سادگی مراد نہین ہے خیالات بھی ایسے پیچیدہ اور دقیق نہوں جن کے سمجھنے کی عام ذہنوں مین گنجایش نہو۔ مولانا حالی فرماتے ہین:۔

محسوسات کے شارع عام پر چلنا۔ سیدھے رستے سے ادھر اودھر نہونا اور کمیت قلم کو بیہودہ جست و خیز سے روکنا اسی کا نام سادگی ہے۔ دنیا مین جتنے بڑے بڑے شاعر مقبول ہوے اُنکے کلام مین ہر ذہن سے مصالحت اور ہر دل مین گھر کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ ہومر نے اپنے کلام مین ہر جگہ نیچر کا ایسا نقشہ کھنچا ہے کہ اسکو تمام قومین برابر سمجھ سکتی ہین اور یکسان مزے لے سکتی ہین۔ فاضل اور جاہل پر یکسان اثر ڈالتا ہے۔ میر انیس اور سعدی کی شاعری بھی اسی خصوصیت کی وجہ سے اتنی مقبول ہوئی۔ شکسپیر اور ہومر مستثنیات کو نہین لیتے بلکہ عام شق اختیار کرتے ہین۔ خاص خاص صورتین اور نادر اتفاقات دکھاکر لوگوں پر اپنی خاص لیاقت ظاہر کرنا نہین چاہتے[۵۴]

دوسری بات جو ملٹن نے کہی ہے کہ شعر اصلیت پر مبنی ہو اس سے یہ غرض ہے کہ تخئیل کی بنا ایسی شئے پر ہو جو در حقیقت کچھ وجود رکھتی ہو نہ یہ کہ محض دھوکے کی ٹٹی یا خواب کا سا تماشہ ہو کہ آنکھ کھلی اور کچھ نہ تھا۔

---

[۵۴] مگر غالب کا کلام سمجھنے کے لیے چیستان فہم دماغ کی ضرورت ہے اور جس کلام کے سمجھنے کے لئے چیستان فہم دماغ کی ضرورت ہو وہ غایت شاعری کا منافی ہے۔

تیسری بات ملٹن نے یہ کہی ہے کہ شعر جوش سے بھرا ہوا ہو۔ اس سے صرف یہی مراد نہین کہ شاعر نے جوش کی حالت مین کہا ہو بلکہ یہ بھی ضرور ہے کہ سامعین کے دل مین جوش پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو انداز بیان مین ایک ایسی مقناطیسی کشش ہو کہ بغیر اثر کیے نہ رہے۔ یہ جوش شاعر کے ہر قسم کے بیان مین پایا جا سکتا ہے (عام اس سے کہ وہ اپنی بیتی کہے یا جگ بیتی۔ عیش و مسرت کا ذکر کرے یا رنج و غم کا) کیونکہ شاعر کی ذات مین ہر شے سے متاثر ہونے اور ہر شخص کے جذبات کے ادراک کا ایک خداداد ملکہ ہوتا ہے۔ وہ بے زبان بلکہ بیجان چیزون کی حالت کو اُن کی زبان سے اس طرح ادا کر دیتا ہے کہ اگر اُن مین گویائی ہوتی تو بھی وہ اپنی حالت کو اس سے بہتر نہین بیان کر سکتین۔

فریڈرک رابرٹسن (Frederick Robertson) کہتے ہین کہ جذبات کی زبان کا نام شاعری ہے یا دوسری لفظون مین یون کہیے کہ جذبات جب الفاظ کا جامہ پہن لیتے ہین تو شعر بن جاتے ہین۔ شاعری گویا (Imagination) یعنی تخیل کی تصنیف ہے جسکو صنعت جامۂ ہستی سے آراستہ کرتی ہے۔"

رچسٹر (Reichester) کی رائے ہے کہ "بہت سے نازک اور پاکیزہ جذبات جو مثل فرشتون کے وجود کے ہماری باطنی دنیا مین پائے جاتے ہین اور جو جسمانی لباس مین نمایان نہین ہوتے۔ اور بہت سے خوبصورت اور خوش رنگ پھول ایسے ہین جن کے بیج نہین ہوتے یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ نظم ایجاد ہوئی جس کی بدولت وہ وجود جامۂ ہستی مین نظر آسکتے ہین اور ان پھولون کی خوشبو سے ہمارے دماغ تر و تازہ ہوتے ہین۔"

اسٹرلنگ (Sterling) کا قول ہے کہ شاعری فی نفسہ ایک قوت اور سر چشمہ ہے اسکی حالت یکسان ہے خواہ بنی نوع انسان اسکو اپنے سر کا تاج بنائین یا اسکو تن تنہا کسی جادو کے بنے ہوئے مکان مین چھوڑ دین۔"

کولیرج (Coleridge) کہتا ہے کہ "سرکار شاعری سے مجکو بڑے بڑے

رابرٹسن

رچسٹر

اسٹرلنگ کا مقولہ

کولیرج کا مقولہ

انعام ملے ہین ۔ شاعری نے میرے زخمون پر مرہم لگایا ہے ۔ میری خوشیون کو زیادہ کیا ہے اور ان پر صیقل کی ہے ۔ گوشۂ تنہائی کو عزیز کیا ہے اور یہ صفت مجھ مین شاعری ہی کی بدولت ہے کہ جو کچھ اپنے قریب یا دور دیکھتا ہون اُسمین اچھائی بہتری اور خوبصورتی نظر آتی ہے "

شیلی کا تصور

شیلی (Shelly) کہتا ہے کہ " شاعری دنیا کے پوشیدہ حسن کے چہرے سے نقاب اٹھا دیتی ہے اور ہم اُن خط وخال اور نقش و نگار کو دیکھتے ہین جو آنکھ سے اوجھل تھے "

شیکسپیر کا تصور

شیکسپیر کا قول ہے کہ " دیوانہ ۔ عاشق ۔ اور شاعر قوت متخیلہ سے مرکب ہین ایک کو اسقدر شیطان نظر آتے ہین جن کی وسیع دوزخ مین بھی گنجایش نہین اسکو مجنون کہتے ہین "

عاشق ایسا دیوانہ ہے جسکو ہیلن کا حسن ابروے مصر مین نظر آتا ہے ۔ شاعر کی آنکھ ایک دیوانی گردش مین عرش سے زمین اور زمین سے عرش تک دیکھتی ہے ۔ اور جیون ہی Imagination یعنی تخیل اُن اشیا کو پیدا کرتا ہے جن کی شکلین معلوم نہین شاعر کا قلم اُن کو لباس ہستی پہناتا ہے اور عدم کو وجود کر دکھاتا ہے "

ڈاکٹر جانسن کا تصور

ڈاکٹر جانسن (Johnson) فرماتے ہین کہ " شاعر کے لیے کوئی شے بیکار نہین ہے ۔ کائنات مین جتنی خوبصورت حیرت خیز ۔ اعلی سے اعلیٰ اور ادنی سے ادنی چیزین ہین قوت متخیلہ اُن سب سے واقف ہو ۔ باغون مین درخت اور پودے ۔ جنگلون مین حیوانات زمین مین معدنیات ۔ آسمان کے شہاب شاعر کے دماغ مین لاانتہا ہی قسم کے خیالات جمع کرتے ہین ہر خیال اخلاقی یا مذہبی صداقت کی تصریح اور تزئین ہو اور جس کی معلومات وسیع ہین وہ مختلف سین کو مختلف طرح سے بیان کر سکے گا اور اسکے

ناظرین زور کے کتابون اور غیر مترقبہ تعلیم مضامین سے محظوظ اور مستفیض ہون گے۔"

بیلی (Bailey) شاعر نے شاعری پر ایک مبسوط نظم لکھی ہے جسمین وہ بیان کرتا ہے کہ شاعر خیالات پیدا نہین کرتے بلکہ خیالات شاعر دان مین خود بخود پیدا ہوتے ہین جیسے جنگلون مین قدرت خدا سے خود رو درخت یا پھول۔ شاعر کا جسم اور اُسکی روح نیچر سے وابستہ ہے اور اُسکے دل پر کائنات کی صورتین جلی حرفون سے منقش ہین۔ شاعر عشق کی سی گران بہا شئے اور بڑے بڑے اصولون کا خزانہ دل مین رکھتے ہین اور اُنکو نہایت حسن و خوبی سے بیان کرتے ہین اور ان سب کی جڑ عشق ہے۔ شاعری کتابون مین مقید نہین ہے۔ وہ قوت وہ روح جس کی تجکو تلاش ہے تیرے ہی آس پاس ہے تجھی مین تو ہے اور پھر ہر جگہ موجود ہے۔

مذکورہ بالا اقوال جو نقل کیے گئے سب اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہین مگر عام طور پر شاعری کا نمایان وصف جذبات کو برانگیختہ کرنا ہے یعنی شعر سنکر دل مین حزن یا انبساط کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ یہ خصوصیت شاعری کو دوسرے علوم و فنون یا فلسفہ سے ممتاز کرتی ہے۔ شاعری کا تخاطب جذبات سے ہے اور سائنس کا یقین سے۔ سائنس استدلال سے کام لیتا ہے اور شعر محرکات سے۔ سائنس عقل کے سامنے کوئی علمی مسئلہ پیش کرتا ہے اور شاعری احساسات کو حرکت دیتی ہے۔ شعر گویا اک آہ پر درد ہے جسے سنتے ہی سامعین تڑپ جاتے ہین یا ایسی تان ہے جس پر دل پھڑک جاتے ہین۔ لارڈ بیکن کا قول ہے [illegible] natural as to be born یعنی پیدا ہونا اور مرنا دونون امر طبیعی ہین۔ ممکن ہے کہ عقل اسے قبول کرے اور کوئی اچھا یا برا اثر نہ لے مگر یہ کمبخت دل ہرگز ماننے والا نہین ممکن نہین کہ راحت و غم کا مطلق اثر نہ لے۔ ممکن نہین کہ کوئی غم انگیز واقعہ پیش آئے اور جذبات مین تلاطم نہ پیدا ہو۔ ممکن نہین کہ عقل دفعتہً آڑے آجائے اور دل کو اس چوٹ سے بچا لے۔

شاعر اگر وہ صحیح معنی میں شاعر ہے تو اُسے سامعین کے مذاق کی پروا نہیں ہوتی
وہ اپنی یا دوسروں کی حالت سے متاثر ہوکر کچھ ایسے کلام کرتا ہے کہ سُننے والے آپ سے
اثر لیتے ہیں اور اگر کوئی اثر نہ بھی لے تو وہ خود اس کی کیفیت کے مزے اُٹھاتا ہے جیسے
گانے والا خود اپنے گانے سے محظوظ ہوتا ہے کیونکہ شاعر کے اندرونی احساسات اسقدر
تیز ہوتے ہیں کہ ذرا سی تحریک میں مشتعل ہو جاتے ہیں۔

شعر کیوں اثر کرتا ہے

ارسطو کہتا ہے کہ" انسان میں نقالی اور محاکات کا فطری مادہ ہے۔ جانوروں میں
یا تو یہ مادہ مطلق نہیں ہوتا یا ہوتا ہے تو کم ہوتا ہے۔ مثلاً توتا صرف آواز کی نقالی کر سکتا ہے
حرکات و سکنات کی نقل نہیں اُتار سکتا۔ بندر حرکات و سکنات کی نقل اتارتا ہے
لیکن آواز سے کام نہیں لیتا۔ بخلاف اسکے انسان آواز سے اشارہ سے حرکات و
سکنات اور مختلف طریقوں سے ہر چیز کی نقل اُتار سکتا ہے۔ یہ بھی انسان کی فطرت
ہے کہ اسکو محاکات سے ایک خاص لطف حاصل ہوتا ہے فرض کرو ایک بدصورت جانور
کی تصویر ہو بہو کوئی کھینچدے تو خواہ مخواہ ہر شخص دیکھکر محظوظ ہوگا حالانکہ خود اس جانور کو
دیکھکر طبیعت کو نفرت ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ کسی شئے کی محاکات بجائے خود لطف انگیز ہوتی ہے
فی نفسہ وہ شئے بری ہو یا بھلی۔ اور چونکہ شعر بھی ایک قسم کی نقالی یا مصوری ہے اس سے
خواہ مخواہ طبیعت پر اثر پڑتا ہے۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ موسیقی بالطبع موثر چیز ہے اور شعر میں موسیقی کا جزو شامل ہے
اسلئے شعر بہت موثر ہوتا ہے"

شعر کے عناصر کیا کیا ہیں

ایک اچھے شعر میں بہت سی باتیں پائی جاتی ہیں۔ وزن۔ قافیہ۔ مناسبت الفاظ
تد شعر کی سنائی۔ محاکات (یعنی کسی شے یا کسی حالت کی سچی تصویر کھینچنا) اور تخیل مگر محاکات
اور تخیل یہ دونوں چیزیں شاعری کے اصلی عناصر ہیں۔

محاکات کی تعریف

محاکات کسی چیز یا کسی حالت کی نقل اتارنے کو کہتے ہیں جس سے اس چیز یا
اس حالت کی ہو بہو تصویر آنکھوں میں پھر جائے مثلاً حضرت آتش فرماتے
ہیں۔

چلا وہ راہ جو سالک کے پیش پا آئی
ٹھہر گیا جو کہیں بوئے آشنا آئی

نہ رنج شیر بھی فریاد ہو سکی تجھ سے
جفائے یار کے آڑے مری وفا آئی

آتش کو تو نہ اس قدر مست قدح ساقی عیش
دعا کون جو بانو کو توفیق ہو کہ سر کھلے

فصل بہار آتی ہے چلتا ہے دور جام
مغ کی دکان شام کھلے یا سحر کھلے

گستاخ بہت شمع سے پروانہ ہو گیا
موت آئی ہے سر چڑھتا ہے دیوانہ پن کے

چھپ گئی مجھ کو گناہ عشق ثابت ہو گیا
رنگ چہرہ کا اڑا اثر انداز دل مضطر کھلا

پاس صحبت واعظ میں بھی اگر ایک آنکے گئے
راز اپنی میکشی کا کیا کہیں کیونکر کھلا

تخیل کی تعریف

ہنبری لوئی کے نزدیک تخیل اس قوت کا نام ہے جو غیر مرئی اشیا کو یا ان
مرئی اشیا کو (جو حواس کی کمی کی وجہ سے محسوس نہیں ہو سکتیں) نظر کے
سامنے پیش کر دے۔ اور مولانا شبلی فرماتے ہیں کہ تخئیل دراصل قوت اختراع کا نام ہے یعنی
سامنے کی چیزوں میں یہ قوت ایسے نکتے اور باریکیاں پیدا کرتی ہے جو عام نظروں
سے اوجھل ہوتی ہیں۔

فلسفہ اور شاعری میں قوت تخیل یکسان کام کرتی ہے یعنی فلسفہ میں ایجاد و انکشافات اور شاعری میں مضامین رنگارنگ اسی کا نتیجہ عمل ہیں۔ اسی کے ذریعہ سے سائنس کے دقیق مسائل حل ہوتے ہیں اور یہی قوت شعر کے ذریعہ سے مردہ جذبات میں تازہ روح پھونکتی ہے۔ حضرت آتش فرماتے ہیں ؎

نقش پائے رفتگاں سے آرہی ہے یہ صدا — دو قدم میں راہ طے ہے شوق منزل چاہیئے

کسی مقرر کی طلاقت لسانی یا کوئی خطبہ مدلل و طولانی یا آثار قدیمہ پر کسی پروفیسر کا زبردست لکچر وہ جوش وہ ہمت وہ اثر وہ نتیجے نہیں پیدا کرسکتا جو ان دو مصرعوں سے مترتب ہوسکتے ہیں۔ یا یہ شعر آتش ؎

دھیان رکھنا شرط ہے اُس دلبر فرد کا — فکر سے نزدیک ہوجاتا ہے مضمون دور کا

نفس امارہ نے آئینہ دل کو کیسا ہی زنگ آلود کردیا ہو مگر تصور صادق اور کسب معرفت کی کوشش کیجائے تو شاہد مقصود کا دیدار کچھ ایسا مشکل نہیں ہے۔ یہ مصرعہ

فکر سے نزدیک ہوجاتا ہے مضمون دور کا

ریاضت نفس کے لیے ایسا ہمت افزا وعظ ہے کہ علم تصوف کی بڑی بڑی کتابیں ایک طرف اور یہ ایک مصرعہ ایک طرف۔

محاکات کی تفصیلی بحث

محاکات کا کمال یہ ہے کہ اصل کے مطابق ہو۔ تصویر کا اصل سے مطابق ہونا فطرتاً وجہ انبساط ہے۔ خواہ وہ تصویر کسی خوبصورت شے کی ہو یا کسی بدصورت چیز کی۔ مثلاً [illegible] جانور ہے جس کے دیکھنے سے گھن آتی ہے لیکن اسی کی تصویر ہو بہو کھینچ دیجائے تو خواہ مخواہ ہر شخص دیکھ کر محظوظ ہوگا۔

جب میں انٹرنس میں پڑھتا تھا تو اسکول میں ایک بنگالی آیا تھا جسنے جانوروں کی بولیوں کی نقل اتارنے میں کمال حاصل کیا تھا۔ پس پردہ بیٹھکر اسنے بہت سے جانوروں کی بولیاں سنائیں۔ جس وقت گدھے کی بولی بولنا شروع کی سارا ہال گونجنے لگا اور تمام طلبا ہنستے ہنستے فرش ہو گئے یہی معلوم ہوتا تھا کہ پردہ کے پیچھے کوئی گدھا سیپوں سیپوں کر رہا ہے۔

مچھروں کی بولی کی نقل جب اتاری تو معلوم ہوتا تھا کہ سچ مچ ہزاروں مچھر کسی کوٹھری میں بھن بھن کر رہے ہیں۔

اسیطرح شاعر کو بھی محاکات کا پورا لحاظ رکھنا چاہئیے۔ محاکات کا حق جب ہی ادا ہو سکتا ہے کہ کسی سین کے تمام جزئیات بخوبی دکھائے جائیں کہ دیکھنے والوں کو اصل شئے کا دھوکا ہو جائے۔ شاعر کو محاکات میں کامیابی جب ہی ہو سکتی ہے کہ وہ اسرار فطرت سے اچھی طرح ماہر ہو اور کائنات کا مطالعہ بہت غور و فکر کرتا ہو۔ مشہور ہے کہ یونان میں کسی مصور نے ایک آدمی (جس کے ہاتھ میں انگور کا خوشہ تھا) کی تصویر کھینچکر نمائش گاہ میں آویزاں کردی تصویر اصل سے اس قدر مطابق تھی کہ پرندے اس خوشۂ انگور کو اصلی انگور سمجھکر گرنے لگے اور چونچ مارنے لگے۔ تمام نمائش گاہ میں دھوم ہو گئی اور ہر طرف سے لوگ آ آ کر مصور کی تحسین و آفرین کرنے لگے لیکن مصور بجائے خوش ہونے کے روتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ تصویر میں نقص رہ گیا لوگوں نے حیرت سے پوچھا کہ اس سے بڑھکر اور کیا کمال ہو سکتا ہے؟ مصور نے کہا ہاں انگور کی تصویر تو اچھی کھینچی مگر آدمی کی تصویر جس کے ہاتھ میں انگور ہے اچھی نہیں کھینچی ورنہ پرند قریب آنے کی جرات نہ کرتے۔ لیکن کیا عجب ہے کہ اس مصور نے دانستہ یہ عیب رہنے دیا ہو کیونکہ اگر اس آدمی کی ہو بہو تصویر کھینچ دیتا تو پرند انسان کے خوف سے خوشۂ انگور کے پاس نہ آ سکتے اور مصور کا کمال (جو خوشۂ انگور کی تصویر میں صرف کیا گیا تھا) دیکھنے والوں کو ثابت نہ ہو سکتا اور [illegible] ہو جاتا۔ اسلئے اسنے فقط خوشۂ انگور کی تصویر

میں محاکات کا کمال دکھایا اور تصویر انسان میں اس کمال کو نہ دکھایا - اسی خیال کو (دانسان
کی تصویر اگر ہو بہو کھینچی جاتی تو پرند قریب آنے کی ہمت نہ کرتے) اصطلاح میں Imagination
یا تخییل کہتے ہیں - یہ اسی قوت تخییل کا عمل تھا جس نے انسان کی تصویر ہو بہو نہ کھینچ دی -
اسی قسم کے فرق اور باریکیاں محاکات و تخییل میں پائی جاتی ہیں اور یہی نکتے ہیں جن کی
بنا پر شعرا میں فرق مراتب پایا جاتا ہے - اس قسم کے ادراک و احساس کے لیے بہت بڑے
علم و فضل کی ضرورت نہیں ہے عقل سلیم و ادراک صحیح جاہل سے جاہل میں پایا جا سکتا ہے
خدائے سخن میر انیس صاحب علی اسد مقامہ کوئی بہت بڑے علامہ نہ تھے مگر اسی ادراک
صحیح اور سچی تخییل نے ان کے کلام میں یہ اعجاز دکھائے ہیں فرماتے ہیں ؎

غصہ میں جو سفاک نے کی رخش کو مہمیز — شہزادے کے گھوڑے کے قریب آ گیا خونریز
بس تھام لی اکبر نے عنان فرس تیز — جھپکا تھا وہ گھوڑا کہ چلی تیغ شرر ریز
ہوش اڑ گئے اس بانی بیداد و ستم کے — سر کٹ کے گرا فرق پہ جا اسپ قدم کے

یہ وہ مقام ہے کہ حضرت علی اکبرؑ کے مقابل میں ایک پہلوان گھوڑا بڑھا کر پاس آ گیا ہے اور حملہ
کرنا ہی چاہتا تھا کہ جناب علی اکبرؑ نے ایک ہاتھ سے حریف کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور دوسرے
ہاتھ سے تلوار کا حملہ کی - لگام پکڑتے ہی گھوڑے کا جھجکنا اور تلوار کے پڑتے ہی حریف
کا حواس باختہ ہونا آخر کار تلوار کا چلنا اور دشمن کا سر کٹ کے چالیس قدم پر گرنا وغیرہ وغیرہ ایک
آن واحد میں یہ سب واقعات جو ظہور میں آئے ان کو شاعر نے جس خوبی سے دکھایا ہے محاکات
اور رسائی تخییل کا بہتر سے بہتر نمونہ ہے - اس سین کے تمام جزئیات سے سننے والوں کو یہ
معلوم ہوتا ہے کہ خود انکی آنکھوں کے سامنے یہ واقعات گزر رہے -
لیکن ہر جگہ کسی شئے یا واقعہ کے تمام اجزا کی محاکات ضروری نہیں ہوتی - فن تصویر
کے ماہر جانتے ہیں کہ صاحب کمال مصور کبھی تصویر کے بعض حصے دانستہ خالی چھوڑ دیتا ہے
لیکن ان حصوں کو یا ابہام کو اس خوبی سے دکھاتا ہے کہ دیکھنے والوں کو نظر چھپتے ہوئے حصے

خود پورا کر لیتی ہے - یون سمجھیے کہ کاغذ پر جو تصویر ہوتی ہے اُس مین عمق نہین ہوتا کیونکہ کاغذ مین خود عمق نہین ہوتا ہے - مگر دیکھنے والون کو صاف نظر آتا ہے کہ یہ تصویر کسی موٹے شخص کی ہے یا دُبلے کی - اسکی وجہ یہ ہے کہ تصویر مین طول و عرض موجود ہوتا ہے اسی کی مناسبت سے ذہن اُسکے عمق کا اندازہ بھی کر لیتا ہے - اسی طرح شاعر بھی بسا اوقات کوئی سین دکھانا چاہتا ہے تو تمام جزئیات کو مفصل طور پر نہین دکھاتا بلکہ چند ایسی نمایان اور ضروری خصوصیات کو ذکر کر دیتا ہے جنسے ضمنی باتین خود بخود ذہن پر حاوی ہو جاتی ہین - اور پورے واقعہ کا سمان آنکھون کے آگے پھر جاتا ہے مثلاً حضرت آتش فرماتے ہین ؎

حشر کو بھی دیکھنے کا اُسکے ارمان رہ گیا　　　دن ہوا پر آفتاب آنکھون سے پنہان ہو گیا

طالب دیدار نے زندگانی کے دن (جو بمنزلہ ہجر کی شب دراز کے تھے) شوق دیدار مین مر مر کے کاٹے اسی اُمید پر کہ بعد فنا جمال یار سے آنکھین روشن ہونگی مگر مرنے کے بعد بھی قیامت کا انتظار کرنا پڑا کیونکہ وعدۂ دیدار اُسی دن پر موقوف ہے لہٰذا تمام آرزوئین اُسی دن سے وابستہ تھین مگر افسوس کہ روز روشن ہوا صبح محشر جلوہ گستر ہوئی لیکن آفتاب حسن و جمال آنکھون سے پنہان ہی رہا دل کی حسرت دل ہی مین رہی کیونکہ چشم ہوس کو تاب نظارہ کہان تھی کہ آفتاب حسن سے دوچار ہوتی - ان سب مطالب کو شاعر نے کھلے کھلے لفظون مین بیان نہین کیا مگر اس اختصار پر بھی یہ سب معانی آپ سے آپ ذہن مین آجاتے ہین اور یہ محاکات کا اعلیٰ نمونہ ہے - مؤلف عرض کرتا ہے ؎

یکسان کبھی کسی کی نہ گذری زمانے مین　　　یادش بخیر بیٹھے تھے کل آشیانے مین

"بیٹھے تھے کل آشیانے مین" اس سے خود بخود یہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ آج اسیر قفس ہین حالانکہ قفس کی لفظ شعر مین نہین آئی ہے - انقلاب دہر سے متاثر ہو کر شاعر اپنے دل کو

یون تسکین دیتا ہے کہ کسی کی ایک طرح پر بسر نہیں ہوتی آج کچھ ہے اور کل کچھ۔ موجودہ حالت اسیری کو صاف صاف لفظون مین نہین دکھایا بلکہ آشیانے کو یادش بخیر کی لفظ سے یاد کیا مگر باوجود ان محذوفات کے مطلب صاف ذہن مین آجاتا ہے اس انداز بیان سے کلام کا زور اور بڑھ جاتا ہے۔ محاکات کا یہ مبہم طریقہ زیادہ موثر ہوتا ہے۔

یہان پر ایک نکتہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ ایسے موقعون پر اکثر اشعار جو پیچیدہ اور دور از فہم ہوجاتے ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ شاعر مضمون کا بعض حصۂ ضروری چھوڑ دیتا ہے اور بجائے خود یہ سمجھ لیتا ہے کہ گرد و پیش کے الفاظ اس خلو کو خود بھر دینگے حالانکہ وہ الفاظ اس خلو کو بھرنے کے لیے کافی نہین ہوتے۔ اسی قسم کے اشعار بعض جگہ مہمل اور المعنی فی بطن الشاعر کے مصداق ہوجاتے ہین

اور بتا چند لے دست ہوس قاتل کے دہن کا　　سنبھل سکتا نہین ابتک شہید جی گردن کا

وہ سنبھل سکتا نہین سے صاف ظاہر ہے کہ زیست سے بیزار ہے اور اذیت تا چند سے خود یہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ قاتل کو چھیڑ کر اپنے قتل پر آمادہ کیجیے آخر اس درد و بلا صبر و تحمل کی کوئی حد بھی ہے۔ مگر ان مطالب کو صاف لفظون مین بیان نہ کیا انداز بیان ایسا اختیار کیا کہ یہ معنی آپ سے آپ پیدا ہوتے ہین۔ اور یہی شان بلاغت ہے غالب کی شاعری مین یہ بڑا عیب ہے کہ بعید الفہم محذوفات مان کر معنی پہنائے جائین تو کوئی مطلب ادا ہو اور وہ بھی اکثر مضحک اور حدود شعریہ سے باہر نکل سکتا ہے۔

محاکات کے نمونے

چھڑکے سے نہ چھوٹے گا ابرو قاتل پر دامن　　وہ دار و دیکھ خون کا داغ کیا دیکھا ہے کسی کا
شراب لالہ گون سے ساقیا جام صبوحی بھر　　شفق ابھی ہے دکھلا رہا ہو نور کا تڑکا

زوال حسن پہ عاشق نثار ہوتے جاتے ہیں
گل و بلبل کی حالت پہ بجا ہے گریۂ شبنم

دل وحشی کی بیتابی کرے گی چاک سینے کو
بہار عالم نیرنگ رکھتا ہے مزاج اپنا

نہ پورا یا کبھی میسر ہوا بچھانے کو
کبھی تو ہوگا ہمارے بھی یار پہلو میں

کیا ہے باد بہاری نے بلبلوں کو مست

سامنے جو پڑ گیا دیوانہ بیباک تھا

اینڈتا تھا تیرے مستوں کی طرح سرو باغ میں
دیدۂ عارف سے جب دیکھا تو یہ روشن ہوا

چشم نامحرم کو برق حسن کر دیتی تھی بند

غنیمت ہی سمجھیے حلقۂ احباب گرد اپنے
قدم سے تیرے دیوانوں کے آبادی کا عالم تھا

بہار باغ ہوتی ہے خزاں موسم ہے پت جھڑ کا
اسے گلچیں کا اندیشہ اُسے صیاد کا دھڑکا

قفس کی تیلیاں تو ٹوٹیں گی یہ طائر اگر پھڑکا
جوانوں میں جوان بڈھوں میں بڈھا لڑکوں میں لڑکا

ہمیشہ خواب ہی دیکھا کیے چھپر کھٹ کا
کبھی تو فیصلہ کرے گا زمانہ کروٹ کا

ہوا ہے پھول کے ہر گل شراب کا مٹکا

پھاڑ کر آنکھیں جسے دیکھا گریباں چاک تھا

صاحب کیفیت اپنے سلسلے میں تاک تھا
مظہر نور الٰہی حسن مشت خاک تھا

دامن عصمت ترا آلودگی سے پاک تھا

یہ دورہ پھر نہ ہوگا گردش افلاک سے پیدا
ہوا ہے شہر آگ صحرا ہے وحشتناک سے پیدا

تخیل کی خوبیاں

اگرچہ محاکات اور تخیل دونوں چیزیں شعر کے اصل عناصر ہیں مگر شاعری اپنے [illegible] کے اعتبار سے ہمہ تن [illegible] اصل تخیل کا نام ہے محاکات کا رتبہ [illegible] بلکہ [illegible] تخیل کی بدولت نہ [illegible] محاکات نقالی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی [illegible]

کا بس اتنا کام ہے کہ جو کچھ دیکھے یا سنے یا جس شے یا جس حالت سے متاثر ہو اسکو الفاظ کے ذریعہ سے بعینہٖ ادا کر دے۔ لیکن ان چیزوں میں کوئی خاص تناسب پیدا کرنا یا کوئی دلربایانہ مستیانہ شے کو دکھانا یا آب و رنگ چڑھانا قوت تخیل کا کام ہے۔ مولانا شبلی فرماتے ہیں کہ تخیل مسلم اور طے شدہ باتوں کو سرسری نظر سے نہیں دیکھتی بلکہ ایک ایک بات پر سو سو دفعہ تنقید کی نظر ڈالتی ہے اور بات میں بات پیدا کرتی ہے گویا تخیل قوت اختراع یا ملکۂ استنباطی کا نام ہے۔ قوت تخیل کے استدلال کا طریقہ عام استدلال سے الگ ہوتا ہے وہ اُن باتوں کو جو اور طرح ثابت ہو چکی ہیں نئے طریقے سے ثابت کرتی ہے یہ طریقہ استدلال اکثر ایک قسم کا منطقی مغالطہ ہوتا ہے اور حسن تعلیل کی صورت میں نہایت ہی نازک اور حیرت انگیز انداز بیان اختیار کرتا ہے۔

جودت تخیل کے نمونے

(آتش)

سوا تیرے کسی کا دھیان آتا ہو تو کافر ہوں — دوئی جس دل میں ہو وہ دل نہیں ہے چشم احول ہے

یہ مجھ دیوانے کی زنجیر سے آواز آتی ہے — وہ کیچڑ میں پھنسا ہے جو ہے آب و گل کے زنداں میں

غرور عشق زیادہ غرور حسن سے ہے — ادھر تو آنکھ بھری دم ادھر روانہ ہوا

نہ پوچھ حال مرا چوب خشک صحرا ہوں — لگا کے آگ مجھے کارواں روانہ ہوا

خدا دراز کرے عمر چرخ نیلی کو — یہ بیکسوں کے مزاروں کا شامیانہ ہوا

سلہ اس شعر میں جانکنی کی حالت دکھانے کے لیے کیچڑ میں پھنسنے کا استعارہ قوت تخیل کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اور [illegible] لگا [illegible] وہ اہل فن جانتے ہیں۔ آس

کسی کی محرم[1] آب روان کی یاد آئی
دور وہ ہے یہ لطف عیش و نشاط دنیا
بغض و حسد سے خالی صحرا کو بھی نہ پایا
ہنسنے والا انہین ہو رونے پہ
قید غفلت مین ہو وہ محبوب عاشق جان بلب
ہو جائے حسن معنی بے صورت آشکار
کیونکر وہ نازنین نہ کرے بے نیازیان
ہوتا ہے شعبدہ دن سے ترے آسمان سفید
تیلون سے خاک کے یہ گڑھے بھر چلے کہین
ساحل سمجھتے ہیں تہ دریاے عشق کو
ہر جمعہ کو ظہور کا رہتا ہون منتظر
چنگر کیا ہے قتل مجھے تیغ یار نے
سوداے عشق مین نہ رہی شان خواجگی

حباب کے جو برابر کوئی حباب آیا تو
بوے شب عروسی مہمان ہو پیرہن مین
کیا کیا جلا ہو سالکھو پھولا جو ڈھاک بن مین
ہمکو غربت وطن سے بہتر ہے
شرع مین بیمار عیسیٰ دامن مریم مین ہے
رخ ہے حقیقت اُلٹے جو پردہ مجاز کا
اندازے بھی حوصلہ عالی ہے ناز کا
اُڑتا ہو رنگ چہرۂ نیرنگ ساز کا
دھبّا مٹے زمین کے نشیب و فراز کا
طوفان ناخدا ہے ہمارے جہاز کا
مشتاق ہون امام کے پیچھے نماز کا
کشتہ ہے دل مرا شرف امتیاز کا
محمود بندہ ہو گیا حسن ایاز کا

[1] محرم بمعنی راز دار اور محرم بمعنی انگیا ان دونون لفظون کا قالب ایک ہے اور معنی جدا جدا ہین - مگر دونون کے معنی مین بھی اک مناسبت ضرور ہے لہذا یہ لفظ مہمل بالمعنی ہر اس حالت مین عطف و اضافت صحیح ہے - یاس

عمر خضر سے اُنکی زیادہ ہو زندگی
قاتل جزاے خیر ملے تیری تیغ کو
مطلب نہ سرنوشت کا سمجھا تو شکر کر
موت کے آتے ہی ہمکو خود بخود نیند آگئی

دھوون[1] پئیے جو یار کی زلف دراز کا
زخموں کے منھ کھلے نہیں جنت کے در کھلے
دیوانہ ہو جو حال قضا و قدر کھلے
کیا اسی کیواسطے کرتے تھے شب بیداریاں

(غالب)

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
انکے دیکھے سے جو آجاتی ہے منھ پر رونق
ترے وعدہ پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کب سے ہوں کیا بتاؤں جہان خراب میں
محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا

جام جم سے تو مرا جام سفال اچھا ہے
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
شبہاے ہجر کو بھی رکھوں گر حساب میں
اُسکو دیکھکر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

تخئیل کا مصرف

اسمیں کوئی شک نہیں کہ قوت تخئیل کسی وقت یا کسی حالت میں بیکار نہیں رہ سکتی محدود مقام ہو یا وسیع بہتر راستے ہوں یا سیدھے مگر اپنا کام کیے جائے گی۔ شعرا نے فقط گل وبلبل کے افسانے ہجر و وصال کے ترانے میں بہت کچھ خامہ فرسائی کی ہے اور

[1] دھوون کی لفظ کو جس حسن سے نظم کیا ہے اور شعر میں جو اثر پیدا کیا ہے وہ آتش کا کام تھا غالب مغفور فرماتے ہیں۔ دھوتا ہوں جب میں پینے کو اوس سیمتن کے پاؤں ٭ رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پاؤں۔ خواجہ آتش نے زلف یار کے دھوون کو درازی حیات کا سبب قرار دیا ہے یعنی زلف یار کا دھوون بھی آب حیات کا اثر رکھتا ہے مگر غالب کے نزدیک پاؤں کا دھوون پینے میں بھی مضائقہ نہیں دونوں میں تفاوت

کچھ نہ کچھ تازگی و جدت سے بھی کام لیا ہے مگر ایسے شعرا بس تھان کے ٹرے ہوتے ہیں میدان میں آتے ہی یا تو ہانپ جاتے یا نون بھول جاتے ہیں یا منزل مقصود سے کوسوں بھٹک جاتے ہیں۔ پھر ایسی شاعری کس کام آئے گی؟

وہ شاعری جو ہر قسم کے جذبات کا آئینہ بن سکے۔ وہ شاعری جو فطرت کے رازہائے مخفی کو کھول سکے وہ شاعری جو فلسفۂ اخلاق و حکمت کے دقائق کو (بہ عنوان دلکش) حل کر سکے۔ وہ شاعری جو تاریخی واقعات سے نتیجہ خیز مضامین پیدا کر سکے۔ وہ شاعری جو اخلاق و تمدن پر مفید اور گہرا اثر ڈال سکے ایسی اچھی اور پختگی ہوئی تخئیل سے کیونکر نشو و نما پا سکتی ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارا لکھنؤ اس اعلیٰ مذاق شاعری سے محروم رہا۔ اگر حضرت آتش و میر انیس و مرزا دبیر اعلی اللہ مقامہم یہاں پیدا نہوے ہوتے تو لکھنؤ کا وقار (بہ اعتبار نفس شاعری) قائم نہ ہو سکتا۔ ان حضرات کی شاعری نے البتہ فلسفۂ اخلاق و حکمت کے میدان میں وہ کارنمایاں کیے کہ لکھنؤ کی بلکہ زبان اردو کی آبرو رکھ لی لکھنؤ کے دیگر شعرا نے فقط زبان اردو کی خدمتیں کیں مگر نفس شاعری کو کما حقہ نہ سمجھے میر انیس مغفور نے شاعرانہ کمال کے ساتھ ساتھ زبان اردو کو بھی اتنا سنوارا جو سنوارنے کا حق تھا ورنہ دہلی کے شعرا اسکو ریختہ کے نام سے پکارتے تھے باعتبار زبان اسکو وہ شرف حاصل نہ تھا جو میر انیس نے بخشا۔ لکھنؤ نے اور خصوصاً میر انیس نے اس زبان کو زبان کے مرتبہ پر پہونچا دیا۔ خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔ تخئیل کی بیہودہ جست و خیز اور شعر کی بدقسمتی اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی جو غالب کے کلام میں پائی جاتی ہے ایسے ماہر فن کے یہاں تخئیل کی یہ بے اعتدالیاں اور تغزل میں ایسی بدمذاقیاں (جن کی وجہ سے عام طور پر مذاق سخن بگڑ گیا) نہایت افسوسناک ہیں۔ اگرچہ غالب نے بہ نسبت متقدمین کے تخئیل میں زور پیدا کیا مگر صرف ہیجل کی وجہ سے زیادہ تر محنت رائیگان ہو کر کوہ کندن کاہ برآوردن کا مصداق ہو گئی۔ غالب کی تخئیل اور الفاظ سے اکثر دیہاتیوں کی بو آتی ہے۔ یعنی پڑھے

لکھے دیہاتی اگر چاہین تو ایسی شاعری کر سکتے ہین مگر میر و آتش کے رنگ مین وہی کہہ سکتا [illegible]



[illegible]اقی کی مثالین

(خواجہ وزیر)

تم جو کہتے ہو [illegible] سبز اپنا سفید	واہ سچ کہئے کبھی دیکھا نہین توتا سفید
کیا لگائی ہے گلوری گورے گورے ہاتھ سے	ہوگیا چونے کی صورت پان مین کتھا سفید
ہے جو ٹوپی کے ستارون سے چراغان سر پہ	نظر آتی ہے دھوان کاکل پیچان سر پہ
جاتے ہو باغ کو پہنے ہو گلابی ٹوپی	بلبل بے ادب آ بیٹھے نہ لے جان سر پہ

(غالب)

سرشک سر بصحرا دادہ نور العین دامن ہے دل بیدست و پا افتادہ برخوردار بستر ہے

سرشک کیا ہے نور العین دامن ہے - سرشک بھی کیسا سر بصحرا دادہ - دل بے دست و پا افتادہ کیا ہے؟ برخوردار بستر ہے - نور العین - برخوردار اور دادہ (دادا) کی رعایت لفظی ملاحظہ ہو - برخوردار کے لیئے بستر کی رعایت اور نور العین کے لیے دامن کی رعایت - سبحان اللہ کیا کیا رعایتین ہین حضرت غالب نے تو لکھنؤ والون کے بھی کان کاٹے - ان مہملات وخرافات پر بھی غالب پرستون سے پوچھا جاے تو اس شعر مین (جسپر کبھی شعر کا اطلاق نہین ہو سکتا) بھی کوئی نہ کوئی فلسفیانہ نکتہ مفروض دینگے مگر اک جاہل بھی سمجھتا ہے کہ اس قسم کی تخئیل ایک پھلجھڑی ہے جس سے محض طفلانہ مزاج اشخاص دل بہلا سکتے ہین اور اہل ذوق کو مضحکہ کے سوا

کوئی چارہ نہیں ہو سکتا۔

(غالب)

مین اور صد ہزار نوائے دلخراش — تو اور ایک وہ نشنیدن کہ کیا کہوں

سبحان اللہ "نشنیدن کہ کیا کہوں" کی ایک ہی کہی۔ اردو کی پھوٹی ہوئی قسمت جہاں تک ناز کرے بجا ہے۔ غالب پرست ذرا اگر میان مین منھ ڈالکر دیکھین کہ یہ دہلی کی زبان ہے یا کسی دیوزاد کی۔

(غالب)

بزم قدح سے عیش تمنا نہ رکھ کہ رنگ — صید ز دام جستہ ہے اس دامگاہ کا

مطلب تو یہ ہے کہ بزم مے سے تمنائے عیش عبث ہے کیونکہ رنگ محفل کو کچھ بھی قرار و ثبات نہیں مگر بندہ نوازا "صید ز دام جستہ" اور "عیش تمنا نہ رکھ" سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ لالہ بھیرون پرشاد کا شعر ہے۔ ان لغویتوں کے علاوہ "بزم قدح" بھی اک انوکھا تصرف ہے۔ بزم عیش کے سوا۔ بزم قدح۔ بزم ساغر۔ بزم جام۔ کی نہ دیدہ نہ شنیدہ۔ عیش تمنا نہ رکھ بمعنی عیش کی تمنا نہ رکھ حضرت غالب ہی کی زبان سے اچھا معلوم ہوتا ہے جن کی زبان نہ اردو نہ فارسی نہ ترکی۔

اس قسم کے اشعار حضرت غالب کے یہاں کثرت سے ہین جنھین یہان درج کرنا نہایت ناگوار معلوم ہوتا ہے۔

(میان آبر مقلد غالب)

بوند ہی بھر سہی کیون گر گئی پیمانے سے — سرخی آگ گھٹ گئی مجھ رند کے افسانے سے

بوند بھر کی بلاغت کا کیا کہنا۔ اہل معیار اس خوش مذاقی پہ جہانتک ناز کرین کم ہے۔ رند (۳۱)

بات یہ چھپا ہوا ہے کہ پیمانے سے کیوں گر گئی بوند ہی بھر سہی مگر گری کیوں؟ بقول [illegible]
ذرا اس شعر کا حاصل مجھے سمجھا دیں میرا دماغ اس شعر کی معنوی خوبیوں تک نہیں پہنچ سکا

(آبر)

زندگی کا مری اک حصہ کچھ ایسا گزرا / جب خیال آتا ہے خود مجھکو حیا آتی ہے

نہ معلوم یہ حصہ زندگی کہاں اور کس رنگ میں گزرا ہے اب شاعر کو اپنے گزشتہ افعال قبیح پر شرم آتی ہے ایسے لوگ خود کو مقلد میر و غالب کہیں افسوس کی بات ہو۔

(عزیز لکھنوی)

ہے تسکین یہ علاج غم پنہاں سمجھا / دل کے ناسور کو میں کوچہ جاناں سمجھا

آپ نے بے تسکین غم پنہاں کا یہ علاج یہ سمجھا کہ دل کے ناسور کو کوچہ جاناں سمجھ لیا سبحان اللہ کیا خوب عبارت ہے۔ ماشاء اللہ کیوں نہ اہل زبان بھی ہیں اور کشمیری بھی اب ذرا معنوی خوبیوں پر غور کرنا چاہیے۔

آپ نے دل کے ناسور کو کوچہ جاناں سمجھ لیا اور اس سے گویا غم پنہاں کا علاج ہو گیا۔ آخر کیونکر؟ کیا کوچہ جاناں کے عوض کوچہ ناسور کی سیر کرتے رہے۔ اگر شعر کا یہی مطلب ہے تو بیٹھے ہوئے ناسور کی سیر آپ کو کیونکر بھلی لگتی نہ آئی۔ انہیں باتوں سے شاعر اور متشاعر کا فرق معلوم ہو جاتا ہے۔

(کلنک کا ٹیکا)

دل سمجھتا تھا کہ خلوت میں وہ "تنہا ہوں گے" / میں نے "پردہ جو اٹھایا" "تو قیامت دیکھی"

منصور نگر کے ایک مشاعرہ میں یہ شعر جناب عزیز نے ارشاد فرمایا تھا۔ یہ وہ
شعر ہے کہ پڑھتے ہی سارا مشاعرہ چیخ اٹھا تھا۔ ہر طرف سے "پھر ارشاد ہو پھر ارشاد ہو"
کا غل مچ گیا۔ کم از کم چھ سات بار یہ شعر پڑھوایا گیا۔ جناب عزیز بھی جھوم جھوم کر نشاط
انبساط کے ساتھ اس شعر کو پڑھتے ہی گئے اور یہ نہ سوچا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ مشاعرہ
کے بعد لکھنؤ بھر میں اس شعر پر مضحکے شروع ہو گئے۔ ہر شخص یہی پوچھتا تھا کہ بھئی پردہ
اٹھایا تو کیا دیکھا؟ بس اسے کچھ نہ پوچھو کیا دیکھا۔ خدا ہی غیرت دار تماشبین کو یہ
تماشہ دکھائے۔ آخر کچھ کہئے تو سہی کیا دیکھا۔ اف کس زبان سے کہوں۔ دل تو سمجھتا تھا
کہ خلوت میں وہ تنہا ہوں گے؟ مگر کیا کہوں کیا قیامت تھی۔ آخر کیا قیامت دیکھی؟ کیا خلوت
میں اور کوئی گھس گیا تھا کیونکہ "دل سمجھا تھا کہ خلوت میں وہ تنہا ہوں گے" اس سے تو یہی
ثابت ہوا کہ خلوت میں وہ تنہا نہ تھے کوئی غیر بھی گھس گیا تھا اور قیامت کا سامنا تھا
آخر وہاں کیا ہو رہا تھا؟ کچھ کھل کے تو کہو۔ کیا معاملہ بے ڈھب تھا۔ اللہ توبہ۔
جناب عزیز کے اس شعر پر چاروں طرف مضحکے ہونے لگے تو [illegible]
کے اس شعر میں صاف عرفان و تصوف ٹھونسنے کی کوشش کی گئی اور اندھوں کو یہ
دکھایا گیا کہ یہ شعر حمد میں ہے۔ حقیقت میں خدا ہی ہے۔ مگر مجاز کی گندگی نے مٹی [illegible]
نے دو دھاری [illegible] مجاز و حقیقت کو یکجا کر کے کوئی جناب عزیز سے سیکھے۔
غالب کی [illegible] افشاں اور تخیل کی بے اعتدالیاں دکھانے کے [illegible]

---

۱۵ کچھ دنوں سے یہاں عزیز اور دیگر شعرائے لکھنؤ نے جو بازار سخن بلند
کے ادیب قدیم [illegible] کر سکتے ہیں وہ محض اس عظیم آبادی کی زمزمہ سنجیوں اور
نکتہ سنجیوں کا صدقہ ہے۔ یہاں عزیز کی حالت محض اک بگڑے ہوئے طالب علم کی سی ہے مگر
انتہائی کوشش کے بعد وہ ایک متشاعر کی حد تک پہونچ سکتے ہیں۔

ایک مستقل کتاب چاہیے۔ اس رسالہ میں گنجایش نہیں مگر ناسخ اور غالب کی روش تخیل
کی طرف بھی اشارہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ناسخ نے جو کچھ کہا ہے اگرچہ باعتبار
تغزل پسندیدہ نہیں ہے مگر مطلب فوراً سمجھ میں آجاتا ہے اور صحت الفاظ اور محاورات
کے اعتبار سے ناسخ کے تمام اشعار مستند ہیں گویا دیوان ناسخ زبان اردو کی ایک صحیح تصویر
ہے۔ مگر غالب کے اس مختصر دیوان کا بیشتر حصہ سمجھ میں آتا ہے اور باعتبار تغزل کوئی
وقعت رکھتا ہے۔ بعید الفہم خیالات اور بے اعتدالی تخیل کا اچھا خاصہ نمونہ ہے۔ بے جا
تخیل شعر کو (از روے علم معنی و بیان) بالکل مہمل بنا دیتی ہے۔ دل میں ہزاروں قسم کے
خیالات موجود ہوتے ہیں مگر انسان کو اور خصوصاً شاعر کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کونسی
بات کہنے کی ہے اور کونسی بات ناگفتنی ہے اور جو کچھ کہا ہے ان لفظوں میں کہا ہے کہ سامع بھی
سمجھ سکتا ہے یا نہیں۔ ان باتوں کا حاصل یہ ہے کہ سامع پر اپنا مطلب بخوبی تمام ہو جائے اور
شاعر کے لیے فقط اپنا مطلب تمام کر دینا کافی نہیں بلکہ ذہن سامع کو محفوظ کرنا بھی ضروری ہے
غالب کے کلام میں یہ عیب جس کثرت سے پایا جاتا ہے وہ ہندوستان کے کسی شاعر میں نہیں
پایا جاتا۔ ذہن سامع کو محفوظ کرنا تو کجا مطلب بھی صاف ادا نہیں ہوتا بلکہ ذہن کو الجھن
سی ہوتی ہے جو مضمون لفظوں سے صاف صاف ادا نہیں ہو سکتا اُس کو نہاں خانۂ عدم ہی
میں رکھنا مناسب ہے۔ کسی بگڑی ہوئی صورت کو اہل نظر کے سامنے پیش کرنا کوئی اچھی بات
نہیں ہے۔

افسوس ہے کہ آجکل ہندوستان میں غالب کے اُن پیچیدہ انداز بیان کی تقلید
کیجاتی ہے جو معنی و بیان کی رو سے نہایت معیوب ہیں۔ ہاں غالب کے وہ چند اشعار
جن میں منطق کی شوخیاں پسندیدہ نکتیں اور قریب الفہم کنائے پائے جاتے ہیں اُن کی
تقلید کیجائے تو بیشک اُردو کی شاعری کے لیے نہایت مفید ہے مگر ایسا نہیں کیا جاتا
اور یہ کام کچھ آسان بھی نہیں ہے۔ واضح ہو کہ غالب کے وہی چند اشعار پسند خاص و عام

[illegible] کو ۔ بالا خوبیوں کے جوہر پائے جاتے ہیں ۔ یا جو سادگی [illegible] کے
ہے پر ہیں ۔
دکن یہ ہوا جلی ہے کہ جوش عقیدت میں اکثر مجھے [illegible]
کی کوشش میں لگا ہی رہتا ہوں لوگ میدان سخن میں کوئی کار نمایاں [illegible]
سکتے جن کے ہاتھ میں کوئی ہنر نہیں وہ دیوان غالب کی شرح [illegible]
بخن تیار کر کے نام و نمود حاصل کرنے کی فکر میں رہتے ہیں ۔ [illegible]
[illegible] کے دیوان کو جو فلسفۂ اخلاق و حکمت کی [illegible]
[illegible] استفادہ [illegible] پر عمل کر کے انتخاب کرتی اور اس حکمت آموز [illegible]
تیار کر کے شائع کرتی تو ملک کا مذاق بھی درست ہوتا اور علم ادب کی بھی [illegible]
[illegible] استادی جناب خان بہادر مولانا [illegible] مدظلہ کا یہ ارشاد مجھے یاد ہے کہ [illegible]
فلسفۂ حکمت و اخلاق اور نہج البلاغہ اور [illegible] کے مسائل عرفان و حقیقت
سکے بعد خواجہ کا دیوان دیکھو جب اس کے مرتبہ کو پہنچ گئے کہ خواجہ آتش کا کلام
ہے کہ وہ مسائل عرفان و حقیقت سے کافی آگاہی رکھتے تھے [illegible]
[illegible] و ریاضت میں دخل تھا اور ان کا خاندان بھی ریاضت [illegible] تھا
[illegible] میں عاشق جانے سے ان مضامین اور ایسے مسائل پر [illegible]
[illegible] سے انکار نہیں کہ [illegible] اور اساتذہ کے خواجہ کے کلام میں غلطیاں [illegible]
[illegible] درجہ کی معلوم ہوتی ہے ۔ مگر شاعری کے لیے جس ادراک [illegible]
[illegible] زبان [illegible] دل [illegible] کی ضرورت ہے وہ [illegible]
[illegible] اور کسی [illegible] جذبات کو حرکت [illegible]
[illegible] حقیقت کا رنگ [illegible] آتش [illegible] میر کے ہاں
مجموعی حیثیت سے میر کا پایہ بلند ہے ۔ آتش کے کلام میں جو بانکپن ہے وہ میر

ہے۔ ان شعرا میں اور میر کے ہاں جو متانت ہے وہ آتش کے ہاں نہیں ہے۔ اردو میں عرفانِ
حقیقت کے رنگ کو بھی درد، مجذوب، آتش نے جس خوبی سے دکھایا ہے میر درد کے غزل
بھی اس خوبی کے ساتھ نہیں دکھلا دیتا۔ میر درد اکثر پردہ ہٹا کر بیچ سے اشارتاً کہتے ہیں
مگر آتش کے ہاں تک ہلکا سا پردہ ضرور پڑا رہتا ہے۔ اور حضرت غالب کو تو تصوف کی
ہوا تک نہیں لگی جو کچھ ہے مجاز ہے [1]

مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب

اتنے دعوے ہی دعوے ہیں۔ آتش کا کلام دل پر اثر کرتا ہے اور غالب کی تخیل سے جو ان
کے نکتوں کا صحیح مصرف لیا گیا ہے) دماغ کو لذت ہوتی ہے دل پر ویسا اثر نہیں پڑتا۔
لہٰذا جو کلام دل پر اثر کرے وہی قابل ترجیح ہے۔ آتش و میر کے شعر دل سے نکلتے ہیں اور
غالب دماغ سے سوچ کر لکھتے ہیں۔ آتش کا کلام سعدی و حافظ و خسرو کی طرح صوفیانہ
کی طرف مائل ہے اور غالب کا کلام فلسفہ کی طرف۔

بعض حضرات آتش کے مقابلہ کو نسبۃً کم سود کہتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لیے اُن کی خاطر
سے یہ مان لیتا ہوں مگر جناب رسالت مآب اور جناب امیر علیہ السلام کی مدح میں جو شعر
انھوں نے کہا ہے وہ ان کے ہاتھ نہ آ کر دلوں کو مسخر کر لیتے ہیں۔ ہر بات فلسفہ کے سانچے میں ڈھلی
ہوتی تھی۔ اسی طرح ہر شعر میں جو علی نقد مراتب ہے جو جناب اسد اللہ کی مدح میں ہوتا ہے آتش
کی نعت میں بھی صفا و راحت ہے افسوس ہے کہ لکھنؤ کے رنگ تکلف نے اُن پر بھی کچھ
تو پیدا ضرور کیا مگر مجموعی حیثیت سے دیوانِ آتش پر نظر انصاف ڈالی جائے تو میلان معلوم
ہوگا کہ اصلی رنگ طبیعت عرفانِ حقیقت کی طرف زیادہ مائل ہے۔ خواجہ آتش کو عملی
طور پر کسب ریاضت میں دخل تھا اور غالب اس سے بے بہرہ معلوم ہوتے ہیں۔ ممکن
ہے کہ غالب نے علم تصوف کی کتابیں دیکھی ہوں مگر اس سے کیفیت اور حال دل پر پیدا
نہیں حاصل ہوتا اور بغیر کیفیت پیدا ہوئے ایسے مضامین پر حاوی ہونا محال ہے اسی وجہ سے

دیوان غالب عرفان وحقیقت کے مضامین سے خالی ہے اور جہاں اسکی کوشش کی ہے وہاں ناکامیاب رہے ہیں کیونکہ وہ اس کوچہ سے آشنا نہیں ہیں۔ البتہ غالب کو خصوصیت ضرور حاصل ہے کہ تمام شعرا کے مقابل میں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنائی مگر ہمیں کیا ضرور کہ اندھی تقلید کریں پرائے شگون کے لیے اپنی ناک کٹوائیں۔

تخئیل کی روک تھام

شاعر کو لازم ہے کہ قوت تخئیل کو حد اعتدال میں رکھے طبیعت پر غالب نہ ہونے دے جسم انسانی کے عناصر اربع میں سے کوئی عنصر حد اعتدال سے بڑھ جاتا ہے تو اس کا نتیجہ امراض شدیدہ اور آخرکار موت کا سامنا ہوتا ہے جسم انسان پر کیا منحصر ہے تمام دنیا کا قیام اسی حد اعتدال پر قائم ہے۔ کائنات میں جتنے سیارے ہیں ان کے اعتدال میں فرق آ جائے اور قوت کشش [illegible] سے تجاوز ہو جائے تو سب آپس میں ٹکرا کر برباد ہو جائیں۔ شاعر کو لازم ہے کہ اس قوت تخئیل کی باگیں کھینچے رہے کیونکہ جب اسکا غلبہ طبیعت پر ہو جاتا ہے تو قوت ممیزہ [illegible] ہو جاتی ہے جو اسکی روک تھام [illegible] پہنچا دیتی ہے اور یہ حالت شاعر کے لیے نہایت خطرناک ہے قوت تخئیلہ [illegible] اور بلند پروازی کی طرف مائل رہتی ہے مگر قوت ممیزہ اسکی پرواز [illegible] بھٹکنے نہیں دیتی۔ قوت تخئیلہ کتنی ہی بلند پرواز ہو جبتک قوت ممیزہ کی نگرانی ہے شاعری کو اس سے نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں جب قوت ممیزہ اسکی [illegible] بلندی کی اجازت نہ دیگی شاعری اعلیٰ مرتبہ تک نہ پہنچے گی۔ دنیا کے جتنے بڑے بڑے شاعر گذرے ہیں ان میں قوت تخئیل کی بلند پروازی اور قوت ممیزہ کی حکومت ساتھ ساتھ پائی جاتی ہے انکی تخئیل خیالات میں بے اعتدالی اور بے ربطی پیدا کرتی ہے

اور انداز بیان میں غرابت۔ مگر جب تخیل قوت ممیزہ پر غالب آجائے تو ایسا ہی ہے
جیسے کسی سوار کے لیے مطلق العنان گھوڑا۔ غالب کی شاعری کا یہی حال ہے۔ خیالات
انکے اتنے بلند ہیں کہ الفاظ کے قابو میں نہیں آتے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ نفس مطلب نکل
فوت ہو جاتا ہے اور شاعر منزل مقصود سے کوسوں دور ہو جاتا ہے کبھی ادھر
نکل جاتا ہے۔ غالب پہ کیا گنتے ہی ہونہار شاعر اس قوت تخیل کی آزادی اور مطلق العنانی
کی بدولت گمراہ ہو گئے اور بعض جو گمراہ ہوئے وہ اسوقت تک راہ پر نہیں آئے جب تک
قوت ممیزہ کو تخیل پر حاکم نہ بنالیا۔ ہائے میر تقی میر کیا جوہری سخن تھا۔ مرزا غالب کے شعر
سنکر بیساختہ کہہ اٹھا کہ اس لڑکے کو اگر کوئی استاد کامل مل گیا اور سیدھے راستے پر لگا دیا تو
لاجواب شاعر ہو جائے گا ورنہ مہمل بکنے لگے گا۔ آخر یہی ہوا کہ غالب نے کسی کو استاد نہ بنایا
اور سیدھا راستہ پر آئے۔ چنانچہ غالب کے کسی بے تکلف دوست نے یہ مطلع پڑھ کر
اور راہ تمسخر ان کی بہت تعریف کی ہے

پہلے تو روغن گل بھینس کے انڈے سے نکال
پھر دوا جتنی ہے کل بھینس کے انڈے سے نکال

غالب نہایت آزردہ ہوئے اور کہا کہ معلوم نہیں کس نے یہ مہمل شعر میری طرف
منسوب کردیا ہے۔ اسپر انکے مہربان نے یہ فرمایا کہ بھئی جو کچھ آپ نے کہے ہیں وہ تو صفت شعر کے
لیے ہو گئے ہیں۔ خدا بھلا کرے نکتہ چینوں کا کہ ٹوکتے رہے کہ آخر کار غالب
سے کچھ ایسے شعر بھی کہوا لیے جو اردو کی شاعری کا تاج کہا جا سکتا ہے۔ یہی اشعار
ہیں جو زبان زد خاص و عام ہیں اور جن میں قوت تخیل اور قوت ممیزہ کی حکومت ساتھ
ساتھ پائی جاتی ہے ایسے اشعار وہ فقط سلامتی کے ہیں۔ انجمن ترقی اردو دیکھئے دیوان
غالب کا انتخاب کرے اور بیشتر ان اشعار کو کاٹ کر پھینک دے تو اچھا۔ کاش غالب
شاعری کے پیچھے نہ پڑتے نثر ہی لکھا کرتے تو بہتر تھا عجب بات ہے کہ نثر تو انکی دلچسپ
سلجھی ہوئی اور نظم بالکل گورکھ دھندا

قوت تخیلہ بھی بعینہ یہی حیثیت رکھتی ہے وقت ضرورت جب اسکو اپنی اصلی غذا یعنی
اصلیت و جوش حقایق و واقعات کا ذخیرہ جس میں وہ تصرف کر سکے نہیں ملتی تو جس طرح انسان
بھوک کی شدت میں جب مستند غذا نہیں پاتا تو مجبوراً اناس پتی سے اپنا دوزخ بھر کر
صحت کو خراب کر لیتا اور اکثر ہلاک ہو جاتا ہے - اسی طرح جب قوت تخیلہ کی اصلی غذا
نہیں ملتی تو غیر مستند غذا پر اکتفا کرتی ہے خیالات دور از کار ڈھونڈتی ہے کوئی نتیجہ معقول
مرتب نہیں ہوتا مضمون میں ذرا بھی اصلیت نہیں ہوتی غرض کہ یہ تکلف شعر کا لباس پہناتی
ہے اور قوت ممیزہ کو اپنے کام میں خلل انداز سمجھ کر اسکی اطاعت سے باہر ہو جاتی ہے
اور آخر کار شاعر کی تمام فکر کو تحصیل لاحاصل بنا دیتی ہے -

مولانا حالی و علامہ شبلی نے شعر کے حسن و قبح کے جانچنے کا جو معیار اپنی اپنی گراں بہا
تصنیفوں میں قائم کیا ہے اسکا خلاصہ یہی ہے جو اس دیباچہ میں پیش کیا گیا ہے اور مذاق سلیم کو
شک نہیں اس معیار کے تسلیم کرنے سے انکار نہیں ہو سکتا - مگر یہ راز میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مولانا
حالی اور غالب کے دیگر معتقدین کلام غالب کو اس معیار پر کیوں نہیں پرکھتے - میرا دعوی ہے کہ
جب تک مقدمہ حالی اور شعر العجم کا وجود باقی ہے اور جب تک یہ معیار شاعری اہل فن کے نزدیک
صحیح ہے اس وقت تک کلام غالب کی خامیاں مٹائے نہیں مٹ سکتیں خوبیوں پر پردہ
ڈالا جا سکتا ہے

انداز بیان — شاعری کے لیے یہ سب سے مقدم چیز ہے - بلا اہل فن کے نزدیک اسی
صحت ادا اور دلکش انداز بیان کا نام شاعری ہے - ایک ہی بات ہے
کہ سیدھی سادی طرز سے بیان کیجائے تو نہایت معمولی بات ہے اور اسی کو کسی انداز دلفریب
اور جدید اسلوب سے بیان کیا جائے تو دل پھڑک جائیں گے یہی شاعری ہے حضرت آتش
فرماتے ہیں ؎

جو سو رہا تھا کبھی قاتل تو خنجر درمیان رکھکر — ہائے اسکے پردہ رکھیا دیوار آہن کا

سعیٔ لاحاصل مداوائے مریض عشق ہے — تھامنا ممکن نہیں گرتی ہوئی دیوار کا

کیا سمجھ کر روندتے ہیں تجھ کو سیارہ چمن — سبزۂ بیگانہ ہوں لیکن ہوں مہمان بہار

خراب مئی نہ کسی کو کوئی مردود دوستاں ہو — ٹوٹا ہوا شاخ سے جو پتا خیال خاطر چمن نہ

تڑپی نظر تھے طائر دل ہو چکا شکار — جب تیر کج پڑے تو اڑے کا نشانہ کیا

ابر کوہن نے تجھے پڑے سونے نہ دیا — رات بھر نالۂ بیمار نے سونے نہ دیا

یہ مقام شاعر کی قوت متخیلہ اور قادر الکلامی کی امتحان گاہ ہے خواجہ مصرع لگاتا آتش فرماتے ہیں ہے

رنگ میرا اور تیرا دیکھ کر حیران ہوے — نقشبندان خزان نقشبندان بہار

وا کیے ہیں ہر اک گل کا سینہ زخم ہے — کھیت ہے تیری کا اسپ لیلیٰ ان بہار

بیاں ہے تیغ ناتواں کی سرخ بسمل [illegible] — ہر قدم پر [illegible] سگیاں سگیا

نشست خاں بہار [illegible] پڑے دل ہو — [illegible] ہے تو سبز سیاہی کا

مجھے دکھلا ہی بھوا ہے کس سناک نے — یچھے سبز نرگس سیاہ کا جام ہو

تیغ ابرو سے مجھے قتل کیا قاتل نے — وہ سزا دی ہے مجھ کو جب سے گنہگار کی تھی

ذیل میں حضرت آتش کے وہ اشعار درج کیے جاتے ہیں جو اعلیٰ مذاق تغزل کا پتا دیتے ہیں عرفان حقیقت کے صحیح نمونے اور اعلیٰ جذبات عشق کو حرکت دینے والے ہیں ہے

حباب آسا میں دم بھرتا ہوں تیری آشنائی کا — نہایت غم ہے اس قطرہ کو دریا کی جدائی کا

نظر آتی ہیں ہر سو صورتیں ہی صورتیں مجھ کو — کوئی آئینہ خانہ کارخانہ ہے خدائی کا

اگر اے جان تن سے تا وصال یار حاصل ہو — جنوں کی سیر ہو انجام بلبل کی رہائی کا

وصال یار کا وعدہ ہے فردائے قیامت پر — یقین مجھ کو نہیں ہے گورکناں کی رسائی کا

دل اپنا آئینہ ہے صاف عشق پاک رکھتا ہے — تماشا دیکھتا ہے حسن حسین خود نمائی کا

کرے افسوس مولائی ہے تیری پاکدامانی — بہانہ تھا ہر عصمت کو بہانہ پارسائی کا

نہیں دیکھا ہے لیکن تجکو پہچانا ہے آنکھوں نے
نکل آئے ہیں ہستی میں عدم سے ہم تری خاطر
وہ وہ ہے جسکی جستجو پھرتا ہے در بدر
یوسف نہیں ہوا اشتر کسی نے چند درم سے
محبت کا تری بندہ ہے اک کو اپنا صنم پایا
بہ رنگ شمع جس سے دل جلایا تیری دوری میں
سوے سوز کے حاصل نہیں ہو اپنے ہیں
نظر آیا تماشا نے جہاں جب بند کیں آنکھیں
جلایا اور ماشوں کی نیرنگ سازی نے
دیکھا تو خار و گل کا مقام ایک شاخ ہے
شکستہ دل ہو انسان عرش سے ٹوٹ کا ملتا ہے
اٹھے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھے بھی گئے ترے
پر تیم تعظیم نے مجلس سے نکالا ہے
تماشا زاہد منبر کا تو رنگ شاد نے
جام میں پیا ماہ صیام میں نذر گو
جان آنکھوں میں ہے سو بیت سمجھے کی دیر ہے
خفا مر کے تو سودا ہے تری زلف پریشان کا
اب تک ... بیٹھی ہوئی ہے در سے
واہ رے شاد کی قسمت کس کو معلوم تھا
... زخم کاری ہے تو حسرت سے ...
فرش گل بستر تھا اپنا خاک پہ سوتے ہیں اب

بجا ہے اے صنم دعوی جو تجکو ہے خدائی کا
بلبل کا یہ نالہ نہیں افسانہ ہے اس کا
حالت کو کرے غیر وہ یارا نہ ہے اس کا
قیمت تو وہ عالم کی ہے بیعانہ ہے اس کا
برابر گردش شاہ و گدا دونوں کو ہم پایا
تو رستے منزل مقصود کو زیر قدم پایا
غنیمت جان اگر آرام تو نے کوئی دم پایا
صفائے قلب سے پہلو میں ہم نے جام جم پایا
کبھی برق غضب اسکو کبھی ابر کرم پایا
دل توڑا نہ ہو مجنوں تو عزیز و دلدار کا
ہوا فریاد تو ... دل نعم البدل پایا
میں جا بجا ڈھونڈتا تری شکل میں سمجھا
اٹھے اٹھے نہ رہی بیٹھنے کی جا باقی
سلسلہ ہے میرے دل کی گرفتاری کا
پوچھ اٹھا یا تھا مگر ... اسباب کا
... آنا اجل کے خواب کا
آنکھیں ہوں تو نظارہ ہو ہے گلستان کا
مثل تصویر بحالی میں ہوں ... دوست
نیچے قتل ... دوست
جیا ... دوست
خشت زیر سر ہیں یا تکیہ تھا زانوے دوست

یاد کرکے اپنی بربادی کو رو دیتے ہیں ہم
جب اڑاتی ہے ہوائے تند خاک کوئے دوست

ہجر کی شب ہو گئی روز قیامت سے دراز
دوش سے نیچے نہیں اترتے ابھی گیسوئے دوست

اس بلائے جان سے آتش دیجیے کیونکر نہ
دل سوا شیشہ نہ ہو آزار کی خوئے دوست

رخ رنگین کا تصور ہے تماشائے بہشت
بند کر کے دل کے آنکھوں کو نہ دیکھا ہے بہشت

حکم ہے اپنے جہنم میں جسے تو بھیجے
پھر وہ کافر ہے جو ... ہو بہشت

تیرے کوچہ کی ہوا اس میں نہ چلتی ہو گی
مر کے بھی دیکھیں گے مشتاق تماشائے بہشت

پھر وہاں جاتا ہے جو جنت سے زیر آسمان گشتہ
دشت ... ہوا ... گشتہ

نہ تم بیزار ہو ہم سے نہ ہم بیزار ہوں تم سے
... جب آیا درمیان گشتہ

زمین کو زلزلہ آیا جو میری بیقراری سے
... کیا آسمان گشتہ

بغل میں لیکے یوسف کو اکیلا وان ہی میں گزرا
قدم رکھتے ہی ... کاروان گشتہ

آنکھوں سے اس پری کے دل ناتوان گرا
شیشہ ہمارا طاق سے آسمان گرا

چشم پر آب سے تن خاکی کو ڈھا دیا
سیلاب کو ... جب مکان گرا

چلتا ہے کیا اکڑ کے ... سے وہ خرام
... نوجوان گرا

گلچین کب اٹھا نہ بوجھ سے شاخ گل ...
الزام ... آشیانہ گرا

نکلی نہ جان زار فراق بتان میں بھی
... ناتوان ...

بلبل وہ ہجر ... مرغ چمن بنا
ہو خشک ...

حسرت میں خواب وصل کی یہ بیخودی رہی
پھر دن ہی ...

اٹھی نقاب چہرہ زیبا سے یار کے
دیوار و ...

... آئینہ پیش نظر ...
سمجھے ہم آپ آنکھوں میں ...

ٹھہرے تو اس جو راہ میں تیری اگر چلے
شل ہو گئے جو پاؤں تو ہم ...

لیجا سکے بہائے خط شوق یار تک
قاصد سے کم نہیں ہیں جو آنسو نکل چلے

سر ہاتھ پر لیے ہوئے ہیں کشتنی کہ رفت
وہ تیغ ناز آج چلے خواہ کل چلے

دل بھر گئے سیر کی نہ خرابات دہر کی
سیلاب کی طرح سے ہم آج آ کے کل چلے

طرفہ پری ہے کوئی الفت بیمار بھی
دیوانے اپنے جامے سے باہر نکل چلے

آنکھیں تمہاری سحر نگاہیں آئینہ دیکھ کر
آخر غرور حسن سے تیور بدل چلے

جو قسمت عشق کی ہے تو رحمت جان ابتدا کو
عصا چھینے دیا ہے چلا یا دست عروسا کو

خدا جانے ہے رنگ کا حال کیا ہو بادہ نوشوں کا
اٹھا کر جام سے توڑے لبے ہو مستی میں مینا کو

غضب [illegible] سکو [illegible]
ہمارا عاقبت گریاب نے سمجھا ہی دریا کو

کیا استاد پوشی کر دو اس محفل پری رو نے
پڑھایا درس بسم اللہ علم عشق ملا کو

نہیں ہیں سب کہیں اُسکا خدا ہے پوچھنے والا
اٹھاتے ہیں ملائک آ کے یہ اراضی کو رعنا کو

تماشا تھا جو [illegible] سامنے لے بت دنیا کی
بنایا شیشے سے [illegible] سنگ خارا کو

قہر ہوں سے [illegible] مشکل میں
نکالا [illegible] کہاں خار کف پا کو

قصر ہے کے [illegible] گفتگو ہوں
ہمیں ہے ایک تصویر خیالی روبرو ہوں

ہمارا جو جان کے [illegible] مرتے مرتے تک
ہماری قبر پہ پیالے کی آرزو ہیں

لگی ہے [illegible] فانوس میں [illegible]
سر اپنے ہاتھ رکھ کر [illegible] مشغول ہیں

دیا ہے حکم جب پیر مغان نے [illegible]
کیا ہو جب شراب ناب ہم [illegible] ہیں

تغزل ہے یہ نمونے ستر برس قبل کے ہیں مگر زمانہ حال کی یہ بدمذاقی سے بھی خدا بچائے آجکل ہندوستان میں غالب پرستی کی دو نہری ہوا چل رہی ہے [illegible] قابل توجہ افسوس ہے کہ لکھنؤ کے بعض حضرات کے دماغ میں یہ ہوا ایسی سمائی ہے کہ یہ لوگ خود خوش مذاقی بھی سمجھنے لگے ہیں نہیں بلکہ اپنے مذاق کے سوا دوسروں کے مذاق کو مبتذل سمجھتے ہیں حالانکہ لکھنؤ ایسے شہر کے لیے ایسی بدمذاقی نہایت ہی ننگ کا باعث ہے بدنام کنندہ نکو نامے چند اپنے ساتھ لکھنؤ کے ارباب کمال کو بھی بدنام کرنا چاہتے ہیں - پہلے

میں انکے اعلان ہمہ دانی (جو بذریعہ اشتہار شایع کیا گیا تھا) کی نقل پیش کرتا ہوں ان حضرات نے چندہ کرکے ایک رسالہ نکالا تھا جس کے متعلق یہ اعلان شایع ہوا تھا ملاحظہ ہو "لکھنؤ کا یہ وہ ماہوار مستند ماہوار رسالہ ہے جس نے آج سو پچاس برس کے بعد معیار میر و غالب کے گہری نیند سوے ہوے رنگ شاعری (خوشنما رنگ کیسا ہوتا ہے یاس) کو اپنی معجز نما کوششوں کے ذریعے سے جگانے کی طرح جگا دیا۔ (رنگ جگانا کیسا تھا اور وہ بھی یاس) اور نہایت شایستگی سے اہل بصیرت کو دکھا دیا کہ میں ہوں میں ہوں تمام اردو شاعری کا قابل تقلید معلم (لاریب) میرے اجتہادات ایسے نہیں کہ کوئی عقل سلیم چون و چرا کر سکے۔ ایسے تو سہی جو ایک روز ساری مملکت اردو میں میرا ہی سکہ رایج الوقت نہ سمجھا جانے۔ اور یہ میرے ہی فرمان کا خلاصہ ہے کہ میری بیعت کرو یا شاعری چھوڑ دو (بہت اچھا) دعوے سے کہا جاتا ہے کہ میں اپنے رنگ کا آپ موجد ہوں اور اسوقت اردو شاعری کی اصلاح میرے ہی دم قدم سے ہو رہی ہے" (کیا شک ہے یاس) اس اعلان اجتہاد و بیعت طلبی سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا دماغ صحیح ہے یا کیا۔

لکھنؤ میں ایک شخص متخلص بہ آس کے نام سے ایک رجز (جسمیں میری اور آتش مغفور کی ہجو کی گئی ہے) زبان فارسی میں چھپوا کر چوک میں تقسیم کیا گیا تھا مگر آس جسکا تخلص رکھا گیا ہے وہ ایک ایسا شخص ہے جو کسی بیت کی تقطیع بھی نہیں کر سکتا زبان فارسی میں نظم کرنا تو کجا۔ وہ رجز ملاحظہ ہو

(رجز)

ہر آن کو نداند بداند مرا او	ستایش کند تا تواند مرا
جہان پہلوان آتش پر دل منم	بگردان معنی مقابل منم
سپر پیش من جملہ انداختند	رسیدند دم مردند و دل باختند

ہلا! گلدستان بدریم ما — پے بزدلان شیر نریم ما

نہ از خیل آتش پرستان منم — پے یزدان کہ در کیش یزدان منم

بکف اندرم خنجرے از قلم — منم طعنہ بر مصحفی میزنم

منم مہر تابان چرخ سخن — کہ بے نور شد چشم انجم زمن

کشادہ جبین چون صبح امید من — زند خندہ ہا بر لبان عید من

لے ہیچ من نیست اندر جہان — ہنر پرورا یا منم ہنر پروریان

نباید اگر دستے ہیچ و ہیچ قسیر — بدل یاس را دیدہ دوزیم تیر

کہ در قلب مومن نگنجد ہراس — بود در دل کافران جائے یاس

دل کافران ہیچو دوزخ بود — ز دوزخ لئے یاس مطبخ بود

چو قرآن کہ خواندیم لا تقنطوا — تفو بر رخ یاس اینک تفو

شکستیم بدل یاس را نشترے — اگرچہ من نباشد سخن گسترے

بنام خداوند بالا و پست — کنم یاس را نیست ہر جا کہ ہست

غلط فہمی یاس کردیم رفع — وگرنہ بود از رجز ہیچ نفع

ہما تا کہ آن ہرزہ گو خودستا — چہا جو فروشست گندم نما

جو با صلح جوئیم و آزادہ مرد — نداریم با کس خیال نبرد

مرا این چنین طرز گفتار نیست — بہ نافہمی ابلہان کار نیست

ز دل این خودی را فراموش کن — بیا قول سعدی ز من گوش کن

ندانی کہ مارا سر جنگ نیست
وگرنہ مجال سخن تنگ نیست

چونکہ ان حضرات معیار کا مذاق تغزل میری نگاہوں میں نہیں جچتا اور انکے دعوے اجتہاد پر ہنسی آتی ہے اس بنا پر ایک اشتہار میں میں نے اس امر کا اظہار کیا تھا

کہ یہ حضرات صحیح معنی میں شاعر بھی نہیں۔ اسی کے جواب میں یہ رجز کہا گیا تھا کہ مجھے اتنا
دماغ کہاں کہ ان حاسدوں پر مقدمہ چلاؤں اور حرکات نازیبا کی سزا دوں بلکہ صرف ہجو
میں اپنا فرض جانتا ہوں اور صرف عزیزانِ شاگرد … کو … حرکت پر مبارکباد دیتا ہوں اور آخر میں
عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میری ہجو نہایت خوب … لکھا کرو مگر زندگی کے لیے مذاق سخن کو خراب
نہ کرو … تک پہنچنے کی کوشش کرو اور غالب کے ادنیٰ انداز کلام کی تقلید کرو جو ہر بے
… فضول سے پاک و صاف ہو۔ محض اندھی تقلید … فن شریف کی مٹی خراب نہ کرو۔

والسلام خیر ختام

مرزا یاس

سرِّ اکبر

تصنیف شہزادہ دارا شکوہ جس میں چار ویدوں کے اپنشدوں کا
ترجمہ فارسی زبان میں کیا گیا ہے اورنگزیب کے وقت کا یہ ایک
قلمی نسخہ خلیفہ محمد شفیع کے ہاتھ کا لکھا ہوا فروخت کیا جا سکتا ہے
پہلا صفحہ غائب ہے۔ قیمت تیس رو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علم عروض

عروض اس علم کو کہتے ہیں جس سے کلام موزون و غیر موزون (یعنی نظم و نثر) میں فرق کیا جاتا ہے۔ ہر شاعر کو (خواہ وہ ناموزون طبع ہو یا نہو) اس علم کے جاننے کی ضرورت ہے کیونکہ جو بحریں آپس میں مشابہ ہیں ان میں بہت ہی کم فرق پایا جاتا ہے (ان موزون طبع شاعر کو بھی دھوکا ہو جاتا ہے۔ شاعر ہزار موزون طبع ہو مگر سوائے چند بحروں کے جو ملک میں رائج ہوتی یا جن سے اسکے کان آشنا ہوتے ہیں) تمام بحروں پر قدرت نظم نہیں رکھتا۔ فارسی و عربی کی کتنی بحریں ایسی ہیں جنمیں شعر کہنا تو کجا موزون پڑھنا بھی دشوار ہے۔ شاعر اگر عروض نہ جانتا ہو تو تقطیع حقیقی و غیر حقیقی میں امتیاز نہیں کر سکتا کیونکہ بحروں کے ارکان صحیح کی شناخت اسکو نہیں ہوتی ایک بحر کے ارکان دوسری بحر میں داخل کر کے اپنی طبع موزون کی تشفی کر لیتا ہے مگر از روئے فن وہ تقطیع صحیح نہیں ہوتی مثلاً فرض کیجیے کسی کا یہ شعر ہے ؎

جو بلند خاک دل سے کبھی غبار ہوتا — مری جذب بیکسی کا وہ اک اشتہار ہوتا

اور اسکی تقطیع اس وزن سے ہے متفاعلن فعولن متفاعلن فعولن تو یہ تقطیع حقیقی نہ ہوگی کیونکہ یہ شعر بحر رمل مشکول سے ہے جسکا وزن صحیح یہ ہے فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن بحر رمل میں متفاعلن کبھی نہیں آتا۔ لہذا متفاعلن فعولن والی تقطیع غیر حقیقی ہے اور یہ غلطی علم عروض کے نہ جاننے سے ہوتی ہے۔

مختلف بحروں کے زحافات جاننے سے یہ بھی آسانی ہوتی ہے کہ جس لفظ خاص کو شاعر کسی مصرعہ مین لانا ضروری سمجھتا ہے تو اُسکو بغیر زحافات کی مدد سے مصرعہ مین کھپا سکتا ہے اور اگر زحافات سے بیخبر ہے تو اُس لفظ کی جگہ دوسری لفظ غیر مانوس لانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

زحافات کے عدم واقفیت کے سبب اکثر موزون مصرعے ناواقفان فن کو ناموزون معلوم ہوتے ہین چنانچہ صفی لکھنوی نے بحر ہزج اخرب مین ایک نظم کہی تھی جس کا ایک مصرعہ یہ ہے ع

مشرق کا سرا اُٹھکر مغرب سے ملا دین گے

اسی نظم مین ایک مصرعہ یہ بھی ہے ع

وقت آنے دو وقت آنے دو پھر تمکو بتا دینگے

اس مصرعہ پر بعض حضرات نے شاعر کا مبلغ علم آزمانے کے لیے یہ اعتراض جڑ دیا کہ ایک سبب خفیف بڑھتا ہے صفی نے اپنے اس موزون مصرعہ کو ناموزون سمجھکر کاٹ چھانٹ بیچ سے ہٹا ڈالی اور مصرعہ کو بدل دیا ع

وقت آنے دو وقت آنے پھر تمکو بتا دینگے

زحاف نہ جاننے کے سبب صفی کو یہ دھوکا ہوا ورنہ اس غلط اعتراض کو صحیح مان کر مصرعہ بدل نہ دیتے۔ اچھے خاصے مصرعہ کو ناموزون سمجھکر مہمل سا مصرعہ (جس مین ابتدا کی خامی دہقانیت کا دھوکا دیتی ہے) اوس کے عوض نہ رکھتے۔ یہ دونون مصرعے اگرچہ دو وزن رکھتے ہین مگر اہل فن جانتے ہین کہ بحر ہزج اخرب مین ان دونون وزنون کے اجتماع سے کلام ناموزون نہین ہوتا۔ کیونکہ مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیلن ہی سے۔

گلستان سعدی باب دوم ﴿ گوئی رگ جان میگسلد زخمۂ ناسازش
حکایت ابوالفرج ابن جوزی ﴿ ناخوشتر از آوازۂ مرگ پدر آوازش

ایک دوسرا وزن مفعولُ مفاعیلن مفعولُ مفاعیلن پیدا ہوتا ہے اور ان دونوں کا اجتماع
صحیح ہے یعنی مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیلن کے حشو دوم (مفاعیلُ) کی میم ساکن
ہو کر حشو اول (مفاعیلُ) کے لام سے مل جاتی ہے تو مفعولُ مفاعیلم فاعیل مفاعیلن ہو جاتا
ہے اور اسکو مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن سے بدل دیتے ہیں یعنی ایک وزن سے دوسرا
وزن پیدا ہوتا ہے اور ان دونوں کا اجتماع از روئے فن صحیح ہے۔ حشو دوم کی میم کو ساکن
کیوں کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ حشو اول کا لام اور حشو دوم کی میم اور فے یہ تینوں حروف متحرک
ہیں اور جہاں تین حرکتیں متواتر پائی جائیں وہاں حرف اوسط کو ساکن کر دیتے ہیں۔ اسکو
علم عروض میں تسکین اوسط کہتے ہیں۔ چنانچہ بحر ہزج مسدس اخرب میں بھی تسکین اوسط کا
زحاف لگا کر مفعول مفاعلن فعولن کو مفعولن فاعلن فعولن بنا لیتے ہیں اور اجتماع ان دونوں وزنوں
کا بھی صحیح ہے۔ اسی طرح اور بحروں میں زحافات لگا کر شاعر حسب خواہ الفاظ صرف کر سکتا
ہے اور یہ بغیر علم عروض حاصل کیے ممکن نہیں۔

شعر کی تعریف

جمہور شعرا کے نزدیک شعر کی تعریف یہ ہے کہ موزوں ہو مقفیٰ ہو بامعنی ہو اور بالقصد
کہا گیا ہو۔

علم عروض کے اعتبار سے یہ تعریف شاید کافی سمجھی جاوے ورنہ فقط ان شرطوں کے
ساتھ شعر شعر کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا ان کلام موزوں یا نظم کہا جا سکتا ہے کیونکہ
بلاغت کے اعتبار سے شعر کے لیے مقتضائے معنی جمال سب سے پہلی اور ضروری شرط ہے
اس بنا پر کلام مخیل و موزوں کا نام شعر ہے۔ یہ لفظ تخیل تمام محاسن سخن کی شرطوں کو
پورا کرنے کے لیے نہایت ہی جامع و مانع ہے۔

تخییل سے یہ مراد نہیں ہے کہ دور از قیاس اور غیر ممکن الوقوع باتوں پر شعر کی بنا ہو بلکہ فطرت۔ عادت اور اصلیت پر مبنی ہو۔ مقتضائے حال کے مطابق ہو اور مزید براں تخییل میں کچھ ایسی تازگی و جدت ہو کہ شاعر اور غیر شاعر کے انداز بیان میں کوئی خاص امتیاز پایا جائے۔ مشہور ہے کہ ورائے شاعری چیزے دگر ہست۔ چیزے دگر سے یہی جدت اور ندرت تخییل مراد ہے۔ بعضوں کا یہ قول ہے کہ اسی جدت تخییل اور نرالے انداز بیان کا نام شاعری ہے اور جس کلام میں یہ بات پائی جائے وہ موزون نہ بھی ہو مگر شعر کہا جا سکتا ہے۔

بعضوں نے شعر میں قصد اور ارادے کی قید نہیں لگائی ہے مگر یہ باتیں قابل قبول نہیں۔ کیونکہ اثنائے تقریر میں اکثر ایسے کلمات زبان پر جاری ہو جاتے ہیں جنہیں میزان عروض میں تولیے تو موزون نکلیں گے۔ قرآن میں اکثر آیتیں ایسی ہیں جو از روئے عروض موزون ہیں مگر ان کا حساب شعر میں نہیں ہو سکتا۔ شعر کے لیے وزن۔ قافیہ۔ ارادہ اور مقتضائے معنی حال کی مناسبت ضروری ہے۔

بعض عروضیوں نے شعر کے لیے قافیہ کی قید بھی نہیں روا رکھی ہے اور سکاکی نے بھی اس قول کی تاکید کی ہے۔ سعدی کے ہاں بھی ایک غزل میں سوائے مطلع کے اور کہیں قافیہ نہیں آیا ہے ؎

ای ماہ عالم سوز من از من چرا رنجیدۂ	وی شمع شب افروز من از من چرا رنجیدۂ
یک شب تو مہمان کنم تا جان و دل قربان کنم	جائے تو در چشمان کنم از من چرا رنجیدۂ
من سعدی دلخواہ تو ابروئے تو چون ماہ نو	من یار نیکو خواہ تو از من چرا رنجیدۂ

مگر اس بنا پر قافیہ کو غیر ضروری ٹھہرانا قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔

ارکان اور اُنکے اجزاء

شعر مختلف بحروں میں کہے جاتے ہیں۔ ان بحروں کے مختلف اوزان ہیں خلیل
ابن احمد بصری (موجد علم عروض) نے بحروں کے اوزان قائم کرنے کے لیے دس ارکان
مقرر کیے ہیں ان کو ارکان عشرہ یا اصول افاعیل کہتے ہیں وہ دس ارکان یہ ہیں۔ فعولن
فاعلن۔ مفاعیلن۔ فاعلاتن۔ (متصل) فاع لاتن۔ (منفصل) مستفعلن (متصل) مس
تفع لن (منفصل) مفعولات (تا ہے مفتوح بلا تنوین) متفاعلن۔ مفاعلتن۔ یہ دسوں
ارکان تین قسم کے کلموں سے مرکب ہیں جنکو اصول سہ گانہ کہتے ہیں۔ وہ یہ ہیں سبب۔ وتد۔
فاصلہ

سبب کلمہ دو حرفی کو کہتے ہیں۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ **سبب خفیف** اور **سبب ثقیل**۔ سبب خفیف وہ ہے جسکا پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہو جیسے ہم اور تم
سبب ثقیل وہ ہے جسکا دوسرا حرف بھی متحرک ہو جیسے ہمہ اور دمہ (یہاں "ہ"
فقط اظہار حرکت کے لیے ہے کوئی حرف مستقل نہیں ہے) یا جیسے دل حزیں میں حرکت
لام (بحالت اضافت) سبب ثقیل کا وجود اردو میں نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ دوسرا حرف
متحرک نہیں ہوتا عطف و اضافت کی وجہ سے متحرک ہو جانا اور بات ہے۔

وتد کلمہ سہ حرفی کو کہتے ہیں۔ اسکی بھی دو قسمیں ہیں۔ وتد مجموع اور وتد مفروق۔
وتد مجموع وہ کلمہ سہ حرفی ہے جسکا پہلا اور دوسرا حرف متحرک اور تیسرا ساکن ہو جیسے
نبی اور علی چلن اور جلن۔ وغیرہ۔

وتد مفروق وہ کلمہ سہ حرفی ہے جسکا اول اور آخر حرف متحرک ہو اور بیچ کا حرف
ساکن ہو جیسے لالہ اور ہالہ (یہاں بھی "ہ" اظہار حرکت کے لیے ہے) یا جیسے نام غلی میں
حرکت میم (بحالت اضافت) وتد مفروق الفاظ عربی سے مخصوص ہے۔ فارسی اور اردو میں
اسکا وجود نہیں۔ کیونکہ تیسرا حرف در اصل متحرک نہیں ہوتا عطف و اضافت کی وجہ سے
متحرک ہو جانا امر آخر ہے۔

فاصلہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ فاصلہ صغریٰ اور فاصلہ کبریٰ۔

فاصلہ صغریٰ اُس کلمۂ چہار حرفی کو کہتے ہیں جسمیں اول کے تین حروف متحرک ہوں اور چوتھا ساکن ہو جیسے علوی اور صفوی۔

فاصلہ کبریٰ اُس کلمۂ پنج حرفی کو کہتے ہیں جسمیں اول کے چار حروف متحرک ہوں اور پانچواں ساکن ہو جیسے فشلغش۔ نشکند وغیرہ۔ اردو میں فاصلہ کی مثال نہیں ملتی بعض عروضی فاصلہ کے قائل نہیں ہیں۔ فاصلہ صغریٰ کو سبب ثقیل اور سبب خفیف کا مجموعہ کہتے ہیں اور فاصلہ کبریٰ کو سبب ثقیل اور وتد مجموع سے مرکب جانتے ہیں۔ یعنی ارکان کی ترکیب صرف سبب اور وتد سے ہے فاصلہ کوئی چیز نہیں ہے۔

ارکان کی ترکیب

انھیں ارکان ثلاثہ کو باہم ترکیب دیکر اصول افاعیل قائم کیے گئے ہیں چنانچہ فعولن اور فاعلن وتد مجموع اور سبب خفیف سے مرکب ہیں فرق یہ ہے کہ فعولن میں وتد سبب سے پہلے واقع ہوا ہے اور فاعلن میں اسکے برعکس مستفعلن۔ مفاعیلن۔ اور فاعلاتن دو سبب خفیف اور ایک وتد مجموع سے مرکب ہیں۔ فرق یہ ہے کہ مستفعلن میں دونوں سبب خفیف وتد مجموع سے مقدم ہیں۔ اور مفاعیلن میں اسکے برعکس۔ اور فاعلاتن میں ایک سبب وتد کے پہلے ہے اور ایک بعد

مس تفع لن۔ فاع لاتن۔ مفعولاتُ۔ دو سبب خفیف اور ایک وتد مفروق سے مرکب ہیں۔ فرق یہ ہے کہ مس تفع لن میں وتد مفروق بیچ میں ہے اور فاع لاتن میں مقدم اور مفعولاتُ میں مؤخر ہے۔

متفاعلن اور مفاعلتن فاصلہ صغریٰ اور وتد مجموع سے مرکب ہیں۔ فرق یہ ہے

کہ مستفاعلن میں فاصلہ پہلے ہے اور مفاعلتن میں وتد۔
پہلا مستفعلن جو دو سبب خفیف اور ایک وتد مجموع سے مرکب ہے متصل کہلاتا ہے اور دوسرا مس تفع لن جو دو سبب خفیف اور ایک وتد مفروق سے مرکب ہے منفصل کہلاتا ہے۔ اسی طرح فاعلاتن جو دو سبب خفیف اور ایک وتد مجموع سے مرکب ہے متصل کہلاتا ہے اور فاع لاتن جو دو سبب خفیف اور ایک وتد مفروق سے مرکب ہے منفصل کہلاتا ہے۔

بحریں

خلیل ابن احمد نے ارکان عشرہ کی باہمی ترکیب و تکرار سے مندرجہ ذیل پندرہ بحریں ایجاد کی ہیں۔ طویل۔ مدید۔ بسیط۔ وافر۔ کامل۔ رجز۔ ہزج۔ رمل۔ منسرح۔ مقتضب۔ سریع۔ خفیف۔ مجتث۔ مضارع اور متقارب۔ اسکے بعد سولھویں بحر متدارک ابوالحسن اخفش نے نکالی۔ پھر اہل فارس نے تین بحریں اور ایجاد کیں۔ ایک بحر قریب جسکا موجد یوسف نیشاپوری ہے۔ دوسری جدید۔ اسکا موجد بزرجمہر ہے۔ تیسری مشاکل اسکے موجد کا نام معلوم نہیں۔ یہ سب بحریں ملکر انیس ہوتی ہیں۔ مگر خلیل کی پندرہ بحروں میں سے پانچ بحریں (طویل۔ مدید۔ بسیط۔ وافر۔ کامل) عربی سے مخصوص ہیں اور تین بحریں۔ قریب۔ جدید۔ و مشاکل جو اہل فارس کی ایجاد ہیں فارسی سے مخصوص ہیں ان آٹھ بحروں کو نکال کر گیارہ بحریں جو باقی رہتی ہیں وہ عربی فارسی اور اردو میں مشترک ہیں۔ اہل عرب نے اپنی سولہ بحروں میں سے صرف پانچ بحروں کو (طویل۔ مدید۔ بسیط متقارب متدارک) مثمن وضع کیا ہے اور باقی کیا سب کو مسدس مگر اہل فارس نے سوائے سریع و خفیف اور اپنی ایجاد کردہ تین بحروں کے باقی جو وہ بحروں کی اصل مثمن قرار دی ہے۔ لہذا

ہم ہر بحر کے ارکان (جس طرح پر اہل فارس نے قائم کیے ہیں) ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(۱) طویل مثمن۔ فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن
(۲) مدید مثمن۔ فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن
(۳) بسیط مثمن۔ مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن
(۴) متقارب مثمن۔ فعولن فعولن فعولن فعولن
(۵) متدارک مثمن۔ فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن
(۶) وافر مثمن۔ مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن
(۷) کامل مثمن۔ متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن
(۸) ہزج مثمن۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن
(۹) رجز مثمن۔ مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن
(۱۰) رمل مثمن۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن
(۱۱) مجتث مثمن[۱]۔ مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن۔
(۱۲) مضارع مثمن۔ مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن
(۱۳) منسرح مثمن۔ مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات
(۱۴) مقتضب مثمن۔ مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن
(۱۵) خفیف مسدس۔ فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن
(۱۶) سریع مسدس۔ مستفعلن مستفعلن مفعولات
(۱۷) قریب مسدس۔ مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن
(۱۸) جدید مسدس۔ فاع لاتن فاعلاتن مستفعلن
(۱۹) مشاکل مسدس۔ فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن

[۱] فارسی والوں نے مثمن قرار دیا ہے فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن۔

بیت کے اقسام و القاب

جس بیت مین آٹھ رکن ہوتے ہین اُسے مثمن اور جسمین چھ رکن ہوتے ہین اُسکو مسدس کہتے ہین - اور یہی دو طریقے شعرائے عجم مین مستعمل ہین - باقی مربع و مثلث و مثنیٰ و موحد مخصوصات عرب مین ہین -

تعداد ارکان کے اعتبار سے بیت کی چار قسمین ہین وافی[1] - مجزو[2] - مشطور[3] - منہوک[4]
وافی اس بیت کو کہتے ہین جس کے ارکان کی تعداد اصلی تعداد (جتنے واضع نے مقرر کر دیے ہین) سے کم نہو - اور مجزو اُس بیت کو کہتے ہین جس کے دو ارکان کم کر دیے گئے ہون - یعنی بیت مثمن مجزو ہو کر مسدس رہجائے گی - اور بیت مسدس مربع رہجائے گی -
مشطور اُس بیت کو کہتے ہین جس کے ارکان اصلی تعداد کا نصف ہون - اور منہوک[4] اُس بیت کو کہتے ہین جس کے دو ثلث ساقط ہو گئے ہون - ایک ثلث باقی رہگیا ہو یہ قسم بیت مسدس الاصل کے لیے مخصوص ہے جسمین سے دو ثلث (یعنی چار ارکان) حذف ہو کر ایک ثلث یعنی دو ارکان باقی رہجاتے ہین -

جسطرح ارکان کی تعداد مین قطع و برید ہوتی ہے اسی طرح ارکان کے حروف و حرکات مین بھی تغیر ہوتا ہے (اس تغیر کا نام زحافات ہے جس کا بیان آگے آتا ہے) اور باعتبار اس تغیر کے بیت کی دو قسمین ہین سالم اور مزاحف - سالم اُس بیت کو کہتے ہین جسکے سب ارکان اپنی اصلی حالت پر ہون، حروف و حرکات کا تغیر نہوا ہو قطع نظر اسکے کہ تعداد مین بھی پورے ہون یا نہون -
مزاحف اُس بیت کو کہتے ہین جس کے بعض یا سب ارکان مزاحف ہون اپنی اصلی حالت پر نہون حروف و حرکات کا تغیر واقع ہوا ہو خواہ اس کے کہ تعداد مین بھی پورے ہون

یا مثمن ۔ پس بیت کی آٹھ قسمیں ہوئیں ۔ وافی سالم وافی مزاحف ۔ مجزو سالم مجزو مزاحف مشطور سالم مشطور مزاحف ۔ منہوک سالم و منہوک مزاحف ۔

اجزائے بیت

بیت کے دو حصے ہوتے ہیں اور ہر حصہ کا نام مصرعہ ہے ۔ پہلے مصرعہ کے رکن اول کو **صدر** اور رکن آخر کو **عروض** کہتے ہیں دوسرے مصرعہ کے رکن اول کو **ابتدا** اور رکن آخر کو **ضرب** کہتے ہیں اور باقی اجزا کو **حشو** کہتے ہیں ۔ اسی سبب سے مثمن میں چار اور مسدس میں دو حشو ہوتے ہیں ۔ مربع میں کوئی حشو نہیں ہوتا ۔

تقطیع

لغت میں تقطیع کے معنی پارہ پارہ کرنے کے ہیں ۔ اور اصطلاح عروض میں الفاظ بیت کے اتنے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں جتنے اُس بحر کے ارکان ہوں یعنی الفاظ بیت کے حروف ارکان بیت کے حروف پر اس طرح بٹھائے جائیں کہ متحرک کے مقابل متحرک اور ساکن کے مقابل ساکن ہو جس تقدیم و تاخیر سے متحرک اور ساکن حروف ارکان میں واقع ہوئے ہوں اُسی ترتیب سے بیت کے حروف بھی ہوں مگر یہ ضرور نہیں کہ مفتوح کے مقابل مفتوح مکسور کے مقابل مکسور اور مضموم کے مقابل مضموم ہی ہو بلکہ کوئی حرکت ہو حرکت کے مقابل میں آ جانا چاہیے جیسے مفاعیلن کے وزن پر "پریشانی" تقطیع میں یہ ضرور نہیں کہ ایک رکن واحد کے مقابل لفظ واحد ہی آئے بلکہ ایک رکن کی جگہ پر ایک سے زیادہ لفظ بھی آ سکتے ہیں جیسے مفتعلن کے وزن پر "چار گھڑی" تقطیع میں کسی لفظ کو حرف ساکن کو متحرک بنا لینا بھی درست ہے جیسے "چار گھڑی" کی "ر" کو مفتعلن کی "ت" کے مقابل میں لا کر متحرک کیا ہے ۔ تقطیع میں حروف ملفوظی کا اعتبار ہوتا ہے یعنی جو حروف لکھنے میں آتے ہیں مگر پڑھے نہیں جاتے وہ تقطیع میں نہ لیے جائیں گے ۔ یعنی جو حروف لکھے نہ جائیں اور تلفظ میں اُنکا وجود ہو تو وہ تقطیع میں

لیے جائین گے جیسے "واللہ" مین لام مشدد دو حرفون کا حکم رکھتا ہی اور اس لام مشدد کے بعد ایک الف بھی ترکیب لفظ مین شامل ہے بوقت ضرورت تقطیع مین رکھا جائے گا۔ اور اسی لفظ "واسع" مین واو کے بعد جو الف ہی اگرچہ لکھا جاتا ہی مگر تلفظ مین نہین آتا لہذا تقطیع مین نہ لیا جائے گا۔ اسی طرح واو مختفی اور واو عاطفہ بھی محسوب ہوتا ہی کبھی نہین۔ مگر واو معدولہ کا وجود تقطیع مین کالعدم ہی اور حروف مدہ کے بعد اگر دو ساکن جمع ہوتے ہین (جیسے گوشت پوست وغیرہ) تو ایک گر جاتا ہی۔ الفاظ عربی مین الف لام تعریف جب تلفظ مین نہین آتا تو تقطیع مین گرا دیا جاتا ہی جیسے ضرور بالضرور والسلام وغیرہ

تقطیع مین نون غنہ باقی نہین رہتا۔ حرف علت یا حرف صحیح کی بعد اگر الف آتا ہی تو حسب ضرورت الف کو گرا دیتے ہین اور اسکی حرکت حرف ماقبل کی طرف منتقل کر کے بعد کے حرف سے ملا دیتے ہین۔ جیسے "نام آیا" بر وزن فاعلاتن اور "نام آیا" بر وزن مفعولن یہان الف میم سے مل جایگا اور اس کی حرکت میم پر منتقل ہو جائیگی۔ ایسے الف کو الف وصل کہتے ہین۔ ہندی الفاظ مین حروف علت آتے ہین اُن کو تقطیع مین بوقت ضرورت بے تکلف گرا دیتے ہین۔ زبان اردو مین عربی یا فارسی کے حروف علت بھی اگر گرا دیے جائین تو کوئی غلطی نہین ہی مگر احتیاط چاہیے ہی۔ اساتذہ اردو نے حروف علت کو تقطیع مین قائم رکھنے کی بہت زیادہ پابندی نہین کی ہی۔ الفاظ ہندی مین حروف مخلوط کا وجود نہین ہی۔ لہذا تقطیع مین حروف مستقل کا حکم نہین رکھتے اور ھ ملکر ایک حرف شمار کیے جاتے ہین۔ اسی طرح "بندھ گیا" اور "لد گیا" ایک وزن پر ہین "بندھ" مین نون اور ہا سے مخلوط ہی۔ تقطیع کی بحث مین نہایت شرح و بسط کیساتھ لکھا جا سکتا ہی بہت سی معلومات فراہم کی جا سکتی ہی مگر اس رسالہ مین زیادہ گنجایش نہین ہی پھر بھی حروف ملفوظہ غیر مکتوبہ اور حروف مکتوبہ غیر ملفوظہ کی بحث مین چند ضروری ہدایتین درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہی

حروف ملفوظہ غیر مکتوبہ: جو حروف تلفظ مین آتے ہین اور رسم کتابت مین لکھے نہین جاتے ہین مگر حالت تقطیع مین محسوب و مکتوب ہوتے ہین وہ سب چھ قسم کے ہین حسب تفصیل ذیل — (۱) الف مدہ۔ الف کا فتحہ کھینچنے سے دوسرا الف پیدا ہوتا ہی مگر رسم کتابت مین ایک الف اور اوپر مد ہوتا ہی جیسے "آہ" بک گئی ہم بھی آہ کیا سمجھتے۔ تقطیع مین آہ کے دو الف لکھے جائینگے

ایک ساکن دوسرا متحرک - تقطیع لب بک گئی ہم فاعلاتن بھ ا ا ہکا مفاعلن - ستے فعلن -

(۲) واو مدہ - واو کے اشباع سے دوسرا واو پیدا ہوتا ہے جیسے بتاؤ کوئی بات عبدالرؤف - بتاؤ اور رؤف کے دو واو تقطیع میں محسوب ہونگے - تقطیع: - بتاؤ و فعولن - کوئی با فعولن تعبدر فعولن - رَ و وف فعول

(۳) یاے بطنی - یاے تحتانی حرف کی اضافت کھینچنے سے نکلتی ہے - رسم خط میں اس یاے بطنی کی عوض حرف کے نیچے کسرہ دیدیا جاتا ہے جیسے کہ ستم اسیرِ کمندِ ہوا - تقطیع کہ ستم فعولن - اسیرِ فعولن - کمندِ فعولن ہوا فعل

(۴) حروف علت بطنی - زبان عربی میں اکثر حروف کے بطن سے الف - واؤ - اور "ی" پیدا ہوتی ہے ان کا لکھنا رسم کتابت میں نہیں ہے لیکن بوجہ تلفظ تقطیع میں محسوب ہوتے ہیں جیسے ؎ شکل رحمٰن میں کہ رحمٰن درست - رحمٰن کا الف چونکہ تلفظ میں آتا ہے اسلیے تقطیع میں محسوب ہوگا - تقطیع: شکل رحمٰن مفتعلن بی کہ رح مفتعلن - مادرست فاعلات -

(۵) حرف مشدد - چونکہ ایک ہی حرف دو بار پڑھا جاتا ہے اس وجہ سے تقطیع میں بھی دو بار محسوب ہوگا جیسے مذکر مونث مذکر یہاں حروف مشدد تقطیع میں دو بار لیئے جائیں گے - ہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے حروف مشدد کے قافیے غیر مشدد کے ساتھ بھی جائز ہیں جیسے خبر را - نظر کے ساتھ مُبّرا کا قافیہ - یا فرخ کے ساتھ قمرخ وغیرہ - میر انیس ؎

سر پر سے گرا خود ہٹا وہ جو جھجک کر | تھے بال بڑے رہ گئے چہرے پہ لٹک کر
قاسم نے لپٹیا اونھیں پنجے میں لپک کر | سر سے ہوا اونچا تو دیا گھوڑے پہ جھک کر

اس قسم کے قافیوں کو معمولہ ترکیبی کہتے ہیں -

(۶) حروف منون یعنی جن حرفوں میں تنوین ہو ؎ دفعتہً آئے وہ سہواً ادھر مصلحتہً - تنوین کے عوض تقطیع میں نون محسوب ہوگا -

حروف مکتوبہ غیر ملفوظہ

جو حروف رسم الخط میں مکتوب ہوتے ہیں مگر ملفوظ نہیں ہوتے وہ تقطیع میں بھی محسوب نہیں ہوتے یہ حروف بھی چھ قسم کے ہیں اور ہر قسم کے متعدد اقسام ہیں حسب تفصیل ذیل -

الف (۱) الف وصل۔ یہ الف متحرک ہوتا ہے اور الفاظ کے شروع مین کسی لفظ آخر الساکن کے بعد آتا ہے۔ اس الف کو گرا کر اور اسکی حرکت کو اسکے حرف ماقبل کی طرف منتقل کر کے مابعد الف سے ملا دیتے ہین۔ مؤلف ؎

خدا پرست بھی بندے ہین حسن فطرت کے سمجھ مین آئے نہ راز اس طلسم حیرت کے

دوسرے مصرع مین "اس" کا الف وصل گر گیا اور "ر" "س" سے مل گئی۔

جاننا چاہیے کہ بعض اوقات اس الف وصل کے دھوکے مین لوگ عین اور ہائے مظہر کو بھی گرا دیتے ہین یہ سخت معیوب ہے جیسے ؎ آمدہ چار عنصر و ہفت آسمان۔ لفظ عنصر کا عین غائب ہو گیا یا جیسے میان خوشدل کہتے ہین ؎

نکاح جب تک نہین ہوتا مرے ساتھ لگاتا ہے مناسب کب بھلا ہاتھ

یہان جب کی "ج" گر گئی اور نکاح کی ح "جب" کی ب سے مل گئی۔ تقطیع مین حرف صحیح کا گرانا نہایت مذموم ہے۔

(۲) الف ہندی۔ یہ الف الفاظ ہندیہ کے آخر اور مصرع کے درمیان واقع ہوتا ہے اس الف کے ماقبل جو فتحہ ہوتا ہے تقطیع مین وہی باقی رہتا ہے الف گر جاتا ہے مولف ؎

دھوان سا جب نظر آیا سواد منزل کا نگاہ شوق سے آگے تھا کارواں دل کا

پہلے مصرع مین لفظ "سا" اور دوسرے مین لفظ "تھا" دونون ہندی کے الفاظ ہین۔ ان کا الف گر گیا اور ماقبل کا فتحہ باقی رہ گیا یہ عیب نہین ہے۔

(۳) الف جمع افعال عربی۔ جیسے صدا ہر طرف طرقوا طرقوا ہے۔ طرقوا کا الف تقطیع مین گرا دیا جاتا ہے یہ الف اس واسطے آتا ہے کہ واو عطف اور واو جمع مین التباس نہو جائے۔

(۴) الف آخر لفظ عربی۔ جیسے فیضی کہتا ہے ؎ کام انا الملح از تو فیض مین۔ انا کا الف ثانی جب ملفوظ نہین ہوتا تو تقطیع سے بھی ساقط ہوتا ہے اور جب ملفوظ ہو تو بحال رہتا جیسے انا عبد ضعیف انت معبود۔ یا جیسے انا الحق مین انا کا الف ثانی بھی ملفوظ نہین ہوتا۔

(۵) الف لام ماقبل حروف قمری وشمسی۔ ان حرفوں کے ساتھ لام کے پیشتر جو الف ہوتا ہے وہ ملفوظ میں نہیں جیسے وحید العصر۔ فرید الدہر

(۶) الف تنوین۔ یہ الف زبان عربی میں حرف منون کے بعد آتا ہے۔ یہ الف ملفوظ نہیں بلکہ اسکی جگہ تقطیع میں نون محسوب ہوتا ہے جیسے لفظ غالباً میں۔

(۷) الف عربی ماقبل الف ولام۔ یہ الف بھی تقطیع میں محسوب نہیں ہوتا جیسے ماسوا اسد میں لفظ سوا کا الف

(۸) الف ماقبل نون غنہ ہندی۔ جیسے یہاں۔ وہاں۔ کہاں۔ جہاں کا الف۔ یہ الف بھی تقطیع میں گرادیا جاتا ہے مگر اسکا قائم رکھنا افصح ہے۔ امانت لکھنوی ؎

یاں گرہ کھل گئی دل کی وہاں انگیا مسکی ۔۔۔ اب نازک سے صدا آنے لگی بس بس کی

اس شعر میں وہاں کا الف تقطیع میں ساقط ہوگیا اور یہ جائز ہے میرا ایک شعر ہے ؎

چلے چلو جہاں لیجائے ولولہ دل کا ۔۔۔ دلیل راہ محبت ہے فیصلہ دل کا

جہاں کا الف (جو نون غنہ ہندی کے قبل آیا ہے) تقطیع سے گر گیا یہ جائز ہے۔

واو (۹) واو عطف جیسے فصل خزان ہر دست دگر یبان بہار ہے (۱۰) واو بیان ضمہ۔ یہ واو لفظ کے آخر میں آتا ہے اور ہمیشہ مضموم ہوتا ہے۔ معروف بھی ہوتا ہے اور مجہول بھی اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں آتا ہے۔ جیسے فارسی میں چو۔ تو۔ دو۔ اور اردو میں ہو۔ کو تو وغیرہ۔ (۱۱) واو معدولہ اس کے قبل ہمیشہ ضمہ ہوتا ہے جیسے اولوالعزم (۱۲) واو اشمام ضمہ۔ یہ واو زبان فارسی میں خائے مفتوح یا مکسور کے بعد آتا ہے مگر بہرحال اس میں ضمہ کی بو باقی رہتی ہے جیسے خوش بد خواب وخورد خواجہ خویش۔ (۱۳) واو لین۔ اس واؤ کے قبل ہمیشہ فتح ہوتا ہے۔ اور درمیان لفظ یا آخر لفظ میں آتا ہے اور عربی۔ فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں آتا ہے۔ جیسے قول۔ ہَول ڈول وغیرہ۔ (۱۴) واو ماقبل الف ولام عربی۔ جیسے ذوالجناح۔ ذوالنون یہ سب مختلف الاقسام واؤ تقطیع میں ساقط کئے جاسکتے ہیں مگر ان کا سقوط واجب نہیں بلکہ جائز ہے۔ مگر بہار۔ جادو۔ گیسو۔ عدو۔ بو۔ اس قسم کے واؤ کا گرانا مکروہ ہے۔

یا (۱) یاے عربی ماقبل الف ولام - یہ "یا" لفظ عربی کے آخر مین واقع ہوتی ہے اس کے بعد ہمیشہ الف ولام بعد از ان حروف قمری یا شمسی مین سے کوئی حرف آتا ہے ریہ "یا" ملفوظ نہین ہوتی بلکہ اس کا ماقبل مکسور قمری مین لام سے اور شمسی مین مابعد لام سے مل جاتا ہو اور یاے مذکور ساقط ہوجاتی ہے جیسے واقف بلگرامی کہتے ہین ؎

سرو بر داشتہ انگشت شہادت در باغ
میکند بید ادا سجدۂ ربی الاعلی

یہان لفظ ربی کی یاے تحتانی ساقط ہوجائے گی۔

(۲) یاے لین ہندی - اسکا ماقبل ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے جب ملفوظ نہین ہوتی تو ساقط ہوجاتی ہو جیسے شان ارفع ہے تری مرتبہ اعلی تیرا - ہے کی ی تقطیع سے ساقط ہوگئی۔

(۳) دو یاے تحتانی ہندی - تحتانی بعد تحتانی جب اردو مین جمع ہوتی ہے تو پہلی متحرک اور دوسری ساکن ہوتی ہے - پہلی یاے تحتانی ملفوظ ہوتی ہو اور رسم کتابت اوسکے عوض ہمزہ لکھا جاتا ہے جیسے نہین جسکا کوئی اوسکا خدا ہے پوچھنے والا کبھی تین تحتانیان متواتر آتی ہین جیسے سر مرا کاٹ کے پچتائیے گا - یہان پہلی دو تحتانیان ملفوظ ہون گی اور تیسری ملفوظ نہوگی۔

(۴) یاے مخلوط جیسے پیاس اور دھیان کی یا - یہ تقطیع مین کبھی نہین آتی۔

(۵) یاے تحتانی ماقبل نون غنہ ہندی جیسے کہین اور نہین مین - یہ بھی اکثر گرادی جاتی ہے۔

(۶) یاے لین ماقبل نون غنہ ہندی - جیسے ہین اور مین کی "یا" یہ بھی اکثر ساقط ہوجاتی ہو

(۷) یاے مجہول ماقبل نون غنہ ہندی جیسے ؎ دیکھین کب آنکھین دکھاتی ہین وطن کی صورت
یہان دیکھین اور آنکھین کی ی جو قبل نون غنہ ہندی واقع ہوئی ہو وہ تقطیع مین محسوب نہوگی۔

/ الفاظ ہندیہ مین جو حروف علت (ا - و - ی) آتے ہین وہ بوقت ضرورت

بے تکلف گرا دیے جاتے ہین اور عربی فارسی الفاظ مین جو حروف علت آتے ہین بعض بھی اساتذہ نے کثرت سے گرایا ہے چنانچہ ناسخ کے یہان بھی بیسون مثالین موجود ہین اگر الفاظ عربی و فارسی کے واو کو گرانے مین احتیاط مناسب سمجھتا ہون بلکہ اکثر مقام پر ہندی کے واؤ کو گرانا بھی ناگوار معلوم ہوتا ہے -

نوٹ

قواعد تقطیع کو شرح و بسط سے بیان کرنے کے لئے بڑی وسعت درکار ہے مگر افسوس ہر کہ اس چھوٹے سے رسالہ مین زیادہ گنجایش نہین - قواعد العروض مین مولانا قدر بلگرامی نے اس بحث کو بڑی تفصیل و تحقیق سے لکھا ہے -

زحافات

اصول افاعیل مین بباعث نقصان حرکت یا نقصان حرف یا زیادتی حرف کے تغیر واقع ہوتا ہے تو اس تغیر کو زحافات اور اُن ارکان متغیرہ کو مزاحف یا فروع ارکان کہتے ہین -

زحافات تین قسم کے ہوتے ہین ایک وہ جو ہر جگہ بیت میں آتے ہین کسی خاص جگہ سے مخصوص نہین - اس قسم کے زحافات عام کہلاتے ہین - دوسرے وہ جو صدر و ابتدا سے مخصوص ہین تیسرے وہ جو عروض و ضرب کے لیے مختص ہین - موخر الذکر دونون قسمین خاص کہلاتی ہین -

قسم اول از زحافات عام

عام زحافات چھ ہین خبن - طی - قبض - کف - خبل - اور شکل - اصول افاعیل مین سبب خفیف کا

حرف ساکن یا تو دوسرا حرف ہوتا ہے (جیسے مستفعلن متصل اور منفصل کی سین اور فاعلاتن متصل اور فاعلن کا الف اور مفعولاتُ کی ف) یا چوتھا حرف ہوتا ہے (جیسے مستفعلن متصل میں ف اور مفعولاتُ کا واؤ) یا پانچواں حرف ہوتا ہے (جیسے فعولن کا نون اور مفاعیلن کی ی) یا ساتواں حرف ہوتا ہے (جیسے فاعلاتن متصل اور منفصل اور مس تفع لن منفصل اور مفاعیلن میں نون) پس اگر سبب خفیف کا حرف ساکن دوسری جگہ سے گرے تو اسکو خبن کہیں گے اور اگر چوتھے مقام سے ساقط ہو تو اسکو طی کہینگے اور اگر پانچویں جگہ سے گرے تو اسکو قبض کہینگے اور ساتویں جگہ سے گرے تو اسکو کف کہیں گے۔ اور خبن و طی کے مجموعہ کو خبل کہتے ہیں اور خبن و کف کے مجموعہ کو شکل کہتے ہیں۔ جن ارکان میں خبن ہوگا انھیں مخبون اور جہاں طی واقع ہوگا انھیں مطوی اور جہاں قبض واقع ہوگا انھیں مقبوض اور جہاں کف ہوگا انھیں مکفوف اور جہاں خبل واقع ہوگا انھیں مخبول اور جہاں شکل ہوگا انھیں مشکول کہینگے۔ جب کوئی رکن زحاف ہو کر غیر مانوس رہجاتا ہے تو اُسے لفظ مانوس متفق الوزن سے بدل دیتے ہیں اور مزاحف ہونے کے بعد غیر مانوس نہو تو اُسے اپنی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں مثلاً

خبن پانچ ارکان میں واقع ہوتا ہے

نمبر	رکن سالم	بحالت تغیر	بدل	
١	مستفعلن (متصل)	متفعلن	مفاعلن	
٢	مس تفع لن منفصل	متفع لن	مفاعلن	
٣	مفعولاتُ	معولاتُ	فعولاتُ	
٤	فاعلاتن	فعلاتن	فعلاتن	بدلا نہیں جاتا۔
٥	فاعلن	فعلن	فعلن	″

طی دو ارکان مین وارد ہوتا ہی

نمبر	رکن سالم	بحالت تغیر	بدل
۱	مستفعلن (متصل)	مستعلن	مفتعلن
۲	مفعولاتُ	مفعلاتُ	فاعلاتُ

قبض دو رکنون مین واقع ہوتا ہی

نمبر	رکن سالم	بحالت تغیر	بدل	
۱	فعولن	فعولُ	فعول	بدلا نہین جاتا
۲	مفاعیلن	مفاعلن	مفاعلن	"

کف چار رکنون مین وارد ہوتا ہی

نمبر	رکن سالم	بحالت تغیر	بدل	
۱	فاعلاتن (متصل)	فاعلاتُ	فاعلاتُ	بدلا نہین جاتا
۲	فاع لاتن (منفصل)	فاع لاتُ	فاع لاتُ	"
۳	مس تفع لن (منفصل)	مستفعلُ	مستفعلُ	"
۴	مفاعیلن	مفاعیلُ	مفاعیلُ	"

خبل ان دونون ارکان مین واقع ہوتا ہی

نمبر	رکن سالم	بحالت تغیر	بدل

۱	مستفعلن متصل	متفعلن	فعلتن
۲	مفعولات	معلاتُ	فعلاتُ

شکل دوار کان مین وارد ہوتا ہے

نمبر	رکن سالم	بحالت تغیر	بدل	
۱	مس تفع لن کہ منفصل	متفعلُ	مفاعلُ	
۲	فاعلاتن متصل	فعلاتُ	فعلاتُ	بدلا نہین جاتا

خبن بحر رجز و رمل۔ مدید و بسیط۔ متدارک ۔سریع ۔خفیف و مجتث منسرح و مقتضب مین واقع ہوتا ہے۔

طی بحر بسیط و رجز۔ سریع و منسرح و مقتضب مین آتا ہے اور بشرط اضمار بحر کامل مین بھی آتا ہے۔

قبض بحر طویل و ہزج ۔ متقارب و مضارع مین واقع ہوتا ہے۔

کف۔ بحر طویل و مدید۔ ہزج و رمل خفیف و مجتث و مضارع مین آتا ہے۔

شکل۔ بحر رمل و مدید خفیف و مجتث و مقتضب مین آتا ہے۔

خبل۔ بحر منسرح مین آتا ہے۔ اور بسیط و رجز و سریع مین بھی آتا ہے۔

قسم دوم

جو زحافات صدر و ابتدا سے مخصوص ہین وہ پانچ ہین۔ خرم ۔ ثلم۔ خرب شتر۔ خرم۔

مفاعیلن کی میم گرادینے کو خرم کہتے ہین اور فعولن کی ف گرانے کو ثلم - اور مفاعیلن
مین خرم وکف کے اجتماع کو خرب اور خرم وقبض کے اجتماع کو شتر کہتے ہین اور فعولن
مین ثلم وقبض کے اجتماع کو ثرم کہتے ہین -

اصل یہ ہے کہ جس رکن کے سرے پر وتد مجموع ہو اُسکے پہلے حرف کو گرادینے کا نام خرم ہے - چونکہ یہ زحاف تین رکنون مین آتا ہے اسلیے ہر جگہ اسکا ایک نیا نام ہے چنانچہ مفاعیلن مین خرم اور فعولن مین ثلم اور مفاعلتن مین عضب کہتے ہین عضب مخصوصات عرب مین سے ہے - جن ارکان مین یہ زحاف واقع ہونگے اُن کو اخرم - اثلم اخرب اشتر - اثرم وغیرہ کہینگے -

مثالین مع بدل

مفاعیلن اخرم ہوکر مفعولن سے اور اخرب ہوکر مفعولُ سے بدلا جائے گا اور اشتر ہوکر فاعلن باقی رہیگا بدلا نہین جائے گا -

فعولن اثلم ہوکر فعلن (عین ساکن) سے اور اثرم ہوکر فعلُ (عین ساکن اور لام مضموم) سے بدلا جائے گا - عرب مین یہ پانچون زحاف صدر وابتدا سے مخصوص ہین مگر اہل فارس نے ان کو کسی مقام سے مخصوص نہین کیا ہے بلکہ کبھی کبھی خرم وثلم کو عروض وضرب مین استعمال کرتے ہین لیکن حشو مین خرم کرتے ہین تو اس کا نام خرم نہین رہتا بلکہ تخنیق کہتے ہین اور اس رکن کو مخنق -

خرم فقط بحر ہزج مین آتا ہے - خرب بحر ہزج اور مضارع مین آتا ہے شتر ہزج و مضارع مین واقع ہوتا ہے - ثلم وثرم بحر طویل ومتقارب مین آتے ہین ؂

قسم سوم

جو زحافات عروض و ضرب سے مختص ہیں وہ تیرہ ہیں۔ قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔ خلع۔ وقف۔ کسف۔ صلم۔ قصر۔ حذف۔ تسبیغ۔ بتر۔ تشعیث۔

ان میں سے پانچ زحاف (قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔ خلع) اُن ارکان سے مخصوص ہیں جن کے آخر وتد مجموع ہے جیسے فاعلن مستفعلن متصل۔ اور متفاعلن۔

قطع۔ وتد مجموع کے تیسرے حرف کو گرا دینے اور دوسرے کو ساکن کر دینے کو کہتے ہیں۔

حذذ۔ سارا وتد گرا دینے کو کہتے ہیں۔

اذالہ۔ وتد کے دوسرے حرف کے بعد ایک الف بڑھا دینے کو کہتے ہیں۔

ترفیل۔ وتد کے بعد ایک سبب خفیف بڑھا دینے کو کہتے ہیں۔

خلع۔ اجتماع خبن و قطع کو کہتے ہیں۔ (چونکہ متفاعلن میں خبن نہیں ہو سکتا اسلیے اس میں خلع بھی ممکن نہیں۔

جن ارکان میں یہ زحافات واقع ہونگے اُن کو مقطوع۔ احذ۔ مذال۔ مرفل مخلع کہیں گے خلع بحر بسیط اور رجز میں آتا ہے۔

قطع بحر رجز و کامل و رمل و متدارک و بسیط و مدید و سریع و مقتضب میں آتا ہے اور خفیف و مجتث میں صرف فاعلاتن میں آتا ہے۔

حذذ بحر کامل و رجز و بسیط و متدارک میں اکثر آتا ہے باقی بحور میں جن میں مستفعلن متصل واقع ہو شاذ واقع ہوتا ہے۔

اذالہ۔ بحر رجز و متدارک و بسیط و کامل و سریع و منسرح و مقتضب میں آتا ہے اور

عروض وضرب مین اکثر واقع ہوتا ہے اور حشو مین بھی آتا ہے اور صدر و ابتدا مین ممنوع ہے تشبیغ بحر ہزج و رمل و مضارع و متقارب و مدید و طویل و مجتث مین ممکن الوقوع ہے اور اکثر آخر مصرع مین آتا ہے۔ ترفیل فارسی اردو مین نادر الوقوع ہے اور عربی مین بحر کامل سے مخصوص ہے اور رجز مین بھی آتا ہے ؛؛

مثالین مع بدل

فاعلن مقطوع ہوکر فعلن (عین ساکن) سے اور اخذ ہوکر فع سے اور مرفل ہوکر فاعلاتن سے بدلا جائے گا۔ اور مذال ہوکر فاعلان اور مخلع ہوکر فعل (عین متحرک لام ساکن) ہو جائے گا۔

مستفعلن (متصل) مقطوع ہوکر مفعولن اور اخذ ہوکر فعلن (عین ساکن) اور مرفل ہوکر مستفعلاتن اور مخلع ہوکر فعولن سے بدلا جائے گا اور مذال ہوکر مستفعلان ہو جائے گا۔

متفاعلن مقطوع ہوکر فعلاتن (عین متحرک) اور اخذ ہوکر فعلن (عین متحرک) اور مرفل ہوکر متفاعلاتن سے بدلا جائے گا۔ اور مذال ہوکر متفاعلان ہو جائے گا اور مخلع نہین ہو سکتا کیونکہ خبن غیر ممکن ہے۔ اذالہ عروض و ضرب کے سوا حشو مین بھی آتا ہے۔ اور فاعلاتن متصل مین قطع اس طرح ہوتا ہے کہ سبب خفیف آخر کو دور کرین اور ساکن وتد مجموع کو بھی دور کرکے ماقبل کو ساکن کرین پس فاعل بہ مفعول یعنی فعلن رہتا ہے۔

اسیطرح تین زحافات **وقف۔ کسف۔ صلم۔** اس رکن سے مخصوص ہین جس کے آخر وتد مفروق ہے۔ (یعنی مفعولاتُ) پس اگر آخرین وتد مفروق [illegible]

حرف کو ساکن کردین تو وقف ہے اور اگر گرا دین تو کسف ہے اور اگر سارا وتد گرادین تو
صلم ہے - ان ارکان کو ان حالتون مین موقوف - مکسوف - اور اصلم کہین گے - مفعولات
موقوف ہوکر مفعولان سے اور مکسوف ہوکر مفعولن سے اور اصلم ہوکر فعلن (عین ساکن)
سے بدلا جائے گا - صلم و وقف و کسف تینون بحر سریع و منسرح و مقتضب مین آتے ہین
علیٰ ہذا القیاس تین زحاف قصر - حذف - تسبیغ اُن ارکان سے مخصوص
ہین جن کے آخر مین سبب خفیف ہے جیسے فعولن - مفاعیلن - فاعلاتن (متصل و
منفصل) پس اگر ارکان مین سبب خفیف کا ساکن گرجائے اور متحرک ساکن ہوجائے
تو اُسکو قصر کہین گے -
اور اگر سارا سبب گرا دیا جائے تو اُسکو حذف کہین گے اور اگر سبب خفیف
کے وسط مین ایک الف بڑھا دیا جائے تو اُسے تسبیغ کہین گے -

مثالین مع بدل

فعولن مقصور ہوکر فعول (لام ساکن) اور مسبغ ہوکر فعولان ہوجائے گا اور محذوف
ہوکر فعل (عین مفتوح) سے بدلا جائے گا -
مفاعیلن مقصور ہوکر مفاعیل (لام ساکن) اور محذوف ہوکر فعولن سے بدلا جائیگا
اور مسبغ ہوکر مفاعیلان ہوجائیگا -
فاعلاتن (متصل و منفصل) مقصور ہوکر فاعلات (ت ساکن) اور محذوف ہوکر
فاعلن اور مسبغ ہوکر فاعلان سے بدلا جائے گا -
قصر بحر طویل و مدید - ہزج - و رمل - متقارب و مضارع - خفیف و مجتث مین
آتا ہے -

حذف بحر طویل و رمل ـ متقارب و مضارع ـ مجتث و مدید ـ ہزج و خفیف مین واقع ہوتا ہے
تشبیغ بحر ہزج و رمل ـ مدید و طویل ـ مضارع و مجتث خفیف و متقارب مین واقع ہوتا ہے
تشبیغ واذالہ عروض وحزب کے سوا حشو مین بھی آتا ہے ـ
باقی دو زحاف (تبر و تشعیث) مین سے تبر فعولن اور فاعلاتن سے مخصوص ہے
تبر اجتماع حذف و قطع کا نام ہے ـ فعولن ابتر ہوکر فع رہ جائے گا اور فاعلاتن ابتر ہوکر
فعلن (عین ساکن) سے بدلا جائے گا ـ
تشعیث ـ فقط فاعلاتن مخصوص ہے یعنی فاعلاتن کو جب مفعولن بنا لیتے ہین تو اسے
تشعیث کہتے ہین ـ تشعیث کے متعلق مختلف اقوال بیان کیے گئے ہین ـ کوئی تو یہ کہتا ہے
کہ اسمین خرم واقع ہوا ہے یعنی وتد علا کا عین گر گیا ہے اس صورت مین فالاتن مبدل
بہ مفعولن ہو جاتا ہے ـ اور کوئی یہ کہتا ہے کہ یہان قطع وارد ہوا ہے یعنی وتد علا کے الف کو
گرا کر لام ساکن کر دیا گیا ہے اس حالت مین فاعلتن مبدل بہ مفعولن ہو جاتا ہے کوئی
کہتا ہے کہ وتد علا کا دوسرا حرف متحرک لام گر گیا ہے اس حالت مین فاعاتن مبدل بہ
مفعولن ہوتا ہے ـ اور کوئی یہ کہتا ہے کہ مجنون مسکن ہے یعنی پہلے خبن کرکے فعلاتن بنایا
اور عین پر تسکین[1] اوسط کا زحاف لگایا لہٰذا فعلاتن (بہ سکون عین) باقی رہا اور مبدل
بہ مفعولن ہو گیا ـ بہر صورت چارون طریقے سے نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے یعنی فاعلاتن
مفعولن ہو جاتا ہے ـ محقق علیہ الرحمہ نے اس آخری قول کی تائید کی ہے ـ
تبر بحر تقارب و طویل و ہزج و رمل و مضارع و مجتث و خفیف مین آتا ہے ـ

---

[1] کسی رکن مین جب تین حرکتین متواتر پائی جائین تو وسط کی حرکت کو ساکن کر دیتے ہین ـ اسکو تسکین اوسط کہتے ہین جیسے فعلاتن مین ف ع ل تینون حروف متحرک ہین عین کو ساکن کر دیا تو فعلاتن (بہ سکون عین) رہ گیا اسکو مفعولن سے بدل دیتے ہین اس حالت مین یہ رکن مسکن کہلاتا ہے ۱۲

تشعیث بحر مدید و خفیف و رمل و مجتث مین آتا ہے اور مضارع مین نہین آتا کیونکہ اوسمین وہ وتد مجموع نہین ہے وتد مفروق ہے۔

یہ چھبیس زحافات جو بیان کئے گئے عربی فارسی اردو مین مشترک ہین۔

عرب کے مخصوص زحافات

عرب کے مخصوص زحافات گیارہ ہین۔ ان مین سے آٹھ زحاف بحر وافر سے مختص ہین
عصب۔ عضب۔ عقل۔ نقص۔ قطف۔ قصم۔ جمم۔ عقص۔

اگر مفاعلتن کے لام کو ساکن کرکے مفاعیلن سے بدل دین تو اسکو عصب کہتے ہین اور رکن کو معصوب۔ اور اگر میم کو گرا کر مفتعلن سے بدل دین تو عضب کہین گے اور رکن کو اعضب (یہ وہی عضب ہے جسکا ذکر خرم مین ہو چکا ہے)

عقل۔ اجتماع عصب و قبض کو کہتے ہین۔ یعنی رکن معصوب (مفاعیلن) کو مقبوض کرکے مفاعلن بنا لیتے ہین۔ اور اس رکن کو معقول کہتے ہین۔

نقص۔ اجتماع عصب و کف کو کہتے ہین یعنی رکن معصوب (مفاعیلن) کو مکفوف کرکے مفاعیل (لام مضموم) سے بدل دیتے ہین اسی رکن کو منقوص کہتے ہین۔

قطف۔ اجتماع عصب و حذف کو کہتے ہین یعنی رکن معصوب (مفاعیلن) کو محذوف کرکے فعولن سے بدل دیتے ہین اور رکن کو مقطوف کہتے ہین۔

قصم۔ اجتماع عصب و عضب کو کہتے ہین یعنی رکن معصوب (مفاعیلن) کو عضب کرکے مفعولن سے بدل لیتے ہین اور رکن کو قصم کہتے ہین۔

جمم۔ اجتماع عقل و عضب کو کہتے ہین یہ زحاف تین زحافون کا مجموعہ ہے کیونکہ عقل خود عصب و قبض سے مرکب ہے رکن معقول یعنی مفاعلن مین جب عضب واقع ہوا تو فاعلن

رہ گیا اس رکن کو اجم کہتے ہین۔

عقص۔ اجتماع عضب و نقص کو کہتے ہین۔ یہ بھی تین زحافون کا مجموعہ ہے کیونکہ نقص خود عصب و کف سے مرکب ہے رکن منقوص مفاعیل (بضم لام) مین عضب واقع ہوا تو فاعیل رہ گیا اسکو مفعول سے بدل دیا۔ اس رکن کو اعقص کہتے ہین۔

چونکہ یہ آٹھون زحاف مفاعلتن ہی مین آتے ہین لہذا بحر وافر سے مخصوص ہین ان آٹھ زحاف مین سے چار عضب۔ قصم۔ جمم۔ عقص صدر و ابتدا سے مخصوص ہین اور تین زحاف عصب۔ عقل و نقص عام ہین۔ اور قطف عروض و ضرب کے لیے مخصوص ہین۔

عرب کے ان آٹھ زحافات کے بعد تین زحافات (اضمار۔ وقص۔ خزل) بحر کامل سے مخصوص ہین۔ اگر متفاعلن کی ت کو ساکن کر کے مستفعلن سے بدل دین تو اُسے اضمار کہتے ہین جو بحر کامل سے مخصوص ہے اور بعد اضمار کے خبن بھی واقع ہو اور رکن کو مفاعلن سے بدل دین تو اُسے وقص کہین گے۔ اور اگر بعد اضمار کے طی واقع ہو اور مفتعلن سے بدل دین تو اُسے خزل کہتے ہین۔ ان تینون زحاف کے علاوہ بحر کامل مین اور زحاف بھی آتے ہین جیسے قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل مگر یہ چارون زحاف بحر کامل سے مخصوص نہین ہین اور بحرون مین بھی آتے ہین۔ اضمار۔ وقص۔ وخزل بحر وعروض وضرب مین نہین آتے۔

زحافات اہل فارس

اہل فارس نے تیرہ زحاف ایجاد کیے ہین جب ہتم زلل بتر ربع نحر جحف ربع درس عرج سلخ رفع

انمین کے اول چار زحاف - جب - ہتم - زلل - اور بتر رکن مفاعیلن سے مخصوص ہین - اگر مفاعیلن کے آخر سے دونون سبب گرجاٸین تو اُسے جب کہین گے ہتم اجتماع حذف و قصر کو کہتے ہین - اور زلل ہتم و تخنیق کے مجموعہ کو کہتے ہین اور بتر جب و تخنیق کے مجموعہ کو کہتے ہین - ان ارکان کو ان حالتون مین مجبوب - اہتم - ازل - ابتر کہتے ہین -

مثالین - مفاعیلن مجبوب ہوکر فعل (عین مفتوح) سے اور اہتم فعول (لام ساکن) سے اور ازل فاع سے اور ابتر فاع سے بدلا جائیگا - یہ چارون زحاف رباعی سے مخصوص ہین - رباعی کا عروض و ضرب ان چارون حالتون سے خالی نہین ہوتا - اساتذہ نے رباعی کے وزن مین غزل کہنی بھی جائز رکھی ہو لہذا یہ زحاف غزل کے عروض و ضرب مین بھی آسکتے ہین جب - ہتم - زلل - بحر ہزج اور مضارع سے مختص ہین -

دو زحاف جدع و نحر مفعولات سے مخصوص ہین - اگر مفعولات مین وقف کرین اور اول کے دونون سبب کو بھی گرادین تو اسے جدع کہین گے - اور اگر کسف کرکے دونون سبب کو گرادین تو اسے نحر کہین گے - یہ دونون زحاف بحر سریع و منسرح و مقتضب مین آتے ہین -

مفعولات مجدوع ہوکر فاع اور منحور ہوکر فع سے بدلا جائیگا -

تین زحاف جحف - ربع - ورس - فاعلاتن متصل سے مخصوص ہین اگر فاعلاتن مین پہلے خبن کرین اور پھر فاصلہ (فعلا) کو گرادین تو یہ جحف ہوگا اور ربع اجتماع خبن و حذف و قطع کو کہتے ہین -

اور اگر فاعلاتن مخبون و محذوف ہوکر فعلا رہجائے اور پھر اسمین سے دو حرکت اور ایک حرف کو گرادین تو اسے ورس کہینگے -

مثالین - فاعلاتن مجحوف ہوکر فع سے اور مربوع ہوکر فعل (عین مفتوح) سے اور مورس ہوکر فاع سے بدلا جائے گا - جحف - ربع اور ورس یہ تینون زحاف بحر رمل مین آتے ہین -

اور دو زحاف عجز وطمس مستفعلن متصل سے مخصوص ہین مستفعلن کے لام کو ساکن کردینے کا نام عجز ہی - اور عین ولام گرادینے کو طمس کہتے ہین مستفعلن اعجز ہوکر مفعولان اور مطموس ہوکر فعلان (عین ساکن) سے بدلا جائے گا - عجز - بحر رجز وبسیط مین آتا ہے طمس مبجم - فاع لاتن منفصل کے عین اور دونون سبب خفیف گرادینے کو کہتے ہین جب فاع لاتن کے سے (ع اور لاتن) گرجائے گا تو فا رہ جائے گا اور فع سے بدلدیا جائیگا -

اور فاع لاتن منفصل کے دونون سبب ور عین کی حرکت گرادینے کو سلخ کہتے ہین فاع لاتن مسلوخ ہوکر فاع رہجائے گا -

اور مستفعلن متصل اور مفعولاتُ مین سے اگر پہلا سبب گرجائے تو اُسے رفع کہتے ہین - اور دونون رکن مرفوع ہوکر فاعلن اور مفعولُ (لام مضموم) سے بدلے جاتے ہین رفع بحر منسرح اور بسیط مین آتا ہے - ان تیرہ زحافون مین سے چار زحاف (حب - ہتم - زلل - بتر) جو رباعی سے مخصوص ہین یاد کر لینے کے قابل ہین باقی نو زحاف بہت کم مستعمل ہین -

رباعی

رباعی بحر ہزج سے مخصوص ہی - اور اس مین دس ارکان مستعمل ہین - ایک سالم (مفاعیلن) اور نو مزاحف یعنی مفاعلن (مقبوض) مفاعیلُ (مکفوف) فاعلن (اشتر) مفعولن (اخرم) مفعول (اخرب) فعول (اہتم) فاع (ازل) فعل (مجبوب) فع (ابتر)

رباعی مین ان دس ارکان کے سوا اور کوئی رکن نہین آتا - ان دس ارکان مین آخر کے چار رکن - فعول - فاع - فعل - فع عروض وضرب سے مختص ہین کسی اور جگہ نہین آتے اور اول کے چار رکن مفاعیلن - مفاعیلُ - مفاعلن اور فاعلن حشو سے مختص ہین کسی اور مقام پر نہین آتے - اور باقی دو رکن مفعولن - مفعولُ صدر وابتدا مین بھی آتے

ہین اور حشو مین بھی مگر عروض وضرب مین کبھی نہین آتے۔

لہذا صدر وابتدا کی دو اور حشو کی چھ اور عروض وضرب کی چار صورتین ہوئین مگر درحقیقت رباعی کے ہر مصرعہ کا پہلا رکن مفعول ہی ہوتا ہے اور دوسرا رکن یا مفاعلن ہوتا ہے یا مفاعیل اور تیسرا رکن فقط مفاعیل ہوتا ہے اور چوتھا رکن یا فعول ہوتا ہے۔ یا فعل یعنی اصل مین رباعی بجاے دس ارکان کے پانچ ارکان سے مخصوص ہے۔ انھین ارکان کی اولٹ پھیر اور تسکین اوسط کے زحاف سے رباعی کے ہزارون اوزان ہوسکتے ہین مگر اساتذہ نے رباعی کو فقط چوبیس اوزان مین محدود رکھا ہے۔

ارکان رباعی کی ترکیب کے لیے یہ مصرعہ یاد رکھنا چاہیے ع

سبب پے سبب است وتد پے وتد است

یعنی رباعی کے ارکان کی نشست اسطرح پر ہو کہ جس رکن کے آخر مین سبب ہو اسکے بعد والے رکن کی ابتدا مین بھی سبب ہی آنا چاہیے۔ اور اگر کسی رکن کے آخر مین وتد واقع ہوا ہو تو اسکے بعد والے رکن کی ابتدا مین بھی وتد ہی آنا چاہیے۔

رباعی کے اس قدر اوزان کیون پیدا ہوتے ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ عروض وضرب کے لیے چار ارکان ہین حشو کے لیے چھ ارکان ہین اور صدر وابتدا کے لیے دو ہین۔

لہذا صدر وابتدا کی دو دو صورتین اور حشو کی چھ صورتین اور عروض وضرب کی چار چار صورتین اگر مصرعہ مین دکھائی جائین تو اڑتالیس شکلین پیدا ہوجائین گی۔ اسکے علاوہ تسکین اوسط کے زحاف سے اور بھی تغیرات واقع ہوتے ہین۔ اسکی صورت یہ ہے کہ رباعی مین پہلے رکن کے سوا باقی ارکان کے حرف اول کو ساکن کردیتے ہین بشرطیکہ رکن ماقبل کا آخر حرف متحرک ہو۔ اور پھر اس ساکن شدہ حرف کو ماقبل کے متحرک سے ملادیتے ہین۔

مثلاً رباعی کے مذکورۂ بالا پانچ ارکان (مفعول مفاعلن ۔ مفاعیل فعول فعل) مین سے چار ارکان (مفعول مفاعلن مفاعیلن فعول) لیکر ایک وزن فرض کرین تو اسی وزن سے دوسرا وزن تسکین اوسط کے ذریعہ سے پیدا ہوجائے گا ۔ کیونکہ؟ وہ اسطرح کہ رکن اول کا لام متحرک ہے اور رکن دوم کی میم اور فے بھی متحرک ہے یعنی تین حرکتین پے در پے واقع ہوئی ہین لہذا حرف اوسط (یعنی م) کی حرکت کو اگر لام سے ملا دین تو رکن اول مفعولم ہو جائیگا اور رکن دوم فاعلن باقی رہے گا ۔ مفعولم کو مفعولن سے بدل دین گے اور فاعلن کو اور باقی ارکان کو اپنی لحالت پر چھوڑ دین گے تو یہ وزن پیدا ہوگا مفعولن فاعلن مفاعیل فعول اگر پھر اس وزن مین وہی تسکین اوسط واقع ہو یعنی رکن چہارم کی ف کو ساکن کرکے رکن سوم کے لام سے ملا دین تو رکن سوم مفاعیلف ہوجائے گا اور رکن چہارم عول رہ جائیگا ۔ مفاعیلف کو مفاعیلن سے اور عول کو فاع سے بدل دینگے لہذا پورا مصرعہ یہ ہوگا مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع ۔ وقس علی ہذا ۔

اہل فن نے رباعی کے لیے دس ارکان مذکورۂ بالا جو مقرر کر دیے ہین اُن کے علاوہ بعض ناواقفون نے اور بھی دو ارکان رباعی کے لیے نکالے ہین ۔ چنانچہ ایک بنیا وزن یہ مفعول مفاعلن فعولن فعلن قرار دیا ہے[1] حالانکہ رباعی مین فعولن اور فعلن کبھی نہین آتا فعولن فعلن دراصل مفاعیلن فع ہے ۔ ناواقفیت کے سبب مفاعیلن کے آخر سے ایک سبب کم کرکے مفاعیلن کو فعولن بنایا اور اس سبب کو فع سے ملاکر فعلن بنایا ۔ یہ محض غلط فہمی ہے ۔ رباعی مین مذکورہ بالا دس ارکان کے سوا اور کوئی گیارھوان رکن نہین آسکتا ۔

ایک رباعی کے چار مصرعے اگر چار مختلف وزن مین ہون تو مصرعے ناموزون نہین ہوتے ۔ مگر ہر مصرعہ کی ترکیب مین مذکورۂ بالا دس ارکان کے سوا اور کوئی رکن نہین آسکتا ۔

[1] مرزا غالب نے عود ہندی مین رباعی کا ایک وزن مفعول مفاعلن فعولن فعلن بھی تحریر کیا ہے [illegible]

رباعی کے چوبیس اوزان جو اساتذہ نے قائم کیے ہین ان مین بارہ اوزان جو مفعول سے شروع ہوتے ہین ان کو اخرب کہتے ہین اور بارہ جو مفعولن سے شروع ہوتے ہین انکو اخرم کہتے ہین۔ مگر محقق طوسی علیہ الرحمہ سبکو اخرب ہی بتاتے ہین کیونکہ پہلا رکن اخرب (مفعول) ہی ہوتا ہے لیکن تسکین سط سے بصورت اخرم (مفعولن) ہوجاتا ہے۔ ایک رباعی مین اخرب و اخرم کا اجتماع بھی صحیح ہے۔ چوبیس اوزان مستعملہ یہ ہین۔

اخرب	اخرم
(۱) مفعول مفاعلن مفاعیل فعول	(۱) مفعولن فاعلن مفاعیل فعول۔
(۲) مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع	(۲) مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع
(۳) مفعول مفاعلن مفاعیل فعل	(۳) مفعولن فاعلن مفاعیل فعل
(۴) مفعول مفاعلن مفاعیلن فع	(۴) مفعولن فاعلن مفاعیلن فع
(۵) مفعول مفاعیل مفاعیل فعول	(۵) مفعولن مفعول مفاعیل فعول
(۶) مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع	(۶) مفعولن مفعول مفاعیلن فاع
(۷) مفعول مفاعیل مفاعیل فعل	(۷) مفعولن مفعول مفاعیل فعل
(۸) مفعول مفاعیل مفاعیلن فع	(۸) مفعولن مفعول مفاعیلن فع
(۹) مفعول مفاعیلن مفعول فعول	(۹) مفعولن مفعولن مفعول فعول
(۱۰) مفعول مفاعیلن مفعولن فاع	(۱۰) مفعولن مفعولن مفعولن فاع
(۱۱) مفعول مفاعیلن مفعول فعل	(۱۱) مفعولن مفعولن مفعول فعل
(۱۲) مفعول مفاعیلن مفعولن فع	(۱۲) مفعولن مفعولن مفعولن فع

ملا جامی نے چھ رباعیان کہی ہین۔ ہر رباعی کا ہر مصرعہ مختلف الوزن ہے۔

ذیل مین درج کیجاتی ہین ؎

رباعیات جامی	اوزان رباعیات
(۱) میخواہم تا ز پیرہم بے طرفہ نگار	مفعولن مفعولن مفعول فعل
ساعت در پاے تو جان بہر نثار	مفعولن مفعول مفاعیل فعول
کے بار بے تعلقت از دیدہ گہر	مفعولن مفعولن مفعول فعل
کے باشد لحظہ بپیش تو بار	مفعولن فاعلن مفاعیل فعول
(۲) در گلشن اشک فشان همی گشتم دوش	مفعولن مفعولن مفعولن فاع
از گل آمد بوے تو رفتم از ہوش	مفعولن مفعول مفاعیلن فاع
چون گفتم با گل ز جمالت سخنے	مفعولن مفعول مفاعیل فعل
مرغان کردند سوے من یک یک گوش	مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع
(۳) گاہے دارو زلف درہم مارا	مفعولن مفعولن مفعولن فع
گاہے بخشد لعل تو مرہم مارا	مفعولن مفعول مفاعیلن فع
من دانستم چو رست خط گرد رخت	مفعولن فاعلن مفاعیل فعل
کاخر سوزد رخ تو از غم مارا	مفعولن فاعلن مفاعیلن فع
(۴) چون قد تو بخرام آمد اے سیم اندام	مفعول مفاعیلن مفعولن فاع
صد دل شدہ خاک رہ شود در گام	مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع
از جعد تو گر آرد یک شمہ شمال	مفعول مفاعیلن مفعول فعول
از عاشق شوریدہ رباید آرام	مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع
۵ برخاک درت ہر دم رخ می سایم	مفعول مفاعیلن مفعولن فع

زان روشنی بصر همی افزائیم	مفعول مفاعلن مفاعیلن فع
باشد کہ زور ور آئی از گوہر اشک	مفعول مفاعلن مفاعیل فعول
محنت کدۂ خویش ہے آرائیم	مفعول مفاعیل مفاعیلن فع
(۲) بیمار توام جانان حالم بین!	مفعول مفاعیلن مفعول فعل
چون سہر تو جان نہم نگاہم بگذر	مفعول مفاعلن مفاعیل فعل
خواہی شوی آگاہ زحال دل ریش	مفعول مفاعیل مفاعیل فعول
بین چہرہ من غرقہ بخوناب جگر	مفعول مفاعیل مفاعیل فعل

فروعات ارکان عشرہ

زحافات کی تشریح جو کی گئی اس سے ظاہر ہے کہ ایک ایک رکن مین کئی کئی زحافات واقع ہوئے ہین جس کی وجہ سے ایک ایک رکن مختلف صورتین اختیار کر لیتا ہے۔ مثلاً مفاعیلن مقصور ہو کر مفاعیل اور محذوف ہو کر فعولن ہو جاتا ہے۔

زحافات مین بعض ایسے ہین جن کی وجہ سے رکن مین ایک ہی تغیر ہوتا ہے جیسے خبن وطی اگر مستفعلن مین واقع ہو تو مفاعلن اور مفتعلن ہو جاتا ہے۔

مگر بعض زحافات ایسے ہین جن کی وجہ سے رکن مین کئی تغیرات واقع ہوتے ہین جیسے خبل (مجموعہ خبن وطی) جس کی وجہ سے مستفعلن فعلتن ہو جاتا ہے یا شکل (مجموعہ خبن وکف) جسکی وجہ سے فاعلاتن فعلات ہو جاتا ہے۔

لہذا اس اعتبار سے زحافات کی دو قسمین ہوئین۔ مفرد اور مرکب۔

مرکب کی پھر دو قسمین ہین ایک وہ جن کے نام مقرر ہین۔ جیسے خبل و شکل وغیرہ دوسرے وہ جن کے نام نہین ہوتے بلکہ جن زحافون کا وہ مجموعہ ہین انھین کے نام

سے موسوم ہوتے ہیں مثلاً فاعلاتن میں پہلے خبن ہو تو فعلاتن رہ جائے گا پھر اس میں تسکین اوسط واقع ہو تو فعلاتن مبدل بہ مفعولن ہو جائے گا لہٰذا مفعولن کو مخبون مسکن کہینگے۔

اب میں ہر رکن سالم کے فروعات کی تفصیل نقشہ میں درج کرتا ہوں جس سے ظاہر ہوگا کہ اصل میں دس ارکان سالم ہیں مگر فروعات ملکر ایک سو چھبیس ارکان بنجاتے ہیں۔

فروعات کی تفصیل

فعولن کے آٹھ فروع ہیں

فعول بضم لام مقبوض	فعلن بسکون عین اثلم	فعول بسکون لام مقصور	فعل بفتح عین محذوف
فعولان مسبغ	فعل (عین ساکن) اثرم	فع ابتر (اجتماع حذف و قطع)	فعلان (عین ساکن) اثلم مسبغ

فاعلن کے نو فروع ہیں

فَعِلن (عین مکسور) مخبون	فعلن (عین ساکن) مخبون مسکن یا مقطوع	فع اخذ	فاعلان مذال
فاعلاتن مرفل فعلاتن (عین مکسور) مخبون مرفل	فعل (لام ساکن) مخلع	فعلان (عین مکسور) مخبون مذال	فعلان (عین ساکن) مقطوع مذال

مفاعیلن کے پندرہ فروع ہیں			
مفاعلن مقبوض	مفاعیلُ بضم لام مکفوف	مفعولن اخرم	مفاعیلْ لام ساکن مقصور
فعولن محذوف	فعْلن بسکون لام مجبوب	مفاعیلان مسبغ	مفعولُ اخرب (خرم و کف)
فاعلن اشتر (اجتماع خرم و قبض)	فعولْ (لام ساکن) اہتم (اجتماع حذف و قصر)	فاع ازل (اجتماع ہتم و تخنیق)	فع ابتر (اجتماع جب و تخنیق)
فعْلان بسکون عین مخنق مقصور	فعْلن (عین ساکن) مخنق محذوف	مفعولان مخنق مسبغ	+

فاعلاتن (متصل) کی فروع سولہ[16] ہیں			
فعلاتن (عین مکسور) مخبون	فاعلاتُ بضم تا مکفوف	فاعلاتْ (ت ساکن) مقصور	فاعلن محذوف
مفعولن مشعث	فاعلیّان مسبغ	فعْل بسکون لام مربع	فاع مدروس
فع مجحوف	فعِلاتُ بحرکت عین و تا مشکول	فعْلن بسکون عین ابتر (اجتماع حذف و قطع)	فعِلان بحرکت عین مخبون مقصور
فعِلن عین مکسور مخبون محذوف	فعلیّان مخبون مسبغ	فعْلان عین ساکن مشعث مقصور	مفعولان مشعث مسبغ

فاع لاتن منفصل کے فروع چھ ہیں			
فاع لاتُ بضم تا مکفوف	فاع لات بسکون تا مقصور	فاع لن محذوف	فاع مسلوخ
فاع لیان مسبغ	فعلن بسکین عین محذوف مقصور	+	+

مستفعلن متصل کے فروع ۱۹ انیس ہیں			
مفاعلن مخبون	مفتعلن مطوی	فاعلن مرفوع	مفعولن مقطوع
فعلن بعین ساکن احذ	مستفعلان مذال	مستفعلاتن مرفل	مفعولان اعرج
فعلان عین ساکن مطموس	فعولن مخلع	فعلتن بحرکت عین و لام مجبول	فاع اخذ مقصور
فع احذ محذوف	مفاعلان مخبول مذال	مفتعلان مطوی مذال	فاعلان مرفوع مذال
فعلتان بحرکت عین و لام مجبول مذال	مفاعلاتن مخبول مرفل	مفتعلاتن مطوی مرفل	+

مس تفع لن (متفصل) کے فروع پانچ ہیں

مفاعلن مخبون	مس تفع لُ (لام مضموم) مکفوف	مفعولن مقصور	مفاعلُ (لام مضموم) مشکول
فعولن مقصور مخبون			

مفعولات کے فروع پندرہ ہیں

فعولاتُ (تا مضموم) مخبون	فاعلاتُ (تا مضموم) مطوی	مفعولُ مرفوع	مفعولان موقوف
مفعولن مکسوف	فعْلن (عین ساکن) مصلم	فاع مجدوع	فع منحور
فعِلات (عین و تا متحرک) مخبول	فعولان مخبون موقوف	فاعلان مطوی موقوف	فعِلان بحرکت عین مخبول موقوف
فعولن مخبون مکسوف	فاعلن مطوی مکسوف	فعِلن بحرکت عین مخبول مکسوف	

متفاعلن کے پندرہ فروع ہیں

مستفعلن مضمر	فعلاتن (عین متحرک) مقطوع	فعلن (عین متحرک) احذ	متفاعلان مذال
متفاعلاتن مرفل	مفاعلن موقوص	مفتعلن مخزول	مفعولن مضمر مقطوع
فعلن (عین ساکن) مضمر احذ	مستفعلان مضمر مذال	مستفعلاتن مضمر مرفل	مفاعلان موقوص مذال
مفاعلاتن موقوص مرفل	مفتعلان مخزول مذال	مفتعلاتن مخزول مرفل	+

مفاعلتن کے آٹھ فروع ہیں

مفاعیلن معصوب	مفتعلن اعضب	مفاعلن معقول	مفاعیل نام مضمر منقوص
فعولن مقطوف	مفعولن اقصم	فاعلن اجم	مفعول [illegible]

واضح ہو کہ ایک سو چھپن ارکان مذکورہ بالا میں جو ارکان [illegible] ہیں انکے لیے ایک ہی نقطہ مقرر کیا گیا ہے۔ جیسے مفاعیلن اور فعولن [illegible] کے احذ اور فاعلاتن کے مجبون اور مستفعلن کے احذ محذوف [illegible] مقرر کیا گیا ہے اور علی ہذا القیاس فاع اور فعلن اور فعل وغیرہ [illegible] ہیں یعنی [illegible] اسکے اعتبار سے ایک سو چھپن ارکان [illegible] پیتالیس ہیں [illegible] ارکان [illegible]

ارکان خاص باوایل ہین اور اکیس ارکان مختص باواخر ہین یعنی سوائے عروض وضرب کے اور کہین نہین آسکتے۔

تیرہ ۱۳ ارکان عام ہین

فعولن۔ فاعلن۔ مستفعلن۔ فاعلاتن۔ مفاعیلن۔ متفاعلن۔ مفاعلتن۔ مفعولن۔ فعلن
فعلاتن۔ مفاعلن۔ مفعولن۔ مفتعلن۔ یہ سب ارکان ساکن الآخر ہین اس سبب سے آخر بیت
مین بھی آسکتے ہین۔

گیارہ ۱۱ ارکان خاص باوایل ہین

مفعولات۔ فعولات۔ فاعلات۔ فعل۔ مفاعیل۔ مستفعل۔ فعلات۔ مفاعل۔ مفعول۔
فعل۔ فعلتن۔ سوائے فعلتن کے سب متحرک الآخر ہین اسلیے آخر بیت مین نہین آسکتے

اکیس ۲۱ ارکان خاص باواخر ہین

فع۔ فاع۔ فعل۔ فعول۔ فعولان۔ فعلان۔ فعلیان۔ فاعلان۔ فعلتان۔ فعلیان۔ فاعلیان
مفاعلان۔ مفاعیلان۔ مستفعلان۔ متفاعلان۔ مفعولان۔ مفتعلان۔ مفاعلان۔ مفتعلاتن
مستفعلاتن۔ متفاعلاتن۔ یہ سب چونکہ موقوف الآخر ہین اسلیے ابتداء وسط
مین نہین آسکتے مگر بعض ان مین سے ابتدا و وسط مین بھی آسکتے ہین۔

فروعات بحور

(بحر متقارب)

زحافات اسکے آٹھ ہین جو فروع فعولن مین بیان کیے گئے - اوزان مستعملہ یہ ہین -

بحر	ارکان بحر	مثال
متقارب مثمن سالم	فعولن فعولن فعولن فعولن	آتش بڑا شور سنتے تھے پہلو مین دل کا جو دیکھا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا
متقارب مثمن مقصور یا محذوف	فعولن فعولن فعولن فعول یا فعل	داغ غضب ہو گیا راز دل کھل گیا چھپاتے چھپاتے خبر ہو گئی
متقارب مثمن اثلم	فعلن فعولن فعلن فعولن	آتش شرط وفا کی کس بے وفا سے آتش سا عارف آگاہ بھولا
متقارب مثمن مقبوض اثلم	فعول فعلن فعول فعلن	گرم بجوانی ورم بہ رانی دل حزین را بجاے جانی

بحر	ارکانِ بحر	مثال
متقارب مقبوض اثلم شانزدہ رکنی	فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن	آتش خراب مٹی نہ ہو سکی کوئی ہمرہ دو دوستاں میں جدا ہوا شاخ سے جو پتا غبار خاطر ہوا چمن کا
متقارب مثمن ابتر	فعولن فعولن فعولن فع	[illegible]
متقارب مثمن اثلم مقبوض یا مقصور	فعل فعولن فعل فعولن	اکبر الہ آبادی آتش بازی چھٹتے دیکھی مفت کی دولت لٹتے دیکھی
نوٹ: اس وزن میں فعل فعولن کی جگہ فعلن فعلن بھی آسکتا ہے۔		
متقارب مسدس سالم	فعولن فعولن فعولن	[illegible]
متقارب مسدس محذوف یا مقصور	فعولن فعولن فعل یا فعول	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]

بحر	ارکان بحر	مثال
نوٹ — اس وزن میں فعل فعولن کی جگہ فعلن فعلن بھی لا سکتے ہیں جہاں چاہیں۔ اور عروض و ضرب میں فعلن و فع بھی لا سکتے ہیں۔		
بحر متدارک		
زحافات اسکے تو ہیں جو فروع فاعلن میں مذکور ہوئی۔ اوزان مستعملہ یہ ہیں۔		
متدارک مثمن سالم	فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن	سخت سرگشتہ ام از غم ہجر تو گر خطا کردہ ام دلبرا عفو کن
متدارک مثمن مخبون	فعلن فعلن فعلن فعلن	چو درخت بود گل باغ ارم چہ قدرت شود قد سرو چمن
متدارک مثمن مخبون مسکن	فعلن فعلن فعلن فعلن	تا کے مار از غم [illegible] تا کے بر ما آرتا خر [illegible]
متدارک مثمن [illegible]	فاعلن فعل فاعلن فاع	[illegible] [illegible]
متدارک مسدس سالم	فاعلن فاعلن فاعلن	[illegible] گل [illegible] [illegible]

بحر	ارکان بحر	مثال
متدارک مخبون شانزدہ رکنی	فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن	آرزو لکھنوی تا عہد جوانی ختم نادان بے وقت کہ کیوں کرتا ہے [illegible] ہستی تو عدم [illegible] [illegible] [illegible]

نوٹ ۔ اس وزن میں مخبون اور مخبون مسکن کا اجتماع ہر جگہ جائز ہے۔

بحر ہزج

زحافات اسکے پندرہ ہیں جو فرع مفاعیلن میں مذکور ہوئے ۔ اوزان مستعملہ یہ ہیں۔

بحر	ارکان بحر	مثال
ہزج مثمن سالم یا مسبغ	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن یا مفاعیلان	آتش حباب آسا میں دم بھرتا ہوں تیری آشنائی کا نہایت غم ہے اس قطرہ کو دریا کی جدائی کا
ہزج مثمن مقبوض	مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن	[illegible] تھوڑی [illegible] سے ندی کنارے [illegible] ملا وہ تیرا سا تھیا پلا دے خم نچوڑ کر
ہزج مثمن مکفوف یا محذوف	مفاعیل مفاعیل مفاعیل مفاعیل یا فعولن	ترا لعل شکر بار مرا چشم گہر بار ترا خندہ بود خوب مرا گریہ بود کار
ہزج مثمن اخرب مکفوف سالم	مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیلن	بر ہر کودک جادو وش وا سے فتنہ آئین [illegible] زیبا رخ و سنگین دل و [illegible]

بحر	ارکان بحر	مثال
یا اخرب سالم	یا مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن	اے بادشہ خوبان داد از غم تنہائی دل بے تو بجان آمد وقت است کہ باز آئی

نوٹ - یہ دونوں اوزان درحقیقت ایک ہیں۔ کیونکہ تیسرے رکن کی میم کو ساکن کرکے دوسرے رکن کے لام سے ملا دیتے ہیں تو مفعول مفاعیلم فاعیل مفاعیلن رہ جاتا ہے۔ مفاعیلم کو مفعولن سے اور فاعیل کو مفعول سے بدل دیتے ہیں تو مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن ہوجاتا ہے لہٰذا ان دونوں وزنوں کا اجتماع صحیح ہے۔ اس مقام پر سعدی کا شعر یاد رکھنا چاہیئے۔

گوئی رگ جان می گسلد زخمۂ ناسازش
ناخوشتر از آوازۂ مرگ پدر آوازش

بحر	ارکان بحر	مثال
ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور یا محذوف	مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل یا فعولن	جوشش عظیم آبادی جز چشم بتاں میکدۂ دہر میں جوشش ہم نے تو کہیں مست کو ہشیار نہ دیکھا

نوٹ :- اس وزن میں رکن دوم و سوم و چہارم تینوں میں تسکین اوسط کا زحاف لگایا جاسکتا ہے قاآنی کا شعر ہے

عقل تو کمین بخشش تو ذات تو خرم
سال تو نکو حال تو خوش فال تو میمون

اس شعر کا تو وزن یہ ہے مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل یا فعولن مگر اسی قصیدہ کا ایک شعر یہ ہے -

تو جلوہ دہی سروے چون طبع من آزاد
من عرضہ کنم شعرے چون قد تو موزون

اس شعر میں تسکین اوسط سے کام لیا گیا ہے اور اس کا وزن مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیل ہے یعنی تسکین اوسط کے عمل سے دوسرا رکن مفاعیلن اور تیسرا رکن مفعول ہوگیا

اسی وزن میں حکیم ناصر خسرو علوی کے چند اشعار درج کیے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ رکن دوم سوم اور چہارم ان تینوں میں تسکین اوسط کا زحاف لگایا ہے ؎

با ہر کس منشین و مبر از ہمگان نیز | بر راہ خرد رو نہ کس باش نہ عنقا
مفعولن مفعول مفاعیل مفاعیل | مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن

پہلے مصرع کے دوسرے رکن پر تسکین اوسط کا زحاف لگنے سے پہلا رکن مفعولن اور دوسرا مفعول ہو گیا اور باقی دونوں ارکان اپنی حالت پر رہے ؎

پرکینہ مباش از ہمگان وہمچون خار | نہ تیز زبون باش بہ یک بار چو خرما
مفعول مفاعیل مفاعیلن مفعول | مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن

اس شعر میں بھی تسکین کے اوسط سے پہلے مصرع کا تیسرا رکن مفاعیلن اور چوتھا رکن مفعول ہو گیا ؎

بحر	ارکان	مثال
ہزج مثمن اشتر	فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن	مومن دیکھئے خدا کب تک بھیجے وہ دن دکھا تا ہے یار کو ان آنکھوں سے غیر پر خفا دیکھیں
ہزج مثمن اخرب مکفوف اہتم یا مجبوب	مفعول مفاعیل مفعول فعل یا فعْل	با اینہمہ در راہ تو گر خاک شویم شائستہ نباشیم قدمہائے ترا
ہزج مثمن اخرب مکفوف ازل یا ابتر	مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع یا فع	ترسم وانا نم کہ اگر دیر آید زین جان چہ از دیر آید فریاد

نوٹ: یہ دونوں وزن رباعی کے ہیں مگر ان میں غزل کہنا بھی جائز ہے۔

بحر	ارکان بحر	مثال
ہزج مسدس سالم	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن	کجائی اے غزال مشکبوے من چرا ہرگز نمی آئی بسوے من
ہزج مسدس مقصور یا محذوف	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل یا فعولن	شیخ عظیم آبادی نہ ہم مستوں کا دل ہے ایک نعرہ نہ زاہد کی نماز پنجگانہ
ہزج مسدس اخرب مکفوف سالم یا مسبغ	مفعول مفاعیل مفاعیلن یا مفاعیلان	تا کے بود اے ترک سنگین دل جور تو برین عاشق بیچارہ
ہزج مسدس مکفوف مقصور یا محذوف	مفاعیل مفاعیل مفاعیل یا فعولن	بت شوخ دلم برد بہ یک ناز ستمگار و جفاکار و سرانداز
ہزج مسدس اخرب مکفوف مقصور یا محذوف	مفعول مفاعیل مفاعیل یا فعولن	دلدار من آن ترک پری زاد کس نیست بجز وی بجہان یار
ہزج مسدس اخرب مکفوف اہتم یا مجبوب	مفعول مفاعیل فعول یا فعل	با تو نتوان گفت سخن زیرا کہ توئی شاہ بتان

بحر	ارکان بحر	مثال
ہزج مسدس اخرب ازل یا ابتر	مفعول مفاعیلن فاع یا فع	دل سوختہ از زلفت مشک خجلت زدہ از رویت
ہزج مسدس اخرب مقبوض سالم یا مسبغ	مفعول مفاعلن مفاعیلن	اے درد تو رونق دل عاشق داغ تو چراغ محفل عاشق
ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور یا محذوف	مفعول مفاعلن مفاعیل یا فعولن	شبنم کے سوا چرانے والا اوس کا تھا کون آنے والا
ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور یا محذوف	مفعولن فاعلن مفاعیل یا فعولن	مشکین زلفوں سے شکین کسواؤ کالے ناگوں سے مجھکو ڈسواؤ

نوٹ:- ان دونوں اوزان کا اجتماع بھی صحیح ہے۔ کیونکہ دوسرے رکن (مفاعلن) کی میم کو ساکن کرکے رکن اول کے لام سے ملا دیتے ہیں تو مفعولن فاعلن مفاعیل ہوتا ہے۔

بحر رجز

زحافات اسکے انیس (۱۹) ہیں جو فروع مستفعلن میں مذکور ہوئے۔ اوزان مستعملہ یہ ہیں۔

بحر	ارکان بحر	مثال
رجز مثمن سالم یا مذال	مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلان یا مستفعلن	غالب ابن سیاوش بے پدر فرزند آزر را نگر ہر کس کہ شد صاحب نظر دین بزرگان خوش نکرد
رجز مثمن عروض سالم وضرب اعرج	مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن مگر ضرب مفعولان	اگر شوم از بوے خوش بے آنکہ کس گوید مرا گر بگزرد نخواہم بیش ورم شبگیران
رجز مثمن مقطوع یا اعرج	مستفعلن مستفعلن مستفعلن مفعولن یا مفعولان	تا کے کنی ما را ستم بر عاشق بیچارہ روزے بود کز جور تو گردد ز شہر آوارہ

نوٹ:- ان دونوں اوزان کا اجتماع صحیح ہے۔

بحر	ارکان بحر	مثال
رجز مثمن مطوی	مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن	می شگفد گل بچمن از نسیم سحری وہ چہ شود گر تو نیز بکوی من بادہ خوری
رجز مثمن مطوی مخبون	مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن	مؤلف آبلہ پا نکل گئے کانٹوں کو روندتے ہوئے سوجھا پھر آنکھ سے نہ کچھ منزل یار دیکھ کر

بحر	ارکان بحر	مثال
رجز مثمن مخبون مطوی	مفاعلن مفتعلن مفاعلن مفتعلن	جامی فغان کنان ہر سحرے بکوی تو میگذریم چو نیست رہ بسوے توام ببام و در بنگریم
رجز مثمن مطوی مخبون مقطوع یا مجحج	مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفعولن یا مفعولان	سرو نخوانمت کہ او نیست بدین رعنائی ماہ نگویمت کہ مہ نیست بدین زیبائی

نوٹ :- ان چارون اوزان کا اجتماع بھی صحیح ہے - اگر مخبون کے مقابل مطوی یا اسکے بالعکس واقع ہو تو وزن مین فرق نہین آتا - اس وزن مین مفتعلن کو تسکین اوسط سے مفعولن بنا کر صدر و ابتدا عروض و ضرب یا حشو مین بھی لا سکتے ہین - ناسخ کہتے ہین ؎

ناسخ قول ہے بجا حضرت میر درد کا — حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبال گوش ہے

پہلے مصرع کا رکن اول مفتعلن تسکین اوسط سے مفعولن ہو گیا - خلاصہ یہ کہ تسکین اوسط زحافات عامہ مین سے ہے - ہر بحر مین ہر مقام پر آ سکتا ہے - یہان یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ بحر رجز مطوی مخبون مین بعض ارکان مرفوع بھی کرتے ہین - رفع بھی زحافات عامہ مین سے ہے جیسے بیت مین کسی خاص مقام سے مخصوص نہین ہے - مختصر یہ ہے کہ بحر رجز مین خبن - طے - رفع - تسکین سے ہر جگہ پر کام لیا جا سکتا ہے - رکن مرفوع کے جواز کے ثبوت مین مرزا آوج صاحب مرحوم و مغفور نے مقیاس الاشعار مین یہ شعر پیش کیا ہے ؎

پیام کردہ است بہ تن بو الہوسے طلبئے شو	کہ تو بہیچ ملکان نہ از قیاس سے شو
مفاعلن مفتعلن فاعلن شو	مفاعلن مفتعلن مفاعلن فاعلن

مثال	ارکان بحر	بحر
اے قبلۂ جان الفت ایمان ما رخسار تو زیباست قرآن ما	مستفعلن مستفعلن مستفعلن یا مستفعلان	رجز مسدس سالم یا مذال
عاشق شدم بر دلبرے عیارے شکر لبے سیمین برے خونخوارے	مستفعلن مستفعلن مفعولن یا مفعولان	رجز مسدس مقطوع یا احذ

نوٹ ۱ - ان دونوں وزنوں کا اجتماع بھی صحیح ہے -

مثال	ارکان بحر	بحر
اشک مرا ہست ز رنج رنگے نیست بدین آب بدریا گہرے	مفتعلن مفتعلن مفتعلن	رجز مسدس مطوی

نوٹ - بحر رجز میں بلکہ تمام اُن بحروں میں جنکے آخر میں وتد مجموع ہو وہاں سالم و مذال
مقطوع اور احذ کے اجتماع سے وزن میں فرق نہیں آتا -

بحر رمل

وجہ تسمیہ - اسکے شعر میں بکثرت فاعلاتن متصل بُنا کرتے ہیں - اوزان مستعملہ یہ ہیں -

مثال	ارکان بحر	بحر
ترک مستم [illegible] [illegible]	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن یا فاعلیان	رمل مثمن سالم مسبغ

بحر	ارکان بحر	مثال
رمل مثمن مقصور یا محذوف	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات یا فاعلن	امین عظیم آبادی دن کٹا فریاد میں رات آہ و زاری میں کٹی عمر کٹنے کو کٹی پر کیا ہی خواری میں کٹی
رمل مثمن مخبون مقصور یا مخبون مسکن مقصور	فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان یا فعلان	مؤلف اور پروے کی ملاقات کرے گی اندھیر شمع کیون چھپتی ہے فانوس میں پروانے سے
رمل مثمن مخبون محذوف یا مخبون مسکن محذوف	فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن یا فعلن	آتش بل نہ نکلا تری زلفون کا صنم شانے سے واقعی زور نہین پنجۂ شل مین ہوتا

نوٹ — ان دونون اوزان کا اجتماع بھی صحیح ہے صدر و ابتدا مین سالم و مخبون کا اجتماع بھی جائز ہے رمل مثمن مخبون مین صدر و ابتدا اور حشو کے مقام پر فعلاتن کو تسکین اوسط سے مفعولن بنا لینا صحیح ہے ذیل مین چند مثالین پیش کی جاتی ہین ؎

مین تنہا در عہد تو بیدل ماندم
ہم مرا داغ کند یارب و در تو نرسد
اے مسلمانان آن روے نہ بینید آخر
ہندوے کز مژگان کرد مرا لالہ قطار
ہم بہ زور گونہ کہ از پنجۂ ابر سیہ شب
دلم از جاے بشد ناگہ و بگزید شدم

کہ دل شہرے از ان نرگس پر افسون رفت
یارب آن خسرو کز دست تو بر گردون رفت
چہ کنند این دل مسکین کہ پریشان نشود
سوخت از آتش غم جان مرا ہندو وار
رخ شرمندۂ مہ بینید ہر دو نظار
جامہ بدریدم و اشک از مژگان کرد قطار

بحر	ارکان بحر	مثال
قاآنی نظم گفت: بالب نوشین آمد شب دوشین بہ سرایم / قاآنیکا تاکے جنبی بہ سرا یے / بحر رمل کی بھی پوچھنا بھی ہے عبث حال خرابی کی		حلقہ بر در زد و بر چشم و بکشودم در / خیز کز روزہ شد او فلک جہان پر زر / بحر ہی جب نہ رہی کیا فیض آباد رہے
ان اشعار سے ثابت ہے کہ اساتذہ عجم نے بحر رمل مخبون میں کس قدر تسکین اوسط سے کام لیا ہے۔		
رمل مثمن مخبون محذوف	فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فع	کار و کردار تو اے گنبد زنگاری / نہ ہمی بینم جز مکر و ستمگاری
نوٹ۔ دوسرے مصرعہ میں "نہ ہمی بی" فعلاتن اور "نم جز مک" مفعولن کے وزن پر آیا ہے۔ تسکین اوسط سے فعلاتن کو مفعولن بنا لیا ہے۔		
رمل مثمن مشکول	فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن	مؤلف: ابھی تو یہ اس گریباں کی بھلا بساط کیا تھی / یہ کہو کہ ہاتھ الجھا نہیں تار تار رہتا
رمل مثمن مخبون	فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن	شکرت ما شدہ گرچہ سپید از مہر چو شب / گمشے نیز بجو اہم کہ گزشت [illegible]
رمل مثمن مشعث	مفعولن مفعولن مفعولن مفعولن	آن آمد آن آمد آن آمد آن آمد / جان آمد جان آمد جان آمد جان آمد

بحر	ارکان بحر	مثال
رمل مثمن مخبون مشعث	فعلاتن فعلاتن فعلاتن مفعولن	خواجه نصیر الدین طوسی چه کنم هر چه کنم با تو نمیدارد سودم بجز آن حیله ندانم که ز عشقت بگریزم
رمل مثمن مخبون مسکن مجحوف	فاعلاتن فعلاتن فعولن فع	اسیر تا بکی در غم هجرت در سازم من دامن از گریه خونین تر سازم من
رمل مثمن محذوف یا مجحوف	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاع یا فع	مرد دانا راز دانا یار باید خوب گر تو دانائی تراهم یار دانا به
رمل مسدس سالم یا مسبغ	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن یا فاعلیان	ای به از روز دگر هر روزگارت باد هر روزی بهترین روزگارت
رمل مسدس مقصور یا محذوف	فاعلاتن فاعلاتن فاعلات یا فاعلن	شعر می گویم به از آب حیات من ندانم فاعلاتن فاعلات
رمل مسدس مخبون مقصور یا محذوف	فاعلاتن فعلاتن فعلان یا فعلن	چون گذر باغ شبستان کردی غنچه را رشک گلستان کردی
رمل مسدس مخبون مسکن مقصور یا محذوف	فاعلاتن فعلاتن فعلات یا فعلن	هر که در دست [illegible] [illegible] است عمر نظام الملک [illegible] است

مثال	ارکان بحر	بحر

نوٹ - ان دونوں اوزان کا اجتماع صحیح ہے۔ اس بحر کے صدر و ابتدا میں اجتماع سالم و مخبون۔ اور عروض و ضرب میں اجتماع مقصور و محذوف صحیح ہے اور فعلاتن کو تسکین اوسط سے مفعولن بنالینا ہر جگہ درست ہے۔

اس بحر میں ایک اور وزن مخبون شانزدہ رکنی بھی ہے (فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن)۔

بحر وافر

زحافات اسکے آٹھ ہیں جو فروع مفاعلتن میں بیان ہوئے اوزان مستعملہ یہ ہیں۔

مثال	ارکان بحر	بحر
چه شد صنما [illegible] نکری [illegible]	مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن	بحر وافر مثمن سالم
جدا ز تو [illegible] دل من [illegible] [illegible]	مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن	بحر وافر مسدس سالم
ز دست آن صنم [illegible] زارم دلم می طپد چه برم چه سازم	مفاعیلن مفاعلتن فعولن	بحر وافر مسدس معصوب مقطوف
[illegible] نگارا [illegible] دلم نگارا	مفاعلن مفاعلتن فعولن	بحر وافر مسدس [illegible] مقطوف

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر وافر مسدس مقطوف	مفاعلتن مفاعلتن فعولن	چو برگذری بہی نگرم بر و بیت چہ انگنی بتا نظرے بسویم
بحر وافر مربع سالم	مفاعلتن مفاعلتن	بدی چہ کنی بجاے کسے کہ او نہ کند بجاے تو بہ

بحر کامل

زحافات اس کے پندرہ ہین جو فرع متفاعلن مین مذکور ہوے - اوزان مستعملہ اسکے فارسی مین چار ہین -

راسخ عظیم آبادی

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر کامل مثمن سالم	متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن	نہین مجھ فروالو نہ کچھ مجھے رشک ہے تو انھون کا ہے جنھین تیرے جلوے کے سامنے مری طرح بیخبری رہی
بحر کامل مثمن مضمر	متفاعلن مستفعلن متفاعلن مستفعلن	صنما خیالت را چہ شد کہ بیا نیارد الفتے خجلم ز داغت کز وفا بسرم گذارد منتے
بحر کامل مسدس سالم	متفاعلن متفاعلن متفاعلن	نہ کنم بیار کسان طمع کہ جفا بود نہ روا بود کہ چنین کنم نہ روا بود

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر کامل مسدس مضمر مذال	متفاعلن مستفعلن مستفعلان	چو روان شوی آسایدم روح و رواں چو نہان شوی از جان و دل خیزد فغاں
بحر کامل مسدس مضمر موقوص	مستفعلن مفاعلن متفاعلن	روزے بود کہ عشق تو بسر آیدی با خاطرت بمہر من بگذ آیدی ؎

نوٹ۔ اس بحر میں سالم اور مضمر کا اجتماع صحیح ہے۔ چنانچہ شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

صلوا بروزن مستفعلن آیا ہے۔

بحر مضارع

زحافات اسکے آٹھ ہیں۔ قبض۔ کف۔ خرب۔ خرم۔ قصر۔ حذف۔ تسبیغ۔ سلخ۔ اور اوزان مستعملہ یہ ہیں۔

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر مضارع مثمن سالم	مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن	ز مہجوری رنج دارم بیا ساقی ساغرم دہ دگر نقلے خواہم از تو ز نرگس لب شکرم دہ

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر مضارع مثمن مکفوف مقصور یا محذوف	مفاعیل فاعلات مفاعیل فاعلات یا فاعلن	[illegible]
بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف	مفعول فاعلات مفاعیل فاعلان	فرہاد [illegible] [illegible]
بحر مضارع مثمن اخرب سالم یا مسبغ	مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن مفعول فاعلیان	[illegible] [illegible]
بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور یا محذوف	مفعول فاع لات مفاعیل فاع لات یا فاعلن	مولف دل آشنائے مستی بیگانہ ہو گیا جادو نہ چل سکا کوئی حسن نگاہ کا
بحر مضارع مثمن اخرب سالم مقصور یا محذوف	مفعول فاعلاتن مفعول فاع لات یا فاعلن	خود نفس بے وفائی کی زندگی حرام پھر کیا ضرورت شکوۂ عمر دراز کا

نوٹ:- ان دونوں وزنوں کا اجتماع جائز ہے۔ تیسرے رکن پر دو ہی تسکین اوسط کا زحاف واقع ہوتا ہے جس سے دوسرا رکن فاع لاتن اور تیسرا مفعول ہو جاتا ہے حضرت امیر [illegible]

بحر	ارکان بحر	مثال
از منسرح مثمن [illegible] — مفتعلن فاعلات مفتعلن		دو دلبر من است آخر اکنون [illegible]
منسرح اخرب مکفوف مسلوخ	مفعول فاع لات مفاعیل فاع لات	عاشق شدم بر آن بت ناسازگار تسکین نداد درد غم او روزگار
مضارع مسدس سالم	مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن	نخواهم از تو گردم جدا باشم تو با منی همراه من هر جا باشم
مضارع مسدس مکفوف مقصور یا محذوف	مفاعیل فاع لات فعولان یا فعولن	خوشا جلوهٔ جمال تو دیدن خوشا میوهٔ وصال تو چیدن
مضارع مسدس اخرب مکفوف	مفعول فاع لات مفاعیلن	ای سیمتن کر یار دل آزاری سوی نگاه کن [illegible] یاری
مضارع مسدس اخرب مکفوف مقصور یا محذوف	مفعول فاع لات فعولان یا فعولن	از کار رفته هیچ میندیش وز نامده هنوز مکن یاد
مضارع مسدس اخرب مکفوف اهتم یا مجبوب	مفعول فاعلات فعول یا فعل	مانند روی خوب نگار تا بد شب چهارده ماه

بحر	ارکان بحر	مثال
مضارع مسدس مقبوض	مفاعلن فاع لاتن مفاعلن	مرا بکوے تو رفتن کجا شود ز ناتوانی مگر از خدا شود
مضارع مسدس اخرب مخنق	مفعول فاع لاتن مفعولن	دارم بدرد ہجرش بیتابی ہمدم چرا نباشد بیخوابی
مضارع مسدس اخرب مخنق مقصور	مفعول، فاع لاتن فعلان	آن بے وفا نگارے دل برد زیر قدم بخواری بسپرد

بحر مجتث

زحافات اسکے مشترک ہین جو فروع فاعلاتن مین مذکور ہوے - اسکے فروعات جو مس تفع لن سے نکلے ہین مفاعلن - فعولن - اور مفاعیل ہین - اور فاعلاتن سے جو فروعات نکلے ہین فعلاتن فعلات - فعلن - عین مکسور - فعلن ساکن العین - مفعولن - فاع - فع وغیرہ ہین - اوزان مستعملہ مندرجہ ذیل ہین -

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر مجتث مثمن سالم	مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن	در عشق تو اے پری رو دیوانہ خواہم شدن من نے نے غلط گفتم این را فرزانہ خواہم شدن من

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر مجتث مخبون	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن	آتش بہشت مین بھی [illegible] بار کے لگے گی طبیعت مزاج پھیر سکے گا نہ حسن حور ہمارا
مجتث مثمن مخبون مقصور یا مشعث مقصور	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان یا فعلان مفاعلن مفعولن مفاعلن فعلان یا فعلان	آتش صفا ہوا نہ ریاضت سے نفس آمارہ کوئی نجاست سگ کا ازالہ کیا کرتا
مجتث مخبون محذوف یا مشعث محذوف	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن یا فعلن مفاعلن مفعولن مفاعلن فعلن یا فعلن	قاآنی درون و بیرون چون نور عقل در خاطر نہان و پیدا چون جان پاک در پیکر
مجتث مخبون محذوف یا مشعث محذوف مربوع	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن یا فعل	مرا دلیست کہ دایم ستم کند بر من چہ بودے از ستم ار ستمگر آمدے

نوٹ - اس بحر مین ان چھ وزنون کا باہمی اجتماع صحیح ہے مرزا صائب ؎

زچرخ شیشہ سوار آفتاب ساغر کن | بطاق نسیان بگذار جام و مینا را

خسرو بنفسیر ناله خلق از جفاے خار بود | اگر ز بلبل پرسی جفاے گل بتر است

مثال	ارکان بحر	بحر
دل پر آتش و چشم پر آب دارم از ان کہ یا من بدخو شدہ است جانان	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فاع یا فع	مجتث مثمن مخبون مدوس یا مطموس
اگر کشائی تا دے زسنبل تر ہمیشہ آید بوے صبا معطر	مفاعلن مفعولن مفاعلن فاع یا فع	مجتث مثمن مخبون مسکن مدوس یا مطموس

نوٹ۔ ان دونوں وزنوں کا اجتماع بھی صحیح ہے۔

مثال	ارکان بحر	بحر
دلم ببرد وہ اے یار بے بہا بہا بیار و لبان یا من سیاہ	مفاعلن فعلاتن مفاعلن مفاعلن فعلاتن مفاعلان	مجتث مسدس مخبون یا مذال

نوٹ۔ ان وزنوں کا اجتماع بھی صحیح ہے۔

مجتث سالم بہت کم مستعمل ہے۔ اور محقق طوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس بحر کے تمام ارکان میں خبن کرنا لازم ہے۔ اسکے علاوہ اس بحر میں تسکین اوسط ہر جگہ جائز ہے یعنی فعلاتن کو مفعولن۔ ایسے مسکن و غیر مسکن کے اجتماع سے وزن میں فرق نہیں آتا۔

بحر منسرح

زحافات اسکے طی۔ رفع۔ اذالہ۔ خلع۔ قطع۔ خبن۔ کسف۔ صلم۔ جدع۔ نحر۔ تخبیل۔ وقف۔ وکف۔ مراقبہ اور معاقبہ وغیرہ ہیں۔ اوزان مستعملہ یہ ہیں۔

مثال	ارکان بحر	بحر
یکدم بیا اے دلدار بنما مرا آن رخسار کز رشک گل در گلزار دیدہ پُر از خار	مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولان یا مفعولن	منسرح مثمن موقوف یا مکسوف
پشت دوتا اے فلک ہست شدہ از خمی تا چہ تو فرزند زاد مادر ایام را	مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات یا فاعلن	منسرح مثمن مطوی موقوف یا مکسوف

نوٹ - اس وزن میں مفتعلن کی جگہ مفعولن اور مفاعلن بھی آتا ہے کیونکہ رکن سالم اس کا مستفعلن ہے جو اسکو خبن کے ذریعے سے مفاعلن بنا لیتے ہیں اور طی کے ذریعے مفتعلن بنا کر استعمال کرتے ہیں اور کبھی اس مفتعلن میں تسکین اوسط کا زحاف بھی لگا دیتے ہیں اس وجہ سے مفتعلن مفعولن ہو جاتا ہے۔ جمال الدین اصفہانی اپنے ہمعصر خاقانی شروانی کے متعلق کہتا ہے ؎

کیست کہ پیغام من بشہر شروان برد — یک سخن از من بدان مرد سخندان برد

بشہر شر بروزن مفاعلن۔ دان برد بروزن فاعلن ہے ؎

گوید خاقانیا این ہمہ ناموس چیست — نہ ہر کہ دو بیت گفت لقب خاقان برد

گوید خا مفعولن۔ قانیا فاعلن۔ نہ ہر کہ دو مفاعلن۔ لقب خا مفاعلن۔ قان برد فاعلن۔ پھر آگے چل کر کہتا ہے ؎

ہنوز گویندگان ہستند اندر عراق — کہ قوت ناطقہ مدد از ایشان برد

ہنوز گو مفاعلن۔ ینده گان فاعلن۔ ہستند ا مفعولن۔ ندر عراق فاعلات۔ [illegible] مستفعلن
[illegible] مطوی کی جگہ [illegible] یعنی مفتعلن کی جگہ مفاعلن و مفاعلن کی جگہ [illegible]

بحر	ارکان بحر	مثال
یا پھر اس مفتعلن کو تسکین اوسط سے مفعولن بنا لیں تو وزن میں فرق نہیں آتا۔ چنانچہ بحر رجز میں بھی یہی ہوتا ہے کہ مستفعلن کے رکن مخبون کی جگہ رکن مطوی لاتے ہیں اور مطوی کو پھر مسکن بھی کر دیتے ہیں۔ تسکین اوسط ایسا زحاف ہے کہ ہر بحر میں ہر جگہ لگایا جاتا ہے۔		
منسرح مثمن مطوی مجدوع یا منحور	مفتعلن فاعلات مفتعلن فاع یا فع	دیدۂ اہل طمع بہ نعمت دنیا پر نشود ہمچنان کہ چاہ ز شبنم
منسرح مسدس مطوی یا مطوی مذال	مفتعلن فاعلات مفتعلن یا مفتعلان	شاہ جہان باد تا زمانہ بود کز کرمش خلق شادمانہ بود
منسرح مسدس مطوی مقطوع یا مطوی اعرج	مفتعلن فاعلات مفعولن یا مفعولان	بسکہ بہوت اسیر شد جانم گر بگذاری گریخت نتوانم

نوٹ - چونکہ اس بحر کا رکن آخر متحرک الآخر ہے اور شعر متحرک الآخر نہیں ہو سکتا اس لیے یہ بحر وافی سالم ممکن نہیں۔ اس بحر میں تسکین اوسط ہر جگہ جائز ہے یعنی جہاں چاہیں مفتعلن کو مفعولن بنا لیں۔

بحر مقتضب

زحافات اسکے وہی ہیں جو فروع مستفعلن متصل میں مذکور ہوئے۔ اوزان مستعملہ یہ ہیں۔

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر مقتضب مثمن سالم	مفعولاتُ مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن	می سوزم ز داغ جگر مینالم ز درد والم می غلطم ز شب تا سحر خون گریم ز اندوہ و غم
بحر مقتضب مثمن مطوی	فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن	پیچ و تاب زلف بتان بیقرار کردمرا سنبل ریاض جنان بیقرار کردمرا
بحر مقتضب مثمن مخبون مطوی	فعولات مفتعلن فعولات مفتعلن	دلم بردہ صنما چرا نالہا نہ کنم پئے این در غلطان بسر سنگ چون نہ زنم

بحر سریع

زحافات اس کے خبن وطی خبل وقطع ۔ وقف وکسف صلم وجدع ۔ نحر ومعاقبہ وغیرہ ہیں ۔ اوزان مستعملہ یہ ہیں ۔

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر سریع مسدس سالم	مستفعلن مستفعلن مفعولاتُ ۔ یہ بحر سالم مستعمل نہیں ہے ۔ کیونکہ رکن آخر متحرک الآخر ہے	
بحر سریع مسدس موقوف بحر سریع مسدس مکسوف	مستفعلن مستفعلن مفعولان مستفعلن مستفعلن مفعولن	خواہم ترا جویم ترا اے یار خوانم ترا گویم ترا گل رخسار

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر سریع مسدس مطوی موقوف	مفتعلن مفتعلن فاعلان	وقت ... [illegible]
بحر سریع مسدس مطوی مکسوف	مفتعلن مفتعلن فاعلن	[illegible]
بحر سریع مسدس مطوی اصلم	مفتعلن مفتعلن فعلن	بر لب من آمده جان ای صبا چون ... [illegible] شام ... افغان
بحر سریع وافی مسدس مکسوف	مستفعلن مستفعلن فعولن	ای دلربا در کوی ما گذر کن وی مه لقا بر روی ما نظر کن
بحر سریع مطوی مجدوع یا منحور	مستفعلن مفتعلن فع یا فاع	سنگدل آن یار بی آزرم یک شبم از خود نه کند شاد
بحر سریع مخبون مطوی مکسوف یا موقوف	مفاعلن مفاعلن فاعلن مفاعلن مفاعلن فاعلان	چرا اندر می کنی باسی چرا ... کنی دلش را بند ...

نوٹ - چونکہ اس بحر کا رکن آخر مفعولات متحرک الآخر ہے - اسلیے یہ بحر تام نہیں ہو سکتا

بحر	ارکان بحر	مثال

بحر سریع مطوی مین موقوف ہو یا مکسوف اگر بجاے مفعلن کے مستفعلن لائین یا مفتعلن کے عین ساکن کرکے مفعولن بنالین تو وزن مین فرق نہین آتا - چنانچہ نظامی کہتا ہے ؎

ہست کلید در گنج حکیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلے مصرعہ کا وزن مفتعلن مفتعلن فاعلان اور دوسرے کا مفعولن مفعولن فاعلان ہے۔

بحر خفیف

زحافات اسکے خبن و قطع - قصر و حذف - تشعیث و حجف - تسبیغ و کف - تشکل و تبتر ہین اوزان مستعملہ یہ ہین -

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر خفیف مسدس سالم	فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن	دیدہ ام تا رخسار آن ماہ طلعت گشت چشمم آئینہ سان محو حیرت
بحر خفیف مسدس مخبون " " مخبون مشعث	فاعلاتن مفاعلن فاعلاتن یا فعلاتن فاعلاتن مفاعلن مفعولن	اے صبا بوسہ زن زمین در اورا ورنہ نجد لب چو شکر اورا

نوٹ - ان دونون وزنون کا اجتماع صحیح ہے -

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر خفیف مسدس مخبون مقصور یا محذوف	فاعلاتن مفاعلن فعلان یا فعلن	مولف کیا کہین اڑکے جا نہین سکتے وہ چمن ہے وہ آشیانہ ہے

بحر	ارکان بحر	مثال
مخبون مسکن مقصور یا محذوف	فاعلاتن مفاعلن فعلان یا فعلن	یاس اب آپ ہیں نہ آئیں گے وصل اِک موت کا بہانہ ہے
نوٹ۔ ان وزنوں کا اجتماع صحیح ہے۔		
بحر خفیف مسدس مخبون مجحوف	فاعلاتن مفاعلن فع	چون کسند دل چو یار آید چشم شاید بکار آید

نوٹ۔ بحر خفیف عربی ہیں مسدس الاصل ہے مگر اہل فارس نے اسکو مثمن قرار دیا ہے فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن۔ اور پھر اسمیں خبن کرکے فعلاتن مفاعلن بھی ایک وزن قرار دیا ہے

نرسیدی بفہم خود در عزم دگر کشا — بجہانے کہ نیستی مژہ بربند و در کشا
بیبل زگران جانیت مباد شود نازہ منفعل — بجنون این سپند زن بے منقار بر کشا

شعر۔ منم آنکس کہ تا بفرق ہمیسوزم از قدم — ز غم عشق آن صنم کہ نہ بینی چنو دگر ۱۲

بحر طویل

زحافات اسکے سات ہیں۔ قبض۔ کف۔ قصر۔ حذف۔ ثلم۔ شرم۔ تسبیغ۔
اوزان مستعملہ یہ ہیں۔

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر طویل مثمن سالم	فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن	باحسان توئی حاتم برفعت توئی کسری بفرمان توئی [illegible] ببرہان توئی عیسی
بحر طویل مثمن سالم مقبوض بحر طویل مثمن مقبوض	فعولن مفاعیلن فعولن مفاعلن فعولن مفاعلن فعولن مفاعلن	محبت رقیبون سے عداوت ہے ہم سے کسی سے چھپاتین کسی پر یہ شدتین

بحر مدید

زحافات اسکے خبن وکف - قطع وحذف - وغیرہ ہین - اوزان مستعملہ یہ ہین -

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر مدید مثمن سالم	فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن	حال دونون کا ہی غیر ہجر کے صدمے سے اب جھیلتے ہین سختیان ہم یہان اور تم وہان
بحر مدید مثمن مخبون	فاعلاتن فعلن فاعلاتن فعلن	از میان و دہنش تا توان یکسر مو زان نشان بازندہ زین سخنا ہیچ مگو
بحر مدید مثمن مخبون مذال	فعلاتن فعلن فعلاتن فعلان	لب او آب بقا سخنش مایۂ جان قد او سرو سہی دہنش سر نہان

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر بسیط		
زحافات اسکے خبن وطی۔ قطع و حذذ۔ اذالہ وغیرہ ہین۔ اوزان مستعملہ یہ ہین۔		
بحر بسیط مثمن سالم	مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن	چون خار و خس در رہ شب افتادم و در پیت باشد کہ بر حال من افتد نظر ناگہت
بحر بسیط مثمن سالم و مخبون	مستفعلن فعلن مستفعلن فعلن	دانی چہ گفت مرا آن بلبل سحری تو خود چہ آدمی کز عشق بیخبری
بحر بسیط مثمن مخبون	مفاعلن فعلن مفاعلن فعلن	بچہرہ چون قمرے بہ لعل لب شکرے بہ غنچہ برگ گلے بزلف مشک ترے
بحر بسیط مثمن مطوی	مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن	یار کو قاصد مرے جا کے اگر دیکھنا میری طرف سے بھی تو ایک نظر دیکھنا
بحر بسیط مسدس سالم	مستفعلن فاعلن مستفعلن	بہ دستمندی مکن چندین ستم کو بہ بینا درد از عشق تو دم

مثال	ارکان بحر	بحر
دل تو ربودی بتا از برمن نیست بغیر تو کس دلبر من	مفتعلن فاعلن مفتعلن	بحر بسیط مسدس مطوی
گشتم بدسواز توسن نگارا آن به که یک ره کنی مدارا	مستفعلن فاعلن فعولن	بحر بسیط مسدس مخلع

بحر قریب

مثال	ارکان بحر	بحر
سرم از عرش بالاتر بگذرانی اگر گوئی کہ ہستی از بندگانم	مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن	بحر قریب سالم
خداوند جہان بخش شاہ عادل شہنشاہ جوان بخت زاد کامل	مفاعیل مفاعیل فاع لاتن	بحر قریب مکفوف
بسوی لب سر زلف مشکبار پریشانم و ہم تیرہ روزگار	مفاعیل مفاعیل فاعلان یا فاعلن	بحر قریب مکفوف مقصور یا محذوف

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر قریب اخرب عروض سالم و ضرب مسبغ	مفعولُ مفعولُ مفاع لاتن یا فاعلیان	شمشیر بہ تندہ کف دہندہ خود بہر چہ جز این بود محال است
بحر قریب اخرب مکفوف سالم	مفعولُ مفاعیل فاع لاتن	اے روے تو فہرست شادمانی وصل تو بہ از فصل نوجوانی
بحر قریب اخرب مکفوف مقصور یا محذوف	مفعولُ مفاعیلُ فاعلان یا فاعلن	با مردم ناساز گار طبع بیچارہ شود مرد سازگار

بحر جدید

زحافات اس کا خبن سے اوزان مستعملہ یہ ہیں۔	

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر جدید سالم	فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن	ہر شبم گوئی کہ فردا بیت خوش کنم چند فردا رفت شاید فردا کنی
بحر جدید مخبون	فعلاتن فعلاتن مفاعلن	صنما روے تو دیدم ز خود شدم گلے از باغ تو چیدم ز خود شدم

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر جدید مطوی	فاعلاتن فاعلاتن مفتعلن	من گرسنہ در برابر سفرۂ نان ہمچو عزبم بسدر حمام زنان (سعدی)

بحر مشاکل

زحافات اسکے تین ہین - کف - قصر - حذف - اوزان مستعملہ یہ ہین -

بحر	ارکان بحر	مثال
بحر مشاکل سالم	فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن	مثال نایاب
بحر مشاکل مکفوف مقصور	فاعلاتُ مفاعیلُ مفاعیل	بار غم کا اٹھانا ہے بُرا ہ داغ ہجر کا کھانا ہے برا آہ

نوٹ - مثمن و مسدس کے علاوہ مثلث و مثنیٰ و موحد بھی عرب مین مستعمل ہین مگر اہل فارس نے شاذ و نادر ان بحرون مین شعر کہے ہین مثلاً ؎ نو شد جہان زین نو بہار دل نو (بروزن مستفعلن سہ بار) یا ؎ بدخوبتے پر کیمیا (بروزن مستفعلن دو بار) یا ؎ اندر نگر - یا در سفر - یا در حضر - دیدی پسر - زرد خوشتر وغیرہ (بروزن مستفعلن یک بار)



گلستان سعدی

اور

نکات عروضی

(ماخوذ از رسالہ کہکشان لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۲۰ء)

مسلمانون مین جتنے قلیل الاستعداد و جید الاستعداد اصحاب ہین۔ اُن مین سے شاید ہی کوئی ایسا بدنصیب ہوگا جس نے گلستان سعدی نہ پڑھی ہو۔ طبقہ شعرا مین جتنے مبتدی و منتہی ہین۔ ان مین بھی شاید کوئی ایسا نہ ہوگا جس نے گلستان کا درس نہ لیا ہو۔ مگر آجکل کے شعرا سے اگر یہ پوچھا جائے (غیر شعرا سے مجھے بحث نہین) کہ آپ نے گلستان سعدی مین جو ابیات و قطعات پڑھے ہین۔ اونھین کلام موزون و مقفی سمجھ کر پڑھا ہے۔ یا انھین بھی نثر کی طرح غیر موزون سمجھ کر پڑھا ہے۔ اس کا جواب تو سب یہی دین گے۔ کہ نظم کو نظم اور نثر کو نثر سمجھکر پڑھا ہے۔ مگر مین عرض کرنے کی جرأت کرتا ہون۔ کہ گلستان ایسی سہل کتاب مین بھی کچھ اشعار ایسے ہین جن کے اوزان و تقطیع کی نسبت سوال کیا جائے تو شاید فی صدی نہین فی ہزار پانچ اصحاب ایسے نکل سکین گے۔ جو عروض کی کتابین دیکھنے کے بعد اوزان کا تعین اور تقطیع کر سکین گے۔ بات یہ ہے کہ مسلمانون نے جب کلام اللہ کو اٹھا کر طاق پر رکھدیا۔ تو خلیل احمد بصری سکاکی۔ محقق طوسی۔ محمد ابن قیس۔ سلمان ساوجی۔ ملا جامی۔ مفتی سعد اللہ۔ مولانا قدر بلگرامی وغیرہم کی جانکاہیون کی کیا قدر کرتے۔ مگر افسوس ہے تو اس کا کہ جو حضرات آجکل بزعم خود اپنے تئین خدائے سخن سمجھتے ہین وہ بھی کچھ ایسی ہی نظر آتے ہین۔ خواجہ شمس تبریزیؔ

حکیم ناصر خسرو حکیم قاآنی کے کلام کو موزون پڑھنا تو کجا گلستان سعدی کے بھی بعض بعض اشعار کو صحیح وزن کے ساتھ نہین پڑھ سکتے۔ افسوس ہے کہ جس علم کی تدوین مین علما نے اتنی دماغ سوزی کی وہ اس کس مپرسی کی حالت مین پڑا ہوا ہے۔ یون تو درسیات عربیہ مین علم عروض اب تک برائے نام داخل ہے۔ اور طلبہ محض امتحان پاس کرنے کی غرض سے کچھ بحور کے اوزان اور اُن کے بعض زحافات یاد کر لیتے ہین۔ اور تھوڑے ہی دنون مین بھول جاتے ہین۔ طلبہ کا تو کیا ذکر بڑے بڑے کہنہ مشق شعرا جو ہندوستان مین استاد مانے جاتے ہین۔ اساتذۂ عجم کے کلام کا مطالعہ کرتے وقت اس کا خیال بھی نہین کرتے۔ کہ اہل فارس نے کن کن مقامات پر کون کون سے عروضی نکات سے کام لیا ہے اور جب کسی شعر مین وزن کا اُمور چھوڑ سمجھ مین نہین آتا۔ تو کاتب کی غلطی پر محمول کر کے صحیح وزن کو غلط سمجھ لیتے ہین۔ یا حسب استعداد اپنے طریقہ پر کچھ الفاظ بدل کے اپنی دانست مین وزن ٹھیک کر لیتے ہین۔ ایسے لوگ اپنے نزدیک اُن اساتذہ کے کلام کو موزون بنا لیتے ہین۔ مگر اس اصلاح کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شاعر کے اصل کلام مین تحریف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ بعض شارحین (جن کی ادبی قابلیت مسلم ہی کیون نہ سمجھ لی جائے) نے بھی عروضی نکات سے خالی الذہن ہونے کے باعث اساتذہ کے کلام مین اپنی سمجھ کے مطابق مختلف نسخے تحریر کر دیئے ہین گویا اُن اساتذہ کے کلام پر اصلاح دی ہے۔ مگر اس اصلاح کی ضرورت فقط اس وجہ سے محسوس ہوئی۔ کہ انھین زحافات مستحضر نہ تھے۔ ورنہ زحافات پر استحضار ہوتا۔ تو کبھی تعین وزن مین شبہ نہ پیدا ہوتا۔ نہ کسی اصلاح کی ضرورت پیش آتی۔ مین اس تحریر مین گلستان سعدی سے کچھ اشعار پیش کرنا چاہتا ہون جن مین بعض اشعار تو ایسے ہین جن کے اوزان سے اہل ہند آشنا ہین مگر کچھ اشعار ایسے بھی ملین گے۔ جن کے اوزان کے تعین مین (زحافات کے استعمال ہونے سے) اکثر شعرا کو بوقت ضرورت دقتیں پیش آئین گی۔ ملاحظہ ہو۔ بیت

از دست و زبان کہ برآید
کز عہدۂ شکرش بدر آید

یہ بحر ہزج مسدس اخرب مکفوف مقصور یا محذوف ہے جس کا وزن مفعول مفاعیل فعولن

ہے۔ اس وزن سے ہندوستان کے شعرا بہت کم آشنا ہیں۔

تقطیع:۔ از دست مفعولُ۔ زبان کر مفاعیلُ۔ بر آید فعولن کز عہد مفعولُ شکرش ب مفاعیلُ۔ در آید فعولن۔

نوٹ۔ اس وزن میں یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ مفعول کا لام اور مفاعیل کی میم اور ف یہ تینوں حروف متحرک ہیں۔ اور یہ حرکات پے در پے واقع ہوئی ہیں۔ اور مفاعیلُ کا لام اور فعولن کی ف اور ع تینوں متحرک متواتر واقع ہوئے ہیں۔ علم عروض کا یہ مسئلہ مسلم ہے کہ جہاں تین حرکتیں پے در پے واقع ہوں۔ تو حرف اوسط کو ساکن کر دیتے ہیں۔ اور اسی کو تسکین اوسط کہتے ہیں۔ اور یہ زحاف اتنا کثیر الاستعمال ہے کہ ہر بحر میں ہر جگہ بلا تکلف اس سے کام لیا جاتا ہے۔ لہذا اس بحر میں بھی مفاعیل کی میم جب تسکین اوسط سے ساکن ہو کر مفعول کے لام سے مل جاتی ہے۔ تو رکن اول مفعولم ہو جاتا ہے۔ اور رکن دوم فاعیلُ باقی رہ جاتا ہے۔ اس مفعولم کو مفعولن سے بدل دیتے ہیں۔ اور فاعیلُ کو مفعولُ سے بدل دیتے ہیں۔ اور رکن آخر فعولن کو اپنے حال پہ چھوڑ دیتے ہیں تو یہ وزن پیدا ہوتا ہے مفعولن مفعولُ فعولن۔ اور اسی تسکین اوسط کا عمل رکن ثالث فعولن پہ ہوتا ہے۔ تو اس فعولن کی ف ساکن ہو کر رکن دوم سے مل جاتی ہے رکن دوم مفاعیلُ سے مفاعیلم ہو جاتا ہے۔ جسے مفاعیلن سے بدل دیتے ہیں۔ اور رکن سوم عولن باقی رہ جاتا ہے۔ اسے فعلن سے بدل دیتے ہیں۔ لہذا ایک دوسرا وزن مفعولُ مفاعیلن فعلن پیدا ہوتا ہے۔ اور جب اسی تسکین اوسط کا عمل اس بحر کے رکن دوم وسوم دونوں پر ہوتا ہے۔ تو اس کا پہلا رکن مفعولم اور دوسرا فاعیلف ہو جاتا ہے لہذا ان دونوں کو مفعولن سے بدل دیتے ہیں۔ اور تیسرا رکن عولن باقی رہ جاتا ہے جسے فعلن سے بدل دیتے ہیں۔ اب اس عمل سے تیسرا وزن مفعولن مفعولن فعلن پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی اسی تسکین اوسط کی بدولت مفعولُ مفاعیلُ فعولن سے اور تین اوزان (مفعولن مفعولُ فعولن مفعولُ مفاعیلن فعلن مفعولن مفعولن فعلن) پیدا ہو گئے لہذا ان چاروں اوزان کا باہمی اجتماع صحیح ہے۔ یعنی ایسے ہی نظم میں مفعولُ مفاعیلُ فعولن۔

مفعولن مفعولُ فعولن اور مفعولن مفعولن فعلن اور مفعولُ مفاعیلن فعلن آسکتے ہیں۔
واضح ہو کہ اس وزن مفعولُ مفاعیلُ فعولن کا تیسرا رکن مفاعیل بھی آتا ہے۔ جو رکن سالم مفاعیلن کا رکن مقصور ہے۔ اور فعولن اسی مفاعیلن کا رکن محذوف ہے۔ اگر اس وزن کا رکن مفاعیل (مقصور) رکھا جائے۔ تو یہ صورت قرار پائے گی مفعولُ مفاعیلُ مفاعیل۔ اب اگر اس میں پھر تسکین اوسط کے زحاف سے کام لیا جائے۔ تو یہ عنوان مذکورۂ بالا اس وزن سے بھی اور تین اوزان پیدا ہو جائیں گے۔ یعنی ایک وزن تو مفعول مفاعیل مفاعیل ہے۔ دوسرا وزن مفعولن مفعولُ مفاعیل ہوگا تیسرا وزن مفعولن مفعولن مفعول چوتھا مفعول مفاعیلن مفعول پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا ان آٹھوں اوزان کا اجتماع صحیح ہے:۔
(۱) مفعولُ مفاعیل فعولن (۲) مفعولُ مفاعیلن فعلن (۳) مفعولن مفعولُ فعولن (۴) مفعولن مفعولن فعلن (۵) مفعولُ مفاعیلُ مفاعیل (۶) مفعولن مفعولُ مفاعیل (۷) مفعولن مفعولن مفعول (۸) مفعول مفاعیلن مفعول۔

بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیرِ خویش   عذر بدرگاہِ خدا آورد
ورنہ سزاوارِ خداوندیش   کس نتواند کہ بجا آورد

بحرِ سریع مسدس مطوی موقوف یا مکسوف۔ وزن مفتعلن مفتعلن فاعلات یا فاعلن۔
تقطیع:۔ بندہ ہما مفتعلن۔ بہ کہ زتق مفتعلن۔ صیرِ خیش فاعلان۔ عذر بدر مفتعلن۔ گاہِ خدا مفتعلن آورد فاعلن۔

نوٹ۔ اس وزن میں بھی ایک یا دونوں مفتعلن کو تسکین اوسط سے مفعولن بنا لینے کا اختیار ہے۔ نظامی کہتے ہیں ؎

ہست کلید درِ گنجِ حکیم   بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وزن مفتعلن مفتعلن فاعلان   مفعولن مفعولن فاعلان

قطعہ
اے کریمے کہ از خزانۂ غیب   گبر و ترسا وظیفہ خور داری

دوستان را کجا کنی محروم | تو کہ با دشمنان نظر داری

بحر خفیف مسدس مخبون مقصور یا محذوف۔ وزن فاعلاتن مفاعلن فعلان یا فعلن۔ صدر وابتدا میں فاعلاتن (رکن سالم) اور فعلاتن (مخبون) بھی آتا ہے۔ عروض وضرب میں فعلن (بکسر عین مخبون محذوف) فعلان بکسر عین مخبون مقصور) فعلن (بہ سکون عین ابتر) اور فعلان (بہ سکون مشعث مقصور) بھی آتا ہے۔ یہ بحر ہندوستان میں عام طور پر رائج ہے۔ لہذا مزید تفصیل کی ضرورت نہیں۔ قطعہ

ابر و باد و مہ خورشید و فلک درکار اند | تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار | شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

بحر رمل مخبون مقصور محذوف۔ وزن فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن۔ یہ وزن بھی ہندوستان میں عام طور پر مستعمل ہے۔ مگر اس کے بعض نکات آگے چل کر کسی بیت کی تحت میں بیان کئے جائیں گے۔ یہاں بس اتنا کہدینا چاہتا ہوں کہ اس وزن کے صدر وابتدا میں رکن سالم (فاعلاتن) اور رکن مخبون (فعلاتن) دونوں آتے ہیں۔ اور عروض وضرب میں فعلن فعلان فعلن۔ فعلان چاروں ارکان آتے ہیں ؎

بیت

چہ غم دیوار امت را کہ دارد چون تو پشتیبان
چہ باک از موج بحر آن را کہ باشد نوح کشتیبان

بحر ہزج مثمن سالم۔ وزن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن۔ یہ وزن بھی ہندوستان میں عام طور پر مستعمل ہے۔ اردو گویوں میں بعض حضرات کو میں نے یہ کہتے سنا ہے۔ کہ اس کے عروض وضرب میں تسبیغ نہ لانا چاہیئے۔ مگر اساتذہ عجم اور نیز اساتذہ اردو کے کلام پر نظر کرتے ہوئے یہ احتیاط فضول معلوم ہوتی ہے ؎

بیت: کرم بین و لطف خداوندگار | گنہ بندہ کردہ است واو شرمسار

بحر متقارب مثمن مقصور محذوف وزن فعولن فعولن فعولن فعول یا فعل۔

(قطعه)

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز | کان سوختہ را جان شد و آواز نیامد
این مدعیان در طلبش بے خبرانند | کان را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور یا محذوف۔ وزن مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیل یا فعولن۔

(قطعه)

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم | وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر | ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور یا محذوف۔ وزن مفعولُ فاع لات مفاعیلُ فاع لات یا فاع لن۔ بحر مضارع مثمن سالم کا وزن تو یہ ہے :۔ مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن مگر جب مفاعیلن (رکن سالم) پر زحاف خرب کا عمل ہوا۔ تو مفعولُ (بہ ضمِ لام) ہو گیا۔ اور فاع لاتن (منفصل) پر جب کف نے عمل کیا۔ تو فاع لاتُ (بہ ضمِ تا) ہو گیا۔ اور تیسرے رکن مفاعیلن پر جب کف کا عمل ہوا۔ تو مفاعیلُ (بہ ضمِ لام) ہو گیا اور چوتھے رکن فاع لاتن (منفصل) پر جب قصر نے عمل کیا۔ تو فاع لات (بہ سکونِ تا) ہو گیا۔ اور اسی فاع لاتن پر جب حذف کا عمل ہوا۔ تو فاع لن ہو گیا۔ اور ان سب زحافات کے عمل سے وزن مفعول فاع لاتُ مفاعیلُ فاع لات یا فاع لن پیدا ہوا۔

نوٹ ۔ اس وزن میں ایک نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ رکن فاع لات کی ت اور رکن سوم مفاعیلُ کی میم اور ف یہ تینوں حروف پے در پے متحرک آ گئے ہیں۔ اور جب تین حروف پے در پے متحرک آئیں۔ تو حرفِ اوسط کو ساکن کر دیتے ہیں۔ اور اسی کا نام تسکین اوسط ہے۔ لہذا یہاں تین حرف متحرک یعنی ت۔ م۔ ف میں سے درمیانی حرف میم ساکن ہو کر اپنے ماقبل یعنی ت سے مل جاتا ہے۔ تو اس وزن کا رکن دوم فاع لاتُ سے فاع لاتم ہو گیا۔ اور فاع لاتم کو فاعلاتن سے بدل دیتے ہیں۔ اور جب مفاعیل کی میم ساکن ہو کر اپنے ماقبل سے مل گئی۔ تو مفاعیل کی

جگہ فاعیل باقی رہ گیا۔ لہذا اس فاعیل کو مفعول سے بدل دیتے ہیں۔ اب مفعول فاع لاتُ مفاعیل فاع لات میں تسکین اوسط کے عمل سے ایک دوسرا اوزان مفعول فاع لاتن مفعولُ فاع لات پیدا ہوگیا۔ ان دونوں اوزان کا اجتماع ایک ہی نظم میں صحیح ہے۔ حکیم قاآنی کہتا ہے ؎

دوشم ندا رسید ز درگاہ کبریا کاے بندہ کبر بہتر ازین عجز یار یا

اس کا وزن تو صاف ہے مفعولُ فاع لاتُ مفاعیل فاع لن مگر اسی قصیدہ کا ایک شعر یہ ہے

؎ مقتول را ز قاتل باطل بود تقاص مظلوم را ز ظالم لازم بود جفا

اس شعر میں وہی تسکین اوسط کا زحاف واقع ہوا ہے۔ یعنی رکن دوم بجائے فاع لاتُ فاع لاتن آیا ہے۔ لہذا ان دونوں اوزان کا اجتماع صحیح ہے۔ اسی وزن میں میری ایک غزل کا ایک شعر یہ بھی ہے ؎

خود نفس بے حیائے کی زندگی حرام پھر کیا ضرور شکوہ عمر دراز کا
مفعول فاع لاتن مفعول فاع لات مفعول فاع لاتن مفعول فاعلن

بیت

جمال ہمنشین در من اثر کرد وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

بحر ہزج مسدس مقصور یا محذوف۔ وزن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل یا فعولن۔

زبان بریدہ بکنجے نشستہ صمٌ بکم بہ از کسیکہ نباشد زبانش اندر حکم

بحر مجتث مخبون محذوف یا مشعث محذوف۔ وزن مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان یا فعلن۔ بحر مجتث سالم کا وزن مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن ہے رکن اول مس تفع لن مخبون ہوکر مفاعلن ہوگیا۔ اور رکن دوم فاعلاتن مخبون ہوکر فعلاتن ہوگیا۔ رکن سوم میں پھر خبن واقع ہوا۔ یعنی مس تفع لن سے مفاعلن ہوگیا۔ اور رکن چہارم فاعلاتن (یعنی عروض وضرب) میں کئی زحاف واقع ہوتے ہیں۔ یعنی جب فاعلاتن پر جبر کا عمل ہوتا ہے۔ تو فعلن

(بہ سکون عین) ہو جاتا ہے - اور جب اسی فاعلاتن پر خبن وحذف دونوں کا عمل ہوتا ہے۔
تو فعلن (بکسر عین) ہو جاتا ہے جب خبن وقصر کا عمل ہوتا ہے - تو فعلان (عین مکسور) ہو جاتا
ہے - اور جب تشعیث وقصر واقع ہوتا ہے - تو فعلان (عین ساکن) ہو جاتا ہے - یعنی عروض و
ضرب میں فعلن - فعلان - فعِلن - فعِلان چاروں صورتوں کا اجتماع صحیح ہے - یہ تو عروض و
ضرب کی مختلف صورتیں تھیں - اب حشو میں فعلاتن (رکن مخبون) پر جب تسکین اوسط کا زحاف
وارد ہوتا ہے - تو مفعولن ہو جاتا ہے - ان سب زحافات کے عمل سے اسی ایک وزن مفاعلن
فعلاتن مفاعلن فعلن سے مندرجہ ذیل آٹھ اوزان پیدا ہوتے ہیں -

(۱) مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعِلن (۲) مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان (۳) مفاعلن
فعلاتن مفاعلن فعلن (۴) مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان (۵) مفاعلن مفعولن مفاعلن فعِلن
(۶) مفاعلن مفعولن مفاعلن فعِلان (۷) مفاعلن مفعولن مفاعلن فعِلن (۸) مفاعلن مفعولن
مفاعلن فعِلان - ان سب اوزان کا باہمی اجتماع صحیح ہے - اس وزن میں تسکین اوسط (یعنی بجائے
فعلاتن مفعولن لانا) کی سند میں مندرجہ ذیل اشعار کافی ہیں - ؎

عرفی

از ان من گردید ند طائران حرم
کہ ہر نوا کہ شنیدم شناختم کہ کجاست

تقطیع :- ازان من مفاعلن - گردیدن مفعولن - د طائرا مفاعلن - نِ حرم فعِلن کہ
ہر نوا مفاعلن - کہ شنیدم فعلاتن - شناختم مفاعلن - کہ کجاست فعِلان -

صائب

ز چرخ شیشۂ د از آفتاب ساغر کن
بطاق نسیان بگذار جام مینا را

تقطیع :- ز چرخ شی مفاعلن - شہ د از آ فعلاتن - فتاب سا مفاعلن - غر کن فعلن بطاقِ
نس مفاعلن - یا (ن) بگذا مفعولن - ر جام می مفاعلن - نا را فعلن -

خسرو

نفیر و نالۂ خلق از جفائے خار بود
اگر ز بلبل پرسی جفائے گل تر است

تقطیع :- نفیر نامفاعلن - رِ خالقِ فعلاتن - جفا رِ خا مفاعلن رِ کو فعِلن اگر زِ بل مفاعلن
بل پُرسی مفعولن - جفا رِ گل مفاعلن - تر ست فعلان -

جلال لکھنوی -

خدا سلامت رکھے بتوں کی ٹھوکر کو
کر یہ جگاتی ہے سوئے ہوئے مقدر کو

تقطیع :- خدا سلا مفاعلن - مت ر کھ کھے مفعولن - بتو (ن) کٹھو مفاعلن - کر کو فعلن
کر یہ جگا مفاعلن - ت ہ سوئے فعلاتن - ہوئے مقد مفاعلن - در کو فعلن

یاس عظیم آبادی

چلے چلو دل آگاہ کے اشارے پر
محال و ممکن سب اس کے اختیار میں ہے

تقطیع :- چلے چلو مفاعلن - دلِ آگا فعلاتن - ہ کے اشا مفاعلن - رے پر فعلن محال
و مم مفاعلن - کن سب اس مفعولن کے اخ تیا مفاعلن ر م ہے فعِلن -

یاس عظیم آبادی

ہمارا رنگ سخن یاس کوئی کیا جانے
سوائے آتش ہے کون ہمزبان اپنا

تقطیع :- ہمارا رن مفاعلن - گ سخن یا فعلاتن - س کوئی کا مفاعلن - جانے فعلن سوائے
آ مفاعلن - تش ہے کو مفعولن - ن ہم زبا (ن) مفاعلن - اپنا فعلن ؎

دولت جاوید یافت ہر کہ نکو نام زیست
کز عقبش ذکر خیر زندہ کند نام را

بحر منسرح مثمن مطوی موقوف یا مکسوف - وزن مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات
یا فاعلن -

نوٹ - اس وزن میں مفتعلن کی جگہ پر مفعولن اور مفاعلن بھی آتا ہے - کیونکہ رکن سالم
اس کا مستفعلن ہے - مستفعلن کو خبن کے ذریعہ سے مفاعلن اور طے کے ذریعہ سے مفتعلن
بنا لیتے ہیں - اور کبھی مفتعلن کو تسکین اوسط سے مفعولن بنا لیتے ہیں - لہذا مفتعلن - مفعولن اور

مفاعلن کا باہمی اجتماع صحیح ہے۔ مولانا جمال الدین عبدالرزاق اصفہانی (خلاق المعانی کمال اصفہانی کے پدر بزرگوار) اپنے ہمعصر خاقانی شروانی کی نسبت فرماتے ہین ؎

کیست کہ پیغام من بہ شہر شروان برد | یک سخن از من بدان مرد سخندان برد
مفتعلن فاعلن مفاعلن فاعلن | مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن

یہان "بہ شہر شر" کی تقطیع مفتعلن سے نہیں بلکہ مفاعلن سے ہوگی جو مستفعلن کا رکن مخبون ہے پھر فرماتے ہین ؎

گو یدخاقانیا این ہمہ ناموس چیست | نہ ہر کہ دو بیت گفت لقب خاقانی برد
مفعولن فاعلن مفتعلن فاعلات | مفاعلن فاعلات مفاعلن فاعلن

یہان "گو یدخا" کی تقطیع مفعولن سے ہوگی۔ اور "نہ ہر کہ دو" کی تقطیع مفاعلن سے ہوگی اسی طرح "لقب خا" کی تقطیع بھی مفاعلن سے ہوگی پھر فرماتے ہین ؎

ہنوز گویندگان ہستند اندر عراق | کہ قوت ناطقہ مدد از ایشان برد

یہان "ہنوز گو" کی تقطیع رکن مخبون یعنی مفاعلن سے ہوگی۔ اور "ہستند" کی تقطیع مفعولن سے ہوگی اور الف وصل کو باقی رکھ کر رکن سالم مستفعلن سے تقطیع کرنا بھی صحیح ہے۔ اسی طرح "کہ قوت" کی تقطیع مفاعلن سے اور "مدد از" کی تقطیع بھی مفاعلن سے ہوگی لہذا یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مستفعلن کے رکن مخبون کی جگہ مطوی اور مطوی کی جگہ مخبون یعنی مفتعلن کی جگہ مفاعلن اور مفاعلن کی جگہ مفتعلن لانے سے اور پھر مفتعلن کو بذریعہ تسکین اوسط مفعولن بنا لینے سے شعر خارج اوزن نہیں ہوتا۔ چنانچہ بحر رجز مین بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ مستفعلن کے رکن مخبون کی جگہ رکن مطوی اور رکن مطوی کی جگہ مخبون لاتے ہین۔ اور رکن مطوی (مفتعلن) کو تسکین اوسط سے وہان بھی مفعولن بنا لیتے ہین۔

مین نے بھی اسی بحر منسرح مین (جس مین سعدی اور مولانا جمال الدین عبدالرزاق اصفہانی کے مذکورہ بالا اشعار پیش کئے گئے ہین۔) ضرورۃً تین شعر کہے تھے۔ اور خبن وطی و تسکین وسط

سے کام لیا تھا وہ اشعار یہ ہیں ؎

آج وہ کیوں زیر خاک سوتے ہیں آرام سے — کانوں پہ رکھتے تھے ہاتھ جو موت کے نام سے

دنیا کی ہے آرزو نہ دین کی آرزو — اڑے ہیں ہوش ایسے اب گردش ایام سے

جلوہ معنی کجا - دیدہ حیران کجا

باز آؤ یاس اس آرزوے خام سے

لکھنؤ میں اکثر حضرات نے ان اشعار کی تقطیع کرنے کی ہمت نہیں کی۔ لکھنؤ کے بعض مشاہیر سے میرے ان اشعار کی تقطیع بھی بذریعہ خط و کتابت دریافت کی گئی۔ مگر جواب [illegible] ست۔ ہاں انہیں حضرات مشاہیر میں سے میاں ثاقب نے یہ جسارت کی کہ میرے اشعار کو توڑ مروڑ کر کسی نہ کسی رکن پہ بٹھا دیا۔ مگر جن لوگوں کو تقطیع حقیقی و غیر حقیقی میں امتیاز نہ ہو۔ وہ [illegible] بحور و زحافات کا ادھیڑ کیا سمجھ سکتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تقطیع کرتے وقت خوب خوب غوطے کھائے۔ موزون طبع کتنے ہی کہنہ مشق ہوں۔ لیکن فن کی اہمیت اور خصوصاً علم عروض کے پیچیدہ نکات کو سمجھ لینا ایسے لوگوں سے نہایت مستبعد ہے۔ افسوس ہے کہ حضرت آوج اعلی اللہ مقامہ کے ساتھ لکھنؤ سے علم عروض کا مذاق بھی اٹھ گیا۔

تا مرد سخن نگفتہ باشد — عیب و ہنرش نہفتہ باشد

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالی است — شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

بحر [illegible] مسدس اخرب مقصور محذوف۔ وزن مفعول مفاعلن مفاعیل یا فعولن یہ وزن [illegible] نہایت مشہور [illegible] ہے۔ چنانچہ مثنوی گلزار نسیم اسی بحر میں ہے۔ اس وزن میں [illegible] اور [illegible] زحافات سے ایک دوسرا وزن مفعولن فاعلن مفاعیل یا فعولن پیدا ہو جاتا ہے اور دونوں کا اجتماع صحیح ہے۔ قطعہ

اے سیر ترا نان جوین خوش ننماید — معشوق من است آنکہ بہ نزدیک تو زشت است

حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف — از دوزخیان پرس کہ اعراف بہشت است

بحر ہزج مثمن خرب مکفوف مقصور یا محذوف - وزن مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل یا فعولن -

اس قطعہ کے تیسرے مصرع کو (جس کا وزن مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیل ہے) جو لوگ عروض نہیں جانتے ناموزون سمجھیں گے یا کاتب کی غلطی پر محمول کریں گے - لیکن در اصل یہ مصرع خارج الوزن نہیں ہے - کیونکہ یہاں بھی اسی تسکین اوسط کے زحاف سے کام لیا گیا ہے یعنی رکن دوم مفاعیل سے مفاعیلن ہو گیا ہے -

تقطیع :- اے سیر مفعول - ترا ناین مفاعیل - جوئی خوش مفاعیل - نماید فعولن - معشوق مفعول - منس تا (ن) کہ مفاعیل - بنزدیک مفاعیل - تیز عش نشست مفاعیل - حوران مفعول - بہشتی را مفاعیلن - دوزخ سب مفعول - و دو عراف مفاعیل از دو دز مفعول - نیا (ن) پرس مفاعیل - کر اعراف مفاعیل - بہش نشست مفاعیل - اسی بحر میں حکیم ناصر خسرو علوی کا ایک قصیدہ ہے جس کا مطلع یہ ہے :-

در بند مدارا کن و در بند میان را
در پیش مکن سیرہ المستملکت دارا

ان دونوں مصرعوں کا وزن صاف ہے - مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن مگر اسی قصیدے کے بہتیرے اشعار ایسے ہیں - جو عوام کو ناموزون معلوم ہوں گے مثلاً :-

اے ہم نشین دیو از همگان نیز
بر راہ خرد رو نہ مگس باش نہ عنقا

اس شعر کا دوسرا مصرع تو صاف ہے - مگر پہلے مصرع میں وہی تسکین اوسط کا زحاف آ گیا ہے - یعنی دوسرے رکن (مفاعیل) کی میم ساکن ہو کر ماقبل سے مل گئی - تو یہ وزن پیدا ہو گیا - مفعولن مفعول مفاعیل مفاعیل تقطیع :-

اے پرس مفعولن - من شین مفعول - سبزہ مفاعیل - مگان نیز مفاعیل - اسی قصیدہ کا شعر ہے :-

پر کینہ مباش از ہمگان دائم چون خار
نہ تیز زبون باش بیک بار چو خرما

اس شعر کا بھی دوسرا مصرع صاف ہے۔ مگر پہلے مصرع کا وزن مفعول مفاعیل مفاعیلن مفعول ہے۔

تقطیع :- پر کینہ مفعول - مباش از مفاعیل - ہمگا (ن) دائم مفاعیلن - چون خار مفعول
اس مصرع میں چوتھے رکن کی میم ساکن ہو کر ماقبل سے مل گئی - تو رکن سوم مفاعیل سے مفاعیلن ہو گیا - اور چوتھا رکن فاعیل باقی رہ گیا جسے مفعول سے بدل دیا پھر کہتا ہے۔

چون یار موافق نہ بود تنہا بہتر
تنہا بہ صد بار چو نادانت ہمتا

اس شعر کے دونوں مصرعوں میں تسکین اوسط واقع ہوا ہے۔ پہلے مصرع کا وزن مفعول مفاعیل مفاعیلن فعلن اور دوسرے مصرع کا وزن مفعولن مفعول مفاعیلن فعلن ہے۔

تقطیع :- چون یار مفعول - موافق نہ مفاعیل - بود تنہا مفاعیلن - بہتر فعلن - تنہا بہ مفعولن - صد بار مفعول - چو نادانت مفاعیلن - ہمتا فعلن -

جو لوگ سعدی کے اس مصرع (حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف) کو ناموزون سمجھتے ہیں وہ نہ معلوم علیم ناصر خسرو کے ان اشعار کو کس حد تک ناموزون سمجھیں گے مگر اہل نظر ان اشعار کو دیکھنے کے بعد سمجھ سکتے ہیں کہ مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل یا فعولن کے رکن دوم و سوم چہارم - یعنی تینوں ارکان میں تسکین اوسط کا زحاف لگایا جا سکتا ہے جس سے مندرجہ ذیل اوزان پیدا ہوتے ہیں اور ان سب کا باہمی اجتماع صحیح ہے۔

(۱) مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل (۲) مفعولن مفعول مفاعیل مفاعیل (۳) مفعولن مفعولن مفعول مفاعیل (۴) مفعولن مفعولن مفعولن مفعول (۵) مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیل (۶) مفعول مفاعیلن مفعولن مفعول (۷) مفعول مفاعیل مفاعیلن مفعول (۸) مفعولن مفعول

مفاعیلن مفعول

چوتھا رکن بجائے مفاعیل اگر فعولن رکھا جائے۔ تو اسی طرح مختلف اوزان پیدا ہوتے ہین۔ اور ان سب کا اجتماع صحیح ہے۔ فرد

زر بدہ مرد سپاہی را تا سر بدہد
وگرش زر ندہی سر بنہد در عالم

بحر رمل مثمن مخبون مقصور یا محذوف۔ اس بحر کا وزن جو عام طور پر مستعمل ہے۔ وہ فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن ہے۔ مگر اس شعر کے مصرع اول کے تیسرے رکن فعلاتن پر تسکین اوسط کا عمل ہوا ہے۔ یعنی فعلاتن کی جگہ مفعولن آیا ہے۔ چنانچہ مصرع اول کا وزن یہ ہے فاعلاتن فعلاتن مفعولن فعلن۔ تقطیع!۔

زر بدہ مر فاعلاتن۔ د سپاہی فعلاتن۔ را تا سر مفعولن۔ بدہد فعلن وگرش زر فعلاتن۔ ندہی سر فعلاتن۔ بنہد در فعلاتن۔ عالم فعلن۔

اس بحر کے صدر و ابتدا مین رکن سالم و مخبون یعنی فاعلاتن اور فعلاتن کا اجتماع صحیح ہے۔ چنانچہ "زر بدہ مر" بروزن فاعلاتن اور وگرش زر بروزن فعلاتن آیا ہے سعدی کا یہ شعر بھی تمام طور پر حیرت مین ڈالنے والا ہے۔ مگر یہان بھی اسی تسکین اوسط کا عمل ہوا ہے امیر خسرو دہلوی فرماتے ہین ؎

نہ کہ من تنہا در عہد تو بیدل ماندم
کہ دل شہر از ان نرگس پر افسون رفت

مصرع اول کا رکن دوم بروزن مفعولن آیا ہے۔

ہم مرا داغ کند یارب در تو نرسد
یارب خسرو کز دست تو بر گردون رفت

خسرو

یہان دوسرے مصرع کے رکن دوم مین تسکین اوسط واقع ہوا ہے۔

انوری گفتہ است ؎

ہم بران گونہ کہ از حجرہ ابر شب
رخ شرمندۂ سپید سر و نظارہ

دلم از جائے بشد ناگہ و بجزو شبدم
حیا بدریدم و اشک از مژگان کرد و قطار

ان دونوں اشعار کے مصرعہائے ثانی کے تیسرے رکن پر تسکین اوسط سے کام لیا گیا ہے

نوٹ۔ اس وزن میں اور ایک نکتہ قابل ذکر یہ ہے کہ عرفی کے اس مقطع پر

بیش عرفی مدہ از دست عنان دل صیاد
خویش را ابلہ نمودہ است ولے ابلہ نیست

بعض لوگوں کی طرف سے یہ اعتراض وارد کیا گیا تھا کہ ایک جگہ ابلہ کی "ہ" تقطیع سے ساقط ہوتی ہے۔ اور چونکہ ابلہ میں ہائے ملفوظی نہیں بلکہ ہائے مظہرہ ہے۔ اس لئے اس "ہ" کا تقطیع سے ساقط ہونا سخت معیوب ہے۔ مگر یہ اعتراض محض اسی بنا پر تھا کہ اس مصرع کی تقطیع فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان کے وزن پر کی گئی تھی۔ حالانکہ اس کی تقطیع فاعلاتن فاعلاتن فعلاتن فعلان کے وزن پر کرنا چاہیئے یعنی دوسرے مصرع کے پہلے دونوں ارکان سالم ہیں

تقطیع: خیش را اب فاعلاتن۔ لہ نمودس فاعلاتن۔ ت ولے اب فعلاتن۔ لہ نیست فعلان۔ یعنی رکن دوم بجائے فعلاتن۔ فاعلاتن قرار پائے گا۔ کیونکہ رکن مزاحف کی تقطیع رکن سالم سے کرنا صحیح کیا معنی اصح ہے۔ لہذا عرفی کے اس مقطع سے ثابت ہے کہ فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان اور فاعلاتن فاعلاتن فعلاتن فعلان کا اجتماع بھی صحیح ہے۔ رکن سالم و رکن مزاحف کے اجتماع کی سندیں اس مقام پر پیش کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ عرفی آپ اپنی سند ہے

قطعہ

نہ بہ اشتر بر سوارم نہ چو اشتر زیر بارم
نہ خداوند رعیت نہ غلام شہریارم

غم موجود و پریشانی معدوم ندارم
نفسے میزنم آسودہ و عمرے میگذارم

سعدی کے اس قطعہ کو دیکھ کر اکثر حضرات بہت چکرائیں گے ہندوستان میں عام طور پر
بحر رمل مثمن سالم، مقصور محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات یا مثمن مخبون مقصور
محذوف فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن مستعمل ہے مگر اس قطعہ کے پہلے دو مصرعوں کا وزن
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن ہے۔ یعنی چاروں ارکان سالم ہیں۔ کوئی مزاحف
نہیں ہے اور تیسرے مصرع کے چاروں ارکان مخبون یعنی فعلاتن ہیں۔

تقطیع:۔ نہ بہ اشتر فاعلاتن۔ بر سوارم فاعلاتن۔ نہ چو اشتر فاعلاتن۔ زیر بارم
فاعلاتن۔ نہ خداون فاعلاتن۔ د رعیت فاعلاتن۔ نہ غلام فاعلاتن۔ شہریارم فاعلاتن۔
غم موجود فعلاتن۔ و پریشان فعلاتن۔ ی معدو فعلاتن۔ م ندارم فعلاتن۔ نفسے می فعلاتن۔
زنم آسو فعلاتن۔ دہ بعمرے فعلاتن۔ می گذارم فاعلاتن اس قطعہ سے ثابت ہے کہ
رمل مثمن سالم میں .... لیکن سالم و مزاحف کا اجتماع
بھی صحیح ہے۔

گوئی بگ۔ جان می گسلد زمزمہ ناسازش
ناخوشتر از آوازۂ مرگ پدر آوازش

بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف سالم۔ وزن مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیلن
واضح ہو کہ اس وزن کے ساتھ مفعولُ مفاعیلن مفعول مفاعیل کا اجتماع بھی صحیح ہے
وجہ یہی ہے کہ مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیلن کے تیسرے رکن پر تسکین اوسط کا
زحاف عمل کرتا ہے۔ تو اس سے دوسرا وزن مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن پیدا
ہو جاتا ہے۔ دیکھو معیار الاشعار محقق طوسی۔ .... شفق لکھنوی نے ایک نظم کی قوالی کے
دو مختلف مصرعے یہ ہیں ؎

مشرق کا سرا اٹھ کر مغرب سے ملا دیں گے
وقت آنے دو وقت آنے دو پھر تم کو بتا دیں گے

دوسرے مصرع پر جناب آرزو لکھنوی کا اعتراض تھا کہ اس مصرع مین ایک سبب خفیف یعنی لفظ "پھر" کے قبل جو لفظ "دو" آیا ہے بڑھتا ہے لہذا مصرع ناموزون ہے۔ جناب صفی سے دریافت کیا گیا۔ تو اُن کی طرف سے کاتب کی غلطی کا عذر پیش کیا گیا کہ کاتب نے "پھر سے پہلے" "دو" کی لفظ بڑھا دی اور در اصل اُن کا مصرع یون ہے۔

وقت آئے دو وقت آنے پھر تم کو بتا دین گے

میان صفی کا مصرع اگر یون ہی ہے تو اُس مین زبان کا بڑا بھاری سقم پیدا ہوتا ہے۔ میرے خیال مین تو جناب صفی کا مصرع پہلے جیسا تھا وہی صحیح ہے۔ (یعنی وقت آنے دو وقت آنے دو پھر تم کو بتا دین گے) کیونکہ مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیلن اور مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن کے اجتماع سے وزن مین فرق نہین آتا۔ میان صفی نے اپنے صحیح مصرع کو بھی میان آرزو کے غلط اعتراض کی بنا پر غلط سمجھ لیا۔ مگر جو لوگ عروض جانتے ہین۔ اور اساتذہ کے کلام پر نظر رکھتے ہین وہ جناب صفی کے اس مصرع کو غلط نہین کہہ سکتے۔ اس وزن کے صحیح ہونے کے ثبوت مین سعدی کی مذکورۂ بالا مثال بہت کافی ہے۔ اور معیار الاشعار سے بھی ان دونون اوزان کا باہمی اجتماع صحیح ثابت ہوتا ہے۔ قطعہ

دانی چہ گفت مرا آن بلبل سحری ‏ ‏ ‏ تو خود چہ آدمی کز عشق بے خبری

اشتر بشعر عرب در حالت است و طرب ‏ ‏ ‏ گر ذوق نیست ترا کژ طبع جانوری

بحر بسیط سالم و مخبون۔ بوزن مستفعلن فعلن مستفعلن فعلن۔ اکثر حضرات ان اشعار کی ٹانگیان پسلیان اس طرح توڑتے ہین۔ کہ افسوس ہوتا ہے۔ ان اشعار کے متعلق مولانا قدر بلگرامی نے قواعد العروض مین ایک دلچسپ نقل تحریر کی ہے۔ کہ ایک صاحب ذوق سعدی کے اسی قطعہ کو بر وزن مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن پڑھ رہے تھے یون۔ دانی چہ گفت مرا آن بلبل سحری۔ گر ذوق نیست ترا کژ طبع جانوری۔ اشتر بشعر عرب در حالت است و طرب تو خود چہ آدمی کز عشق بے خبری مرا سحری تا۔ جانوری عرب طرب۔ آدمی۔

بجزی۔ ان آٹھوں الفاظ کو زبان مبارک سے مشدد ادا کرتے تھے۔ ایک صاحب صناعت نے ہر چند کہا کہ ظالم الفاظ کا گلا کیوں گھونٹتا ہے۔ ارے یہ قطعہ بحر بسیط میں ہے جس کا وزن مستفعلن فعلن مستفعلن فعلن ہے۔ صحیح کیوں نہیں پڑھتا مگر اس نے ایک نہ سنی وہ اپنی ہی دھن میں مست تھا۔ آخر بمشکل یہ جواب دیا کہ ہاں الفاظ تو اس طرح صحیح ہو جائیں گے مگر اشعار کی موزونیت میں جو جا بجا سکتہ پڑ جائے گا اس کا کیا علاج۔ ہائے رے ذوق بے صناعت۔ صاحبان ذوق بے صناعت صفی کے اس مصرع (وقت آنے دو وقت آنے دو پھر تمکو بتا دوں گے) کو ناموزون سمجھ کر اگر دھوکا کھائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اسی ذوق بے صناعت کے باعث صفی نے اپنے اس موزون مصرع کو (وقت آنے دو وقت آنے پھر تمکو بتا دیں گے) سے بدل دیا۔ حالانکہ "وقت آنے" کوئی دیہاتی بھی نہیں بولتا۔ اس اصلاح میں اور بلبل سحری۔ اور جانوری میں تھوڑا ہی سا فرق ہے۔

(مرزا یاس عظیم آبادی)

میان ثاقب کی عروض دانی

(ماخوذ از رسالہ خیال بابت دسمبر ۱۹۱۵ء)

مین نے بعض بیگانۂ فن اور مشیخت مآب شعرا (جو محض موزونیٔ طبع کی بدولت کبھی کبھی پسندیدہ اشعار بھی کہہ لیتے ہین مگر جہل مرکب کے زعم مین خود کو میر و غالب کا ہمسر سمجھتے ہین) کی آزمایش کے لیے بحر منسرح مین چند شعر کہے تھے اور جن مین ان وتد و سبب مین اوسط کے زحافات سے کام لیا تھا میرے وہ اشعار یہ ہین

آج وہ کیون زیر خاک سوتے ہین آرام سے ۔۔۔ کانون پہ رکھتے تھے ہاتھ جو موت کے نام سے
دنیا کی آرزو نہ دین کی آرزو ۔۔۔ اوڑے ہین ہوش ایسے اب گردش ایام سے
جلوۂ معنی کجا دیدۂ حیران کجا ۔۔۔ باز آؤ یاس اس آرزوے خام سے

ایک صاحب نے یہی تینون شعر نقل کر کے (مقطع مین یاس کی جگہہ کچھ اور لکھ دیا تھا) میان صفی و عزیز و ثاقب صاحب کے پاس تقطیع کرنے کے لیے بھیج دیے ۔

صفی و عزیز نے تو بالکل سکون کھینچی ۔ باوجود تاکیدی خطوط روانہ کرنے کے کوئی جواب ندیا مگر میان ثاقب نے بیدھڑک جو جی مین آیا لکھ مارا ۔ ان تینون اشعار کو بحر منسرح سے بحر بسیط مین لے گئے اور خوب خوب داد ہمہ دانی دی دیکھئے کیا فرماتے ہین ملاحظہ ہو ؎

آج وہ کیون زیر خاک سوتے ہین آرام سے
کانون پہ رکھتے تھے ہاتھ جو موت کے نام سے

"اشعار بالا بظاہر بحر بسیط مین ہین جو اپنے اصلی اوزان کے اعتبار سے مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دو بار ہے ۔ مستفعلن مین زحاف طی جاری کرنے سے مستعلن ہو جاتا ہے جو نقل کر کے مفتعلن کر دیا جاتا ہے ۔ چنانچہ پہلے مصرع مین ایسا یقیناً ہے ۔ اور دوسرے

مصرعہ مین (بھی) ممکن ہے اگر "کا نون پہ" کو مد نہ دیا جاے ورنہ مستفعلن ہوگا۔ تقطیع۔
آج وکو مفتعلن۔ زیر خاک فاعلات۔ سوتہ آ مفتعلن رام سے فاعلن۔ کان پرک (تخفیف) مفتعلن۔ کانو پرک مستفعلن (بہد) تے تہات فاعلات۔ جو موت کے مستفعلن نام سے فاعلن۔ چونکہ درمیان مین فاعلن کی جگہہ فاعلات آگیا ہے اسلیے اسکو بحر منسرح بھی کہہ سکتے ہین۔ ناسخ کی مثال ؎

(بحر منسرح) نرم طبیعت کو کیا ہو نچے عدو سے گزند
سنگ بھی ہوجاے غرق گر پڑے سنگ آب مین

یہان تک میان ثاقب کی عبارت کی نقل تھی۔ اب مین عرض کرتا ہون کہ یہ تینون شعر بحر منسرح مین ہین بحر بسیط مین نہین ہین۔ اس شعر کی تقطیع حقیقی یہ ہے ؎

آج وہ کیون زیر خاک سوتے ہین آرام سے — کانون پہ رکھتے تھے ہاتھ جو موت کے نام سے
مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلن — مفتعلن فاعلات مفاعلن فاعلن

دوسرے مصرعہ مین تیسرا رکن بجاے مفتعلن کے مفاعلن آیا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ از روے علم عروض مخبون کی جگہہ مطوی اور مطوی کی جگہہ مخبون یا مخبون مسکن لانے سے وزن مین فرق نہین آتا کسی اہل فن سے پوچھیے۔ یہ تو مختصر جواب تھا اب مجھ سے ہندی کی چندی بھی سن لیجیے اور اسکا فیصلہ کیجیے کہ میان ثاقب نے میرے ان اشعار کو بحر بسیط مین جو غوطہ دیا ہے وہ صحیح ہے یا خود غوطے کھاے ہین۔ مین نے یہ تینون شعر بحر منسرح مطوی موقوف مین کہے ہین اور اس دعوے کی دلیل مین جمال الدین عبد الرزاق (جو خلاق المعانی کمال اصفہانی کا باپ ہے خاقانی شروانی کا ہمعصر ہے اور جسکا شمار افضل فضلاے عجم مین کیا جاتا ہے۔) کے اشعار پیش کرونگا۔ اہل فن اسکا فیصلہ کرینگے کہ میرا قول صحیح ہے یا نہین۔

واضح ہو کہ بحر منسرح مثمن سالم کا وزن مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات (دو بار) ہے۔ مستفعلن کا مخبون مفاعلن اور مطوی مفتعلن ہوتا ہے۔ مفعولاتُ (دو بار) کا مطوی موقوف

فاعلات اور مطوی مکسوف فاعلن ہوتا ہے ۔ اسی بحر منسرح کی ایک شاخ یہ بحر۔
منسرح مثمن مطوی موقوف یا مکسوف | مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات ۔

واضح ہو کہ اس وزن میں مطوی کے مقابل مخبون یا مخبون کے مقابل مطوی ۔ یعنی مفتعلن کی جگہ مفاعلن یا مفاعلن کی جگہ مفتعلن بھی آتا ہے ۔ اور اسی مفتعلن کو تسکین اوسط سے مفعولن بنا کر مفتعلن کی جگہ لاتے ہیں یعنی اس وزن میں مفتعلن کی جگہ مفاعلن بھی آتا ہے اور مفعولن بھی ۔ دیکھئے افضل فضلائے عجم مولانا جمال الدین عبد الرزاق اپنے ہمعصر خاقانی شروانی کے متعلق کیا فرماتے ہیں ؎

کیست کہ پیغام من بشہر شروان برد | یک سخن از من بدان مرد سخندان برد
مفتعلن فاعلن مفاعلن فاعلن | مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن

"بشہر شر" بروزن مفاعلن ہے اور مفتعلن کے مقابلہ میں آیا ہے ۔ اب میرے شعر کی تقطیع ملاحظہ ہو ؎

آج وہ کیوں زیر خاک سوتے ہیں آرام سے | کانوں پہ رکھتے تھے ہاتھ جو موت کے نام سے
مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلن | مفتعلن فاعلات مفاعلن فاعلن

"جو موت کے" بروزن مفاعلن ہے اور مفتعلن کے مقابلہ میں آیا ہے ۔ اسی طرح جمال الدین اصفہانی کے شعر میں "بشہر شر" بروزن مفاعلن ہے اور مفتعلن کے مقابل آیا ہے "ثاقب صاحب "جو موت کے" کو مستفعلن پر کھینچ لے گئے یہ بھی صحیح ہے ؎

گوید خاقانیا این ہمہ ناموس چیست | نہ ہر کہ دو بیت گفت لقب خاقان گرد
مفعولن فاعلن مفتعلن فاعلات | مفاعلن فاعلات مفاعلن فاعلن

"گوید خا" بروزن مفعولن ہے اور مفاعلن کے مقابل آیا ہے ۔ اس شعر میں صدر مطوی مسکن واقع ہوا ہے ۔ یعنی مفتعلن کو تسکین اوسط سے مفعولن بنا لیا ہے ۔ اور ابتدا مخبون ہے یعنی مفاعلن ۔ پھر کہتا ہے ؎

ہنوز گویندگان ہستند اندر عراق که قوت ناطقه مدد از ایشان برد

مفاعلن فاعلن مفعولن فاعلات مفاعلن فاعلن مفاعلن فاعلن

"ہستند ن" بروزن مفعولن ہے اور مفاعلن کے مقابل میں آیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ مفتعلن اور مفاعلن اور مفعولن کا اجتماع صحیح ہے۔ اب میرا دوسرا شعر ملاحظہ ہو ؎

۲ دنیا کی آرزو نہ دین کی آرزو اوڑے ہیں ہوش ایسے اک گردش ایام سے

مفعولن فاعلن مفاعلن فاعلن مفاعلن فاعلن مفتعلن فاعلن

تقطیع:۔ دنیا کی مفعولن۔ آرزو فاعلن۔ نہ دین کی (با علان نون) مفاعلن۔ آرزو فاعلن۔ اوڑے ہیں ہو مفاعلن۔ شے س اب فاعلن۔ (شین کے بعد جو الف وصل ہے وہ گر دیا اور سین کے بعد ہندی کی ی ہے وہ بھی گر جائے گی) گردش ای مفتعلن۔ یام سے فاعلن۔

اس شعر میں "دنیا کی" بروزن مفعولن ہے یعنی صدر مطوی مسکن آیا ہے جیسے جمال الدین اصفہانی کے شعر میں "گوید خا" بروزن مفعولن ہے۔

"نہ دین کی" بروزن مفاعلن ہے یعنی حشو دوم مجنون ہے جیسا کہ جمال الدین اصفہانی کے شعر میں "بشہر شہر" بروزن مفاعلن آیا ہے۔ عروض کی کتابیں ذرا غور سے دیکھئے۔

اب ملاحظہ ہو میاں ثاقب میرے اس شعر کو بحر بسیط میں کیونکر غوطے دیتے ہیں ؎

"دنیا کی آ مستفعلن۔ رزو فعل (فعل کی ایک ہی کہی واری ہمہ دانی) ندی ک آ مفاعلن (یہاں بھی ثاقب نے دھوکا کھایا "نہ دین کی" میں نون کا اعلان ضروری ہے مگر ثاقب صاحب نے اخفائے نون سے کام لیا) رزو فعل (داہ رے فعل یاس) اوڑے ہیں ہو مفاعلن۔ ش اسے فعلن (واہ رے فعلن یاس) گردش ای مفتعلن۔ یام سے فاعلن"۔ اس شعر میں میاں ثاقب نے خوب خوب غوطے کھائے ہیں۔ آپ کی قابلیت کی ساری قلعی کھل گئی ثاقب صاحب نے اس شعر کا وزن گویا یہ قرار دیا۔

مستفعلن فعل مفاعلن فعل مفاعلن فعلن مفتعلن فاعلن

مین اب عرض کرتا ہون کہ میرے اس شعر کا یہ وزن جو آپ نے قرار دیا ہے اسکے جواز مین اساتذہ فارس کا کوئی شعر بھی آپ پیش کر سکتے ہین - کیا بحر بسیط مین (بحر بسیط بقول آپ کے میرے نزدیک تو یہ شعر بحر منسرح مین ہے) اس وزن پر کوئی شعر آپ کی نظر سے گزرا ہے؟ ممکن نہین - میرے مطلع (آج وہ کیون زیر خاک سوتے ہین آرام سے) کے اس مصرعہ کو آپ نے لکھا ہے - کہ بحر منسرح مین بھی آسکتا ہے - اسکی تقطیع بھی آپ نے صحیح کی ہے - چنانچہ ناسخ کے ایک شعر سے مثال بھی دی ہے - مگر اسی مطلع کے دوسرے مصرعہ کی تقطیع جسطور پر آپ نے کی اوسکی سند مین کوئی شعر کیون نہ پیش کیا اسکی کیا وجہ ہے - اور میرے دوسرے شعر دنیا کی آرزو الخ کو بحر بسیط مین سمجھکر اک نیا وزن (مستفعلن فعل مفاعلن فعل) (مفاعلن فعلن مفتعلن فاعلن) جو قرار دیا اسکی مثال اساتذہ کے کلام سے کیون نہ پیش کی جو آپ کے دعوے پر حجت ہوتی؟ مین نے جن اشعار کی تقطیع بحر منسرح مین کی ہے اوسکی سند مین جمال الدین کے اشعار پیش کردے آپ نے پہلو تہی کیون فرمائی -

اس کے علاوہ "اوڑے ہین ہوش ایسے اب گردش ایام سے" مین "اوڑے ہین ہو" کو بروزن مفاعلن بتایا یہ تو صحیح ہے مگر "ہوش ایسے" مین "ش ایسے" کو بروزن فعلن کیونکر قرار دیا - کیا "ہوش ایسے" مین شین کے بعد جو الف وصل ہے وہ قائم رہیگا اور الف کے بعد والی ی گر جائے گی؟ ایسا غضب نہ کیجئے - جناب والا "ایسے" کا الف وصل گر جائے گا (الف کے بعد والی ی ہرگز نہین گرے گی) اور اس الف کا ماقبل یعنی حرف شین اسکے مابعد یعنی ی سے ملجائے گا اور تقطیع یون ہوگی "اوڑے ہین ہو مفاعلن، شیسے اب فاعلن - اب بھی سمجھ مین آیا کہ نہین؟ الف وصل کو چھوڑ کر حرف مابعد کو گرانا آپ کی ایجاد ہے سبحان اللہ!

مگر معلوم ہوتا ہے کہ جن صاحب نے آپ سے استفتا کیا تھا اونھون نے قصداً یا سہواً

اوڑے ہین ہوش ایسے اب گردش ایام سے

اس مصرعہ سے "اب" لکھے لفظ کو اوڑا کر مصرعہ کو ناموزون بنا دیا ہے - مگر ناظرین

میان ثاقب کا زور قلم دیکھیں کہ ناموزون کو کھینچ تان کر موزون بنا دیا اور ایک نیا وزن پیدا کر دیا جس کی مثال کہیں مل نہیں سکتی؟ یہ تو وہی مثل ہے کہ "تشدید در شعر روا نباشد" خواہ مخواہ بھی کھینچ تان کر موزون بنا دیا تک بیٹھے یا نہ بیٹھے۔ عروض دانی اگر یہی ہے کہ لفظوں کو کھینچ تان کر کسی نہ کسی رکن پر بٹھا دیا جائے تو پھر کیا ہے۔ کوئی عبارت نثر بھی ناموزون نہیں ہو سکتی۔ تمام الفاظ کی بنا سبب وتد اور فاصلہ پر ہے۔ انھیں ارکان ثلثہ سے اصول افاعیل قائم ہوئے ہیں اور انھیں اصول افاعیل کے ایکسو چھبیس فروعات ہیں جس عبارت کو چاہیے انھیں فروعات پر بٹھا لیجئے۔ پھر کوئی مصرعہ کوئی عبارت ناموزون ٹھہرے ہی گی نہیں واہ ری عروض دانی آپ کی۔

میاں ثاقب نے میرے اشعار کو توڑ مروڑ کر کسی نہ کسی رکن پر بٹھا تو دیا مگر یہ نہ سمجھے کہ جس بحر کے جو ارکان مخصوص ہیں اور انکے جو کچھ فروعات مستعملہ ہیں جن پر اساتذہ عجم کا عملدرآمد ہے اونکے خلاف کوئی جا سکتا ہے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ میاں ثاقب تقطیع حقیقی غیر حقیقی کے فرق کو نہیں سمجھتے ہیں کیونکہ میرے اشعار کی جو تقطیع حضرت نے فرمائی ہے وہ ہرگز تقطیع حقیقی نہیں ہے غیر حقیقی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میاں ثاقب کی شاعری فقط موزونی طبع کا نتیجہ ہے فن کی طرح نہیں کرتے۔

بنام جہاندار جان آفرین

اس کی تقطیع حقیقی فعولن فعولن فعولن فعل ہے کیونکہ یہ مصرعہ بحر تقارب میں ہے۔ مگر جو لوگ محض موزون طبع ہیں فن عروض سے بہرہ نہیں رکھتے وہ سعدی کے اس مصرعہ کو فعولن مفاعیل مستفعلن کے وزن پر تقطیع کر کے اپنی تشفی کر لیتے ہیں مگر یہ تقطیع صحیح نہیں ہوتی کیونکہ بحر تقارب میں مفاعیل و مستفعلن کبھی نہیں آتا میاں ثاقب نے میرے اس مصرعہ

اوڑے ہیں ہوش ایسے اب گردش ایام سے

کو بغیر لفظ "اب" کے صحیح سمجھکر اور ایک نئے وزن مفاعلن فعلن مفتعلن فاعلن پر بٹھا کر سخت

جہالت کا ثبوت دیا ہے - مجال تھی میر و غالب کی کہ میرے اس مصرعہ کو (بحالت ناموزونیت) موزون بنا دیتے - اُن لوگون سے تو ہرگز یہ نہوتا - یہ میان ثاقب ہی کا کام تھا کہ بحر منسرح سے بحر بسیط مین کود پڑے اور جس طرح جی مین آیا تک ملا دیا

یہ استفتا جناب صفی و عزیز و ثاقب کے پاس بھیجا گیا تھا کہ ان اشعار کی تقطیع کر کے بھیجدیجئے - جناب صفی و عزیز نے تو بالکل سون کھینچی معلوم ہوتا ہے لکھنؤ مین تھے ہی نہین - تاکیدی خطوط بھجوائے گئے مگر جواب ندارد میان ثاقب نے جواب لکھ مارا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میان ثاقب کا جواب ان اصحاب ثلثہ کی متفقہ کوششون کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ تینون ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہین - عروض دانی ان ہی لوگون پر ختم ہے انمین کا ہر ایک ملک الشعرا ہے ؎

آدمیان گم شدند ملک خدا ......

جلوۂ معنی کجا دیدۂ حیران کجا	باز آ کہ یاس اس آرزوے خام ہے
مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن	مفعولن فاعلن مفتعلن فاعلن

"باز آ کہ" بروزن مفعولن ہے اور مفتعلن کے مقابل آیا ہے - یعنی صدر مطوی اور ابتدا مطوی مسکن اسی طرح جمال الدین اصفہانی کے شعر مین "گو یدخا" بروزن مفعولن آیا ہے - میان ثاقب نے اس شعر کے مصرعہ اول اور مطلع کے مصرعہ اول کی تقطیع صحیح کی ہے کیونکہ یہ وزن (مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن) صاف ہے اور زبان زد ہے مگر اسے بحر بسیط مین سمجھنا نادانی ہے ؎

باز آ کہ یاس اس آرزوے خام ہے

اس مصرعہ کو میان ثاقب بحر بسیط مین نہ لیجا سکے اور یہ لکھدیا کہ "باز آ کہ" مین نظم کا سقم ظاہر ہے - مین نے ابھی اسی مصرعہ کی بحر منسرح مین تقطیع کر کے دکھا دی اور جمال الدین اصفہانی کی سند دیدی - پھر کیا ہوا وہ سقم جس کی طرف میان ثاقب نے اشارہ کیا ہے میان ثاقب اس

مصرعہ کا سقم ثابت کرنے کے لئے میر تقی کا ایک شعر بحر منسرح سے پیش کرتے ہیں ؎

(بحر منسرح) میر نہیں پیر تم کاہلی اللہ ری
نام خدا ہوا جوان کچھ تو کیا چاہیے

لاحول ولا قوۃ۔ ملا ثاقب کسی بات پر جمتے ہی نہیں کبھی تو یہ کہتے ہیں کہ یہ تینوں شعر
بحر بسیط میں ہیں مگر مثال بحر منسرح سے پیش کرتے ہیں۔ یہ کس قسم کا تلون ہے؟ جو موزون
ہے اوسے تو ناموزون کہتے ہیں اور جو ناموزون لکھکر بھیجا گیا تھا اوسے کھینچ تان کر موزون کر دیا
واہ ری قابلیت واہ رے علم۔

میاں ثاقب پر ابتک نہ کھلا کہ یہ تینوں شعر کس بحر میں ہیں منسرح میں یا بسیط میں؟
اجی حضرت یہ تینوں شعر بحر منسرح میں ہیں آپ کیوں اتنے غوطے کھاتے ہیں پھر سُن لیجئے
اور یاد رکھئے اسکی تقطیع یوں ہوگی ؎

جلوۂ معنی کجا دیدۂ حیران کجا | باز آؤ یاس اس آرزوے خام سے
مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن | مفعولن فاعلن مفتعلن فاعلن

واضح ہو کہ بحر منسرح مثمن مطوی موقوف یا مکسوف مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات
یا فاعلن ہیں مفتعلن کی جگہ مفعولن اور مفاعلن بھی آتا ہے کیونکہ رکن سالم اسکا مستفعلن ہے
مستفعلن کو خبن کے ذریعہ سے مفاعلن اور طی کے ذریعہ مفتعلن اور پھر اسی مفتعلن
میں تسکین اوسط کا زحاف لگا کر مفعولن بنا لیتے ہیں جیسا کہ جمال الدین اصفہانی کے اشعار سے
ثابت ہے۔ بات یہ ہے کہ مستفعلن کے مخبون (یعنی مفاعلن) کی جگہ مطوی (یعنی مفتعلن) لانا
یا اوسکے برعکس مطوی کی جگہ مخبون لانا یا مفتعلن (مطوی) کی جگہ مفعولن (مطوی مسکن) لانا
ہر جگہ جائز ہے وزن میں کچھ فرق نہیں آتا پس "باز آؤ یاس اس آرزوے خام سے" میں
کوئی سقم نہیں ہے۔ میاں ثاقب ذرا گریبان میں منہ ڈالکر دیکھیں۔

(مرزا یاس لکھنوی)

میاں ثاقب کی حمایت

(ماخوذ از رسالہ خیال جون ۱۹۱۶ء)

رسالۂ خیال بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۵ء میں میاں ثاقب کی عروض دانی پر میں نے کچھ روشنی ڈالی تھی۔ اس بحث کے متعلق جناب اطہر ہاپوڑی نے خیال کے اپریل نمبر میں جو قول فیصل لکھا ہے اُس پر میں کچھ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں اس بحث کی بنا مرزا ثاقب کے تین شعر پر تھی وہ شعر یہ ہیں ؎

کج وہ کیوں زیر خاک سوتے ہیں آہ ہے — کانوں پہ رکھتے تھے اختر جو موت کے نام سے

دنیا کی آرزو نہ دین کی آرزو — اُڑے ہیں ہوش ایسے اب گردش ایام سے

جلوۂ معنی کجا دیدۂ حیران کجا — باز آ گیا بس اس آرزوئے خام سے

جناب اطہر آخری دو شعر کی تقطیع کو (جس طور پر مرزا ثاقب نے کی ہے) غلط تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے اور اقرار کرنا پڑا کہ مرزا ثاقب نے خوب خوب غوطے کھائے ہیں۔ مگر مطلع کی تقطیع کو (جس طور پر ثاقب صاحب نے کی ہے) صحیح بتایا ہے۔ یعنی رکن ہفتم کو بجائے مفاعلن مستفعلن پر تقطیع کریں جب بھی تقطیع صحیح ہوگی مجھے اس سے انکار نہیں بیشک رکن ہفتم کی تقطیع مفاعلن پر بھی ہو سکتی ہے اور مستفعلن پر بھی جیسے خاقانی کا یہ شعر ؎

گوید خاقانیا این ہمہ آشوب چیست — نہ ہر کہ گوید دو بیت نسبت خاقان برد

میں نے اپنے مطلع کی تقطیع میں رکن ہفتم کو مفاعلن پر رکھا تھا اور سند میں جمال الدین عبدالرزاق اصفہانی کا یہ شعر نقل کیا تھا ؎

گوید خاقانیا این ہمہ ناموس چیست — نہ ہر کہ دو بیت گفت لقب خاقان برد

جناب اطہر نے اس شعر کو خاقانی کا شعر سمجھکر مجھ پر یہ الزام رکھا کہ میں نے شعر غلط نقل کیا

اور تقطیع بھی غلط کی۔ حال آنکہ یہ محض اتہام ہے مین نے خاقانی کا شعر نقل نہین کیا تھا بلکہ
جمال الدین عبدالرزاق اصفہانی کا شعر نقل کیا تھا جس نے خاقانی کے شعر مین تصرف
کرکے "لقب بخاقان برد" کہا ہے۔ نسبت بخاقان برد نہین کہا ہے۔ ملاحظہ ہو تذکرہ
آتشکدہ اذر مطبوعۂ بمبئی۔

جناب اطہر نے غضب تو یہ کیا کہ میری تقطیع کو بھی غلط بتادیا۔ مین نے اس شعر
تقطیع یون کی تھی:-

گوید خاقانیان این ہمہ ناموس چیست	نہ ہر کہ دو بیت گفت لقب بخاقان برد
مفعولن فاعلن مفتعلن فاعلات	مفاعلن فاعلات مفاعلن فاعلن

اس شعر کی تقطیع اسکے سوا اور کیا ہو سکتی ہے اور آخر اس مین کونسی غلطی ہے۔ جتنے
ارکان اور جتنے زحافات ہین سب بحر منسرح کے ہین نہ معلوم غلط کیونکر ہے۔ ہان اس
شعر کی صورت ہی بدل دیجئے تو تقطیع بھی بدل جائے گی جیسے ؎

گوید خاقانیا این ہمہ آشوب چیست	نہ ہر کہ گوید دو بیت نسبت بخاقان برد

یہ شعر خاقانی کا ہے اور اسی مین جمال الدین عبدالرزاق نے تصرف کیا ہے لہذا دونون
کی تقطیع الگ الگ ہوگی اور دونون صحیح ہونگی۔

میان ثاقب نے میرے مطلع کی تقطیع مین رکن ہفتم کو مستفعلن قرار دیا اور جناب
اطہر نے اس کو صحیح بتایا۔ مین بھی مانتا ہون کہ بحر منسرح مین اس شعر کی تقطیع مستفعلن
کے ساتھ بھی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میان ثاقب ان تینون اشعار کو بحر بسیط مین لیجاتے
ہین اس کا جواب جناب اطہر کے پاس کیا ہے۔ میان ثاقب نے صاف لکھدیا ہے کہ
اشعار ثلاثہ بظاہر بحر بسیط مین ہین لیکن درمیان مین فاعلن کی جگہ فاعلات آگیا ہے
اس لئے اسکو بحر منسرح بھی کہہ سکتے ہین!-
اس بحث سے ایک بچہ بھی یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ وہ (یعنی میان ثاقب) ان اشعار کو

دراصل بحر بسیط مین لیتے ہین اور بحر منسرح مین بھی ان کی تقطیع کو جائز سمجھتے ہین۔ مگر جناب اطہر نے مرزا ثاقب صاحب کی ایسی صاف عبارت سے عجیب حیرت انگیز نتیجہ نکالا ہے یعنی جناب اطہر کے نزدیک ثاقب کا یہ مطلب ہے کہ یہ اشعار بحر بسیط مین نہین ہین۔ سبحان اللہ میان ثاقب تو کہتے ہین کہ یہ اشعار بحر بسیط مین ہین مگر جناب اطہر اثبات سے نفی مراد لیتے ہین اس کا کیا جواب ہے۔ آنکھون کے آگے دیوار اٹھانا اسی کو کہتے ہین جناب اطہر کا یہ قول صحیح ہے کہ مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن بحر بسیط کا وزن بھی ہے اور منسرح کا بھی چنانچہ مین نے اس وزن کو چراغ سخن مین دو نون جگہ دکھایا ہے مگر میرے اس مطلع کی تقطیع اس وزن پر نہین ہو سکتی کیونکہ "زیر خاک" تے "تہمات" کو فاعلن پر تقطیع کر ہی نہین سکتے سوائے اسکے کہ فاعلات پر تقطیع کیجائے۔ اور تمام عروضیون کا اس مسئلہ مین یہی قول ہے کہ فاعلن کی جگہ فاعلات آجائے تو بحر منسرح مین شمار کرنا چاہیئے۔ چنانچہ جناب اطہر نے مولانا قدر بلگرامی اور حضرت اوج لکھنوی کے اقوال بھی نقل کیے ہین جن سے میرے قول کی تائید ہوتی ہے لہذا میان ثاقب اور جناب اطہر کا یہ قول کہ بحر بسیط مین اس مطلع کی تقطیع ہو سکتی ہے بالکل غلط ہے اور جب یہ امر متحقق ہو چکا کہ مطلع بحر منسرح مین ہے بحر بسیط مین نہین ہے تو باقی اشعار بھی منسرح ہی مین لئے جائینگے۔

اس مطلع کی تقطیع پر جناب اطہر نے جو کچھ لکھا وہ تو لکھا مگر باقی دو شعر اسکی تقطیع کی نسبت دیکھئے کیا فرماتے ہین۔

"اس مقام سے ہمارے مضمون کا محمل قطعی بدل جاتا ہے اور ہمارے نصب العین مین تغیر پیدا ہو جاتا ہے ہماری حیرت کی انتہا نہین رہتی جب ہم مرزا ثاقب کی تقطیع پر نظر ڈالتے ہین اور اسکو کسیطرح صحیح نہین پاتے"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ جناب اطہر نے میان ثاقب کی غلطیون کو مٹانے اور یاس کو خطاوار ثابت کرنیکا بیڑا اٹھایا تھا مگر آخر ناکامیاب ہوے اور میان ثاقب کی غلطیون کا اعتراف کرنا پڑا۔

(مرزا یاس لکھنوی)

میاں ثاقب کی ڈھٹائی

(ماخوذ از رسالہ مذاق عروض دسمبر ۱۹۱۷ء)

رسالہ خیال ہاپوڑ ضلع میرٹھ بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۵ء میں میں نے ایک مضمون لکھوایا تھا جس میں میاں ثاقب لکھنوی کی عروض دانی پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ اس بحث کی بنا میرے تین اشعار مندرجہ ذیل پر تھی:-

۱۔ آج وہ کیوں زیر خاک سوتے ہیں آرام سے — کانوں پہ رکھتے تھے ہاتھ جو بیت سکوں نام سے

۲۔ دنیا کی آرزو نہ دین کی آرزو — اڑتے ہیں ہوش ایسے اب گردش ایام سے

۳۔ جلوۂ معنی کجا دیدۂ حیران کجا — باز آؤ پاس اس آرزوئے خام سے

مراد آباد سے سید مہدی حسن صاحب نے (نہ معلوم کون بزرگ ...)

اور ناسخ کا یہ مقطع ؎

ناسخ قول ہے بجا حضرت میر درد کا — حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبال گوش ہے

جناب ثاقب صاحب اور جناب صفی صاحب و عزیز صاحب کے پاس تقطیع وزن کے لئے بھیجا مگر سائل نے امتحاناً بعض الفاظ بدل دئے تھے یعنی ناسخ کی جگہ حفیظ اور وبال گوش کی جگہ بلائے گوش لکھدیا تھا۔ مگر اس تغیر سے وزن میں فرق نہیں آیا۔ سائل نے میرے شعر ۲ کے مصرع ثانی (اڑتے ہیں ہوش ایسے اب گردش ایام سے) میں بھی قصداً یا سہواً "ایسے اب" کی جگہ اسی ہم وزن (ہیں) لکھا تھا جس سے وزن میں فرق آگیا۔ صفی و عزیز وغیرہ نے تو اسکا جواب ہی نہ دیا ورنہ ان کا بھی پردہ کھل جاتا۔ میاں ثاقب سے یہ غلطی ضرور ہوئی کہ انھوں نے اہل فن کے موجود ہوتے اس کام کو اپنے

ہاتھ مین لے لیا انسان جس کام سے واقف ہی نہو اوس مین دخل دینا اوس کام پر بھی ظلم ہے اور اپنے اوپر بھی ظلم ہے میان ثاقب نے اس مسئلہ کا جواب بے سر و پا لکھکر مفت مین اپنا پردہ فاش کیا۔ میان ثاقب کے اس جواب کی نقل حسب ضرورت جا بجا سے رسالہ خیال بابت ماہ دسمبر ۱۵؁ ۱۹ء مین درج ہے مگر مین اس جگہہ اوس خط کی نقل لفظ بلفظ پیش کرتا ہون ملاحظہ ہو!۔

نقل مطابق اصل

لکھنؤ۔ کٹرہ ابو تراب خان ۱۴۰۔ اکتوبر ۱۵؁ء

مہربان بندہ تسلیم۔ پرسون شب کی ڈاک مین جناب کا عنایت نامہ پہونچا۔ اشعار دیکھے ان کے معانی سے چونکہ بحث نہین ہے صرف تقطیع سے غرض ہے اس لئے آپ کی تعمیل حکم کیجاتی ہے۔ زیادہ شرح لکھنے کی اسوقت فرصت نہین ہے۔ کیونکہ مین شب کی گاڑی سے الہ آباد جانے والا ہون۔ اشعار ثلاثہ اولی نظاہر بحر بسیط مین ہین جو اپنے اصلی اوزان کے اعتبار سے مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دو بار ہے۔

آج وہ کیون زیر خاک الخ

مستفعلن مین زحاف طی جاری کرنے سے مُستَعِلُن ہو جاتا ہے جو نقل کرکے مفتعلن کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ پہلے مصرع مین ایسا یقیناً ہے اور دوسرے مصرع مین ممکن ہے اگر وہ کا نون کو مدغم دیا جائے ورنہ مستفعلن ہوگا۔ تقطیع

آج وَکُو۔ مفتعلن۔ زیر خاک۔ فاعلات۔ سو تھہ آ۔ مفتعلن۔ رام سے فاعلن کا تیرک (بہ تخفیف) مفتعلن۔ کا نون ک مستفعلن (ریتہ) تے تہات فاعلات۔ جو موت کی مستفعلن۔ نام سے فاعلن

چونکہ درمیان مین فاعلن کی جگہہ فاعلات آگیا ہے اس لیے اس کو بحر منسرح بھی کہہ سکتے ہین۔ ناسخ کی مثال ؎

نرم طبیعت تو کیا ہو مجھے تند و سے گزند	سنگ بھی ہو جائے غرق گر پڑے سنگ آب مین (بحر منسرح)

(۲) دنیا کی آرزو الخ۔ خبن و قطع کے استعمال سے فاعلن فعل ہو گیا ہے (بحر کتین)
اور مستفعلن کو بزحاف خبن مفاعلن کر دیا گیا ہے اور فاعلن دوسرے مصرع مین صرف مجبون مستعمل ہے۔ تقطیع:-

دنیا کی آ مستفعلن۔ رزو فعلن۔ ندی کِ آ مفاعلن۔ رزو فعل۔
اڑے بہو مفاعلن۔ ش اپی فعلن۔ گردشِ اے مفتعلن۔ یام سے فاعلن۔

(۳) جلوہ حسنی کجا الخ۔ مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن دو بار۔ لیکن بازآنہ۔ اس بیت نظم کا سقم ظاہر ہے۔ میر کی مثال

میر نہین پیر تم کاہلی اللہ ری ؎
(بحر منسرح) نام خدا ہو جوان کچھ تو کیا چاہیے ؎

(۴) جعفر قول ہے بجا الخ۔ یہ شعر بحر رجز مثمن سے ہے۔ مستفعلن[1] مطوی ہے اور مجبون ہے اور پہلا رکن مقطوع واقع ہوا ہے۔ اور بجائے ناسخ کے جعفر لکھا گیا ہے۔ اور مصرع ثانی مین بجائے وبال کے بلا لکھا ہوا ہے۔ تقطیع:-

ناسخ تو مفعولن۔ ل ہے بجا مفاعلن۔ حضرت مِی مفتعلن۔ ردرد کا مفاعلن۔ حسن بلا مفتعلن۔ ی چشم ہے مفاعلن۔ نغمہ و با مفتعلن۔ ل گوش ہے مفاعلن۔
(انیاز کیش مرزا ثاقب قزلباش)

[1] مستفعلن مطوی اور مجبون ہے یہ جملہ میان ثاقب کے اصل خط مین یون ہی درج ہے۔ مگر سمجھ مین نہین آتا کہ مستفعلن مطوی کیونکر اور مجبون کیونکر ہے۔ مستفعلن تو رکن سالم ہے۔ نہ مطوی ہے نہ مجبون ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ناسخ کے اس شعر مین مستفعلن تو کہین آیا ہی نہین (یاس)

اس عبارت کا ایک ایک حرف میان ثاقب کے اصل خط کی نقل ہے۔ یہ خط اتفاق سے
میرے پاس پہونچ گیا اور آجتک محفوظ ہے۔ اس خط کی عبارت سے میرے شعر ۳ پر ناموزون
ہونے کا الزام بیجا بھی آتا تھا اور نیز شعر ۲ کی تقطیع غیر حقیقی سے میان ثاقب کی بیگانگی
فن بھی ثابت ہو گئی۔ مین نے اس مسئلہ کو پہلے پہل رسالہ خیال بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۵ء مین
چھیڑا۔ اور ازروے فن عروض اور نیز افضل الفضلاے عجم مولانا عبد الرزاق اصفہانی
کے اشعار سے ثابت کر دیا کہ میرے اشعار بحر منسرح مین ہین اور انھین بحر بسیط مین سمجھنا
قطعاً غلط ہے۔ میرا مضمون اپنی جگہہ مکمل تھا مگر مولانا اطہر ہاپوڑی نے اپنے ایک
مضمون مندرجہ خیال بابت ماہ اپریل ۱۹۱۶ء مین یہ تحریر فرمایا کہ شعر ۱ کی تقطیع جس طرح
پاس نے کی ہے وہ بھی صحیح ہے اور مرزا ثاقب نے جس طرح کی ہے وہ بھی صحیح ہے۔ مولانا
اطہر نے میرے شعر ۲ و ۳ کی تقطیع کے متعلق صاف صاف لکھدیا کہ میان ثاقب نے
وہان یقیناً غوطے کھائے اور بقول پاس اونکی استعداد علمی کی قلعی کھل گئی اور میرے
اپنے شعر ۲ و ۳ کی تقطیع جس طرح کی اوسے مولانا اطہر نے صحیح تسلیم کیا اور بحث ختم ہو گئی بلکہ
مجھے میان ثاقب کی جرأت پر افسوس ہوتا ہے کہ آپ نے اوسی رسالہ خیال (جو اب میرٹھ سے
شایع ہونے لگا ہے) کے اپریل نمبر ۱۹۱۷ء مین ڈیڑھ برس کے بعد میرے مضمون کا جواب
نہ معلوم کس سے پوچھکر لکھ مارا۔ اور جو کچھ لکھا وہ ایسا ہے کہ اہل فن انگشت بدندان ہین۔
علم عروض کے جاننے والے تو ہے نہین اب اسکے نکات کا سمجھنے والا کون ہے۔ حضرت
[illegible] ایک مسلم الثبوت عروض دان تھے وہ نہ رہے۔ مولانا عبد الاحد صاحب شمشاد
تھے وہ بھی چل بسے۔ میان ثاقب نے اس ڈیڑھ برس کے بعد خیال کے اپریل نمبر مین جو
مضمون شایع کیا ہے اوسمین اپنے خط کی نقل بھی درج کی ہے۔ اسمین وہ شکایت کرتے
ہین کہ شعر ۲ مین "ایسے اب" کی جگہہ "اسی" لکھکر شعر کی تقطیع پوچھی گئی تھی جس سے وزن
ٹوٹ گیا۔ اور اسی بنا پر تقطیع بدل گئی۔ مین اسکا جواب ابھی آگے بڑھکے دیتا ہون اگر

سائل نے کوئی غلط سوال پیش کیا تو آپ نے اوس کی غلطی کیون نہین پکڑی۔ آپ نے تو غضب یہ کیا کہ غلط کو کھینچ تان موزون بنا دیا۔ لیجئے اب مین بحث شروع کرتا ہون۔

ناسخ کا مقطع ہے ؎

ناسخ قول ہے بجا حضرت میر درد کا — حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبال گوش ہے

مرزا ثاقب نے اسکی تقطیع یون کی ہے ؎

مفعولن مفاعلن مفتعلن مفاعلن — مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن

یہ تقطیع تو صحیح ہے مگر میان ثاقب نے اپنے اصل خط مین (جس کی نقل ابھی ناظرین نے ملاحظہ کی) اور رسالہ خیال کے اپریل نمبر ۱۹۳۷ء مین رکن اول (مفعولن) کو مقطوع لکھا ہے حالانکہ یہ محض جہالت ہے۔ مستفعلن مین جب زحاف طی و تسکین اوسط واقع ہوتا ہے تو مفعولن ہو جاتا ہے۔ اور جب اسی مستفعلن مین قطع واقع ہوتا ہے جب بھی مفعولن ہو جاتا ہے یعنی نتیجہ ایک ہی عمل جدا گانہ ہین۔ مگر اہل فن جانتے ہین کہ قطع عروض وضرب سے مختص ہے ابتدا و صدر مین نہین آتا ناسخ کے مقطع مین مفعولن صدر مین واقع ہوا ہے۔ لہذا اسے مقطوع نہین کہہ سکتے۔ یہان یہی مفعولن مطوی مسکن کہلائیگا مگر میان ثاقب نے اس مفعولن کو مقطوع کے نام سے موسوم کیا اس سے بیگانگی فن صاف ظاہر ہے۔ اب میرے اشعار کی تقطیع ملاحظہ ہو:۔

آج وہ کیون زیر خاک سوتے ہین آرام سے — کانون پہ رکھتے تھے ہاتھ جو موت کے نام سے

مرزا ثاقب صاحب اس مطلع کو اور اس کے بعد والے دونون اشعار کو بحر بسیط مین سمجھتے ہین اور یہی کہتے ہین کہ یہ مطلع بحر منسرح مثمن بھی آسکتا ہے۔

میان ثاقب صاحب اس کی تقطیع اس طرح کرتے ہین :۔

آج وہ کو مفتعلن۔ زیر خاک فاعلات۔ سوتے ہ آ مفتعلن۔ رام سے فاعلن۔

کانو پہر (بتخنیف) مفتعلن کانو پہر کھ مستفعلن (بسیط) تے تھے ہات فاعلات۔ جو موت کے

مستفعلن۔ نام سے فاعلن۔

میاں ثاقب کہتے ہیں چونکہ درمیاں میں فاعلات آگیا ہے اس لیے بحر منسرح بھی کہہ سکتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ تقطیع تو اس مطلع کی صحیح ہے مگر بحر بسیط میں سمجھنا غلطی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وزن مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن بحر منسرح اور بحر بسیط دونوں میں مشترک ہے۔ اس لئے علمائے فن نے یہاں پر فیصلہ کیا ہے کہ جب درمیان میں فاعلن کی جگہہ فاعلات آجائے تو اُسے بحر منسرح میں شمار کرنا چاہیئے۔ دیکھو قواعد العروض مولانا قدر بلگرامی و مقیاس الاشعار حضرت اوج لکھنوی۔

میرے اس مطلع کے دونوں مصرعوں میں فاعلن کی جگہہ فاعلات آیا ہے لہذا اسے بحر منسرح ماننا پڑے گا۔ میاں ثاقب نے جو بحر بسیط میں سمجھ لیا ہے وہ اسی دلیل سے غلط ہے۔ میرے اس مطلع کی تقطیع میاں ثاقب نے جس طرح کی وہ ناظرین نے اون کے خط میں ملاحظہ کی۔ مگر میں اس کی تقطیع یوں کرتا ہوں۔

آج وہ کیوں زیر خاک سوتے ہیں آرام سے — کانوں پہ رکھتے تھے ہاتھ جو موت کے نام سے
مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلن — مفتعلن فاعلات مفاعلن فاعلن

میں "جو موت کے" کی تقطیع مفاعلن سمجھ کرتا ہوں یعنی "جو" کے واو کا اشباع نہیں کرتا۔ مستفعلن جو رکن سالم تھا وہ مزاحف یعنی مخبون ہو کر مفاعلن ہو گیا۔ مولانا اظہر ہاپوڑی میری اس تقطیع کو بھی صحیح جانتے ہیں اور مرزا ثاقب کے قول کے بموجب "جو موت کے" کو اشباع کے ساتھ بوزن مستفعلن بھی صحیح جانتے ہیں کیونکہ اس مقام پر مستفعلن و مفاعلن یعنی رکن سالم و مزاحف کا خلط جایز ہے۔ چنانچہ جناب موصوف نے خاقانی کے اس شعر سے استدلال کیا ہے ؎

گوید خاقانیا این ہمہ آشوب چیست — نہ ہر کہ گوید دو بیت نسبت بخاقان کند

میاں "نسبت بخا" بوزن مستفعلن آیا ہے میں نے "جو موت کے" کی تقطیع بوزن مفاعلن

کی تھی اور سند مین مولانا جمال الدین عبد الرزاق اصفہانی (جو خاقانی کا ہمعصر ہے اور اوسی کے جواب مین کہتا ہے) کا شعر سند مین پیش کیا تھا وہ شعر یہ ہے ؎

گویدخاقانیا این ہمہ ناموس چیست ۔ نہ ہرکہ دو بیت گفت لقب خاقان بود

غرض یہ کہ مستفعلن اور مفاعلن دونون طرح کی تقطیع صحیح ہوگی ۔ مگر میان ثاقب نے "جو موت کے" کی تقطیع مستفعلن پر جو کی ہے وہ یہ سمجھکر نہین کی ہے کہ یہان مستفعلن بھی آسکتا ہے بلکہ کھینچ تان کر موزون کر دیا ہے ۔ کیونکہ اونکا مبلغ علم ہرگز اتنا نہین کہ اس مقام پر رکن سالم و مزاحف کے جواز کی خبر رکھتے ہون میان ثاقب کی طرف سے میری یہ بدگمانی ہی نہین بلکہ یقین کا درجہ کہنا چاہیئے کیونکہ مین بھی لکھنؤ مین رہتا ہون اور ان حضرات کی قابلیت و استعداد سے اچھی طرح واقف ہون ۔ پبلک کو بھی اس امر مین اون کی طرف سے جو بدگمانی ہے وہ حق بجانب ہے کیونکہ اس امتحان مین اونھون نے جیسی جیسی ٹھوکرین کھائی ہین اون سے ناواقفیت فن صاف ظاہر ہے چنانچہ مولانا اطہر ہاپوڑی نے بھی اپنی تحریر مین میان ثاقب کی اس بیگانگی فن کا اقرار کیا ہے ۔ میان ثاقب نے "جو موت کے" کی تقطیع جو مستفعلن پر کی وہ اتفاقاً صحیح نکلی کیونکہ اگر اون کو اس امر کا علم ہوتا کہ مستفعلن اور مفاعلن یعنی رکن مزاحف و سالم کا خلط جایز ہے یعنی مستفعلن کے علاوہ مفاعلن پر بھی تقطیع ہو سکتی ہے تو ضرور اپنے خط مین اسکا اظہار کر دیتے مگر ایسا نہ کیا ۔ غور کرنے کی بات ہے "کا نون یہ رکھ" کے متعلق تو میان ثاقب نے اپنے خط مین صاف لکھ دیا کہ اسکی تقطیع مستفعلن رکن سالم اور مفتعلن رکن مطوی دونون ارکان سے ہو سکتی ہے مگر "جو موت کے" کی نسبت یہ نہ لکھا کہ اسکی تقطیع مستفعلن کے علاوہ مفاعلن پر بھی ہو سکتی ہے ۔ اس سے ثابت ہے کہ وہ اس عروضی نکتے سے واقف نہ تھے

(۳) دنیا کی آرزو نہ دین کی آرزو ۔ اوڑے ہین ہوش ایسے ایسے گردش ایام سے

میرا شعر اسیطرح صحیح ہے اور اسکی صحیح تقطیع یہ ہے ۔

دنیا کی مفعولن - آرزو فاعلن - نہ دین کی (باعلان نون) مفاعلن - آرزو فاعلن -
اوڑے ہیں مفاعلن - شی س اب فاعلن گردش ای مفتعلن - یام سے فاعلن -

اس طرح تقطیع کیجائے تو تعین وزن مین کوئی قباحت لازم نہین آتی صاف بحر منسرح کا وزن ہے میان ثاقب نے اس شعر کی تقطیع مین جیسی ٹھوکرین کھائین وہ آگے چل کر معلوم ہوجائین گی۔ رسالۂ خیال بابت اپریل ۱۹۱۷ء مین ڈیڑھ برس کی غور و فکر و صلاح و مشورہ کے بعد یہ عذر تحریر فرماتے ہین کہ سائل نے اس شعر کے مصرع ثانی کو یون لکھکر بھیجا تھا۔

اوڑے ہین ہوش اسی گردش ایام سے

یعنی سائل نے "ایسے" کو اسی (بر وزن مسی) لکھا اور لفظ "اب" لکھنا ہی بھول گیا جس کی وجہ سے وزن مین فرق آگیا۔ ثاقب نے اپنے اصل خط مین جو پہلے نقل کیا گیا اور اپنی تحریر مندرجہ خیال بابت اپریل ۱۹۱۷ء مین اسی غلط مصرع کو صحیح سمجھکر اس طرح تقطیع کی ہے

دنیا کی آرزو نہ دین کی آرزو
اوڑے ہین ہوش اسی گردش ایام سے

دنیا کی آ مستفعلن - رزو فعل - ندی کی آ (باخفائے نون) مفاعلن رزو فعل -
اوڑے ہیں مفاعلن - ش اسی فعلن - گردش اے مفتعلن - یام سے فاعلن -

گویا اس شعر کا وزن یہ ٹھہرا مستفعلن فعل مفاعلن فعل - مفاعلن فعلن مفتعلن فاعلن مگر جس نے ذرا بھی علم عروض حاصل کیا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ وزن نہ بحر بسیط کا ہے نہ منسرح کا ناظرین نے ابھی ملاحظہ کیا کہ ثاقب نے ناسخ کے مقطع مین اچھے دو ایک لفظ بدلے تھے یعنی ناسخ کی جگہہ جعفر لکھا تھا اور وہان گردش کی جگہہ بلائے گردش جس سے وزن مین فرق نہین آتا) تو تصحیح کردی۔ مگر میرے اس شعر کے دوسرے مصرع مین لفظ بدل جانے سے جو وزن مین فرق آگیا اور شعر ناموزون ہوگیا اوس کا احساس حضرت کو کچھ بھی نہ ہوا۔ میان صاحب ثاقب نے ذرا بھی غور و فکر سے کام نہ لیا بلکہ اسی ناموزون مصرع کو کھینچ تان کر اپنی دانست مین بحر بسیط مین سمجھکر موزون بتایا۔ حال آنکہ مستفعلن فعل مفاعلن فعل - مفاعلن فعلن مفتعلن فاعلن

نہ بحر بسیط کا کوئی وزن ہے نہ منسرح کا۔ یہ تو وہی مثل ہوئی۔ تشدّد یدر شعر چرا نبا شد۔ میان ثاقب اگر عروض جانتے تو ہرگز اس ناموزون مصرع کو موزون نہ بتلاتے نہ ان تینون اشعار کو بحر منسرح سے بحر بسیط مین لیجاتے۔

مرزا ثاقب نے رسالہ خیال بابت اپریل سنہ ۱۲ء مین دعوی کے ساتھ یہ تحریر فرمایا ہے کہ کوئی صاحب فن اس مصرع غلط کو (اوڑے ہین ہوش اسی گردش ایام سے) بحالت موجودہ بغیر کسی تصرف کے بحر بسیط سے نکال کر بحر منسرح مین ثابت نہین کرسکتا۔ میان ثاقب فرماتے ہین کہ یہ مصرع چونکہ حامل بحر واحد ہے ذو وزنین نہین ہے اس دلیل سے اور دونون اشعار بھی اسی مصرع کے وزن کے تابع ہونگے یعنی یہ مصرع (اون کے نزدیک) بحر بسیط مین ہے لہٰذا تینون اشعار بحر بسیط مین محسوب ہونگے۔

مین عرض کرتا ہون کہ اس مصرع غلط (اوڑے ہین ہوش اسی گردش ایام سے) کا یہ وزن مفاعلن فعلن مفتعلن فاعلن تھوڑی دیر کے لئے بحر بسیط کا وزن فرض کرلیا جائے تو مصرع اولی (دنیا کی آرزو نہ دین کی آرزو) کا وزن جو میان ثاقب نے قرار دیا ہے یعنی۔

مستفعلن فَعَل مفاعلن فَعَل

کس بحر مین محسوب ہوگا۔ اس کو بھی بحر بسیط مین ہونا لازم ہے مگر یہ وزن ہرگز بحر بسیط کا نہین ہے نہ مرزا ثاقب نے اس کی سند پیش کی ہے۔ نہ پیش کرسکتے ہین۔ مرزا ثاقب اگر اس وزن کو بحر بسیط مین سمجھتے ہین تو کسی استاد کے کلام سے سند کیون نہین پیش کرتے دعوا بے دلیل کیسا۔ مگر رسالہ خیال مین آپ یہ بھی تحریر فرماتے ہین کہ مثال نہین ملتی پھر بحث کرنا کیا ضرور خاموش رہنا چاہیئے مولانا قدر بلگرامی نے قواعد العروض مین بحر بسیط کے متعدد اوزان اہل عرب و عجم کے کلام سے پیش کئے ہین مگر یہ وزن مستفعلن فعل مفاعلن فعل کہین بھی نہین پایا جاتا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نہ مطرع ثانی بحر بسیط مین ہے نہ مصرع اولی میان ثاقب نے جو تقطیع کی ہے وہ یقیناً کھینچ تان کر موزون کر دیا ہے جسے تقطیع غیر حقیقی کہتے ہین۔ اگر بحر منسرح کے زحافا

میان ثاقب کو معلوم ہوتے تو یہ سب قباحتین ہرگز نہ پیدا ہوتین۔ مولانا اطہر نے اپنے مضمون
مین اس کا اقرار صاف لفظون مین کیا ہے کہ اس شعر کی تقطیع مین مرزا ثاقب نے خوب خوب
غوطے کھائے ہین۔ اگر میان ثاقب یا اون کے مشیر کار یہ دلیل پیش کرین کہ فاعلن کی ایک
فرع فعْل بھی ہے۔ لہذا بحر بسیط کا ایک وزن۔

مستفعلن فعْل مفاعلن فعْل

بھی از روے قیاس ہو سکتا ہے۔ تو مین یہ کہون گا کہ اسی فاعلن سے فاعلاتن ایک
رکن مرفل بنتا ہے اور پھر اس فاعلاتن سے ایک رکن فعلاتن مخبون مرفل ہوتا ہے اگر
اس فعلاتن کو بحر بسیط مین داخل کر کے ایک نیا وزن مستفعلن فعلاتن مستفعلن فعلاتن از روے
قیاس فرض کر لین تو یہ بھی ممکن ہے کیونکہ امکان و قیاس مین بڑی گنجایش ہے مگر یہ وزن
یا آپ کا گڑھا ہوا وزن مستفعلن فعْل مفاعلن فعْل من گڑھت سے زیادہ قابل وقعت نہوگا
تمام بحثون کا فیصلہ اساتذہ کے کلام سے ہوتا ہے مگر میان ثاقب کو اس ڈیڑھ برس کے
عرصہ مین ایک شعر بھی ایسا نہ ملا جو اُن کے دعوے کو صحیح ثابت کرتا میان ثاقب کی جگہ کوئی
صاحب فن ہوتا تو یقیناً اس مصرع کو (اوڑے ہین ہوش اسی گردش ایام سے) جو غلط لکھکر
بھیجا گیا تھا غلط بتاتا اور باقی مصرعون کو بے تکلف بحر منسرح مین تقطیع کر دیتا مگر مرزا ثاقب نے ناحق
ایسے کام مین ہاتھ ڈالا جس کے وہ اہل نہین اور افسوس یہ ہے کہ اب تک انھین اپنی
غلطی کا اعتراف نہین ہے وہی ہٹ ہے۔ ع

جلوۂ معنی کجا دیدۂ حیران کجا   باز آؤ اس اس آرزوے خام سے

میان ثاقب نے مطلع کے مصرع اول اور نیز مقطع کے مصرع اول کی تقطیع (مفتعلن
فاعلن مفتعلن فاعلن) پر کی اور یہ صحیح ہے کیونکہ اس وزن مین کوئی دقت نہ تھی مبتدی سے
مبتدی بھی اس وزن سے آگاہ ہے مگر اس مقطع کے دوسرے مصرع مین طی و تسکین
وسط کا زحاف آگیا ہے اس وجہ سے میان ثاقب نے یہان بھی دھوکا کھایا یعنی اس صحیح مصرع کو

ناموزون بتایا اس سے اونکی بے باکی اور بھی ثابت ہوگئی ہے

بازآ ؤ یاس اس آرزوِ خام سے

اس مصرع کا وزن یہ ہے مفعولن فاعلن مفتعلن فاعلن۔ تقطیع۔

بازآؤ بروزن مفعولن یعنی الف وصل گر گیا یاس اس یا شوخ اس بروزن فاعلن آرزوِ مفتعلن خام سے فاعلن میان ثاقب کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہان رکن اول مطوی مسکن ہے یعنی مفعولن ہے نہ یہ سمجھ مین آیا کہ لفظ "آؤ" کا الف وصل حرف ماقبل سے ملیگا اور بازآؤ کی تقطیع مفعولن پر ہوگی اسی ناواقفیت کی بدولت اسے ناموزون بتایا مولانا آخر نے یہان بھی میان ثاقب کا تخطیہ کیا ہے اسلئے سیدھے شعر نظم کرلینا اور اپنے تئین فخر غالب سمجھ لینا اور بات ہے مگر فن کو فن کی راہ سے کرنا اور بات ہے میان ثاقب نے رسالہ خیال بابت ماہ اپریل [illegible]ء مین بھی تحریر فرمایا ہے کہ بازآؤ شوخ" کی جگہ سائل نے الفاظ بدل کر مسئلہ دریافت کیا تھا اور یہ بات نازیبا ہے کہ مسائل مین جو دریافت کیا جاے اسکے خلاف پبلک مین ظاہر کیا جائے کاتب کی غلطی کی آڑ مین ثاقب صاحب پبلک کو دھوکا دیکر اپنی جان بچانا چاہتے ہین مگر مین ان کو بھاگنے نہ دونگا سائل نے تو اس شعر کے فقط ایک لفظ مین تصرف کیا تھا یعنی یاس کی جگہ شوخ لکھدیا تھا مین یہ پوچھتا ہون کہ اگر کاتب یہ تصرف نہ کرتا اور لفظ یاس کی جگہ شوخ نہ لکھتا یاس لکھتا تو اوس صورت مین آپ صحیح تقطیع کردیتے یاس کی جگہ شوخ یا شوخ کی جگہ یاس لکھدیا جائے تو تقطیع مین کونسی دشواری پیش آئے گی فقط ایک لفظ (یعنی بجاے یاس شوخ) کے تغیر کو (جس سے وزن مین فرق نہین آتا) آپ فرماتے ہین کہ الفاظ بدلے ہوے تھے کیون حضرات یہ جمع کا صیغہ کیسا اگر الفاظ بدلے ہوے تھے تو کون سے الفاظ تھے آپ نے ان الفاظ کو تو ظاہر نہ کیا صرف یہ لکھدیا کہ الفاظ بدلے ہوے تھے اس سے پبلک کو دہوکا دینا اور اپنی جان بچانا مقصود ہے تو مین نہایت افسوس کرتا ہون کہ اس سفید جھوٹ سے آپ کا مطلب حاصل نہو گا نہ معلوم اس افترا پردازی کو آپ نے کیونکر جائز رکھا ہے

سخن چنین را علاجے میتوان کرد | کہ من چیزے نگویم او چہ چینند
و لیکن مفتری را چارۂ نیست | کہ او از خود سخن می آفرینند

سائل نے پاس کی جگہ شوخ لکھا ضرور یہ لکھا مگر آپ نے موزون شعر کو ناموزون سمجھا یہ آپ کے فہم کا قصور ہے اگر آپ فرماتے ہین کہ الفاظ بدلے ہوے تھے تو آخر وہ کون سے الفاظ تھے ظاہر کیون نہ کیا یہ فریب محض نہین ہے تو کیا ہے میان ثاقب نے اپنی تحریر مندرجہ خیال مین تحریر فرمایا ہے کہ تقطیع کے ساتھ مثالین اس لئے نہین لکھی گئین کہ سائل کی طرف اس قسم کی کوئی استدعا نہ تھی تقطیع کی درخواست تھی وہ عمل مین آئی زحافات پوچھے تھے وہ بیان کردیے گئے مثال نہ لکھنا صاف اور بین دلیل اس بات کی ہے کہ شعر تو موزون ہے مگر اس فن مخترعہ مین کوئی شعر کسی مستند شاعر کا اس وقت ذہن مین نہین ہے!!

اب مین عرض کرتا ہون کہ مثال اسوقت غیر ضروری ٹھہری جب آپ کا جواب از روئے فن صحیح تسلیم کرلیا جاتا جب آپ کا جواب صحیح نہین تسلیم کیا جاتا تو بغیر مثال کیونکر مانا جائے گا مثال اگر پہلے نہ ملی تھی تو رسالہ خیال مین ڈیڑھ برس کے بعد پیش کی ہوتی جب نہین اب سہی ہان اور آپ نے ان اشعار کے وزن کو لفظ مخترعہ سے جو یاد کیا ہے تو یہ آپ کے فہم کا قصور ہے وزن تو نہایت صاف ہے بحر منسرح مین اس وزن پر جو اشعار مولانا جمال الدین عبدالرزاق اصفہانی کے پیش کئے ہین کون ہے جو انھین تسلیم نہ کرے گا مرے اشعار تو بحر منسرح مین ہین جین مین از روے فن کوئی قباحت نکل ہی نہین سکتی البتہ آپ نے بحر منسرح کے عوض بحر بسیط مین فرض کرکے ایک نیا وزن پیدا کردیا جس کی سند دینا آپ پر فرض تھا اختراع مضحک تو آپ ہی نے کیا جو اہل فن کے نزدیک بغیر سند قابل تسلیم نہین میان ثاقب نے رسالہ خیال اپریل سنہ ۱۱ء مین یہ بھی تحریر کیا ہے کہ یہ نہایت ناحق کوشش ہے کہ الزام دہی کی غرض سے یہ شیوہ اختیار کیا جاے کہ مسئلہ مین تو کچھ لکھا جاے اور ظاہر کچھ کیا جاے مین عرض کرتا ہون کہ مسئلہ مین جو الفاظ بدل کر لکھے تھے اُن سے تو وزن مین فرق آتا نہین

جیسا ابھی ثابت کیا گیا نہ ایسے تغیرات کا کسی صاحب فن پر شبہ ہو سکتا ہے نہ ایسی صورت
ضرار یدا، دیجاد سے صاحب فن دیوکا شبہ کہا جا سکتا ہاں ایک جگہ پر سے شعر کے
مصرع ثانی میں سائل نے "ایسے اب" کی جگہ "ابھی" لکھدیا جس سے شعر ناموزون ہو گیا
مگر میاں ثاقب نے غضب یہ کیا کہ اس ناموزون کو بھی کھینچ تان کر موزون بنا دیا (اور
جو شعر موزون تھا اسے ناموزون بتایا) بقول شخصے تشدید در شعر چرا نباشد۔
افسوس صد افسوس۔

مرزا یاس لکھنوی

علم قوافی

اصطلاح شعرا میں قافیہ چند حروف و حرکات کے مجموعہ کو (خواہ وہ مجموعہ مہمل ہو یا بامعنی) کہتے ہیں جس کی تکرار الفاظ مختلف کے ساتھ غیر مستقل طور پر آخر مصرعہ یا آخر بیت میں (یا ایسی جگہ پر جو بمنزلہ آخر کے ہو) پائی جائے۔

تکرار سے یہ مراد ہے کہ جتنا جزو کسی لفظ کا حروف قافیہ میں محسوب ہو سکتا ہو اسے بجنسہ ہر بیت میں مکرر آنا چاہیئے مگر بالفاظ مختلف مکرر ہونا چاہیئے یہ نہو کہ ایک ہی لفظ تمام ابیات میں مکرر ہو۔

الفاظ مختلف سے یہ مطلب ہے کہ اختلاف الفاظ و معنی دونوں کے اعتبار سے ہو یا فقط لفظا کے اعتبار سے ہو یا فقط معنی کے اعتبار سے ہو۔ جیسے آسمان و ریسمان کہ یہ دونوں الفاظ لفظی و معنوی دونوں اعتبار سے مختلف ہیں مگر الف و نون اور الف کے ماقبل کی حرکت کی تکرار دونوں لفظوں میں پائی جاتی ہے۔

یا جیسے محبت و الفت۔ فرصت و مہلت۔ اگرچہ باعتبار معنی ایک ہیں مگر باعتبار لفظ دو ہیں۔

یا جیسے بار (بمعنی رسائی) اور بار (بمعنی پھل) اگرچہ باعتبار لفظ ایک ہیں مگر باعتبار معنی دو لفظ ہیں۔

حروف قافیہ کے لیے غیر مستقل ہونے کی قید جو لگائی گئی ہے اس سے یہ مطلب ہے کہ اواخر ابیات میں جو لفظ یا الفاظ بالاستقلال ایک ہی معنی پر آتے ہیں ان کا شمار قافیہ میں نہیں ہوتا بلکہ وہ ردیف کہلاتے ہیں۔

اواخر مصرعہ یا اواخر ابیات کی قید اس غرض سے ہے کہ اگر قافیہ فقط اواخر مصرعہ

متعلق کیا جائے تو یہ تعریف فقط مطلعون اور مثنوی کے ابیات اور رباعیات پر حاوی ہوگی جہان ہر مصرع مین قافیہ ہوتا ہے۔

لیکن اواخر ابیات کہنے سے اُن ابیات پر بھی صادق آئے گی جہان فقط دوسرے مصرع مین قافیہ ہوتا ہے پہلے مصرع مین نہین ہوتا جیسے قطعات کہ فقط آخر مصرع مین قافیہ آتا ہے اور رباعیات جہان تیسرے مصرع مین قافیہ نہین ہوتا یا قصیدہ اور غزل کی وہ ابیات جو بعد مطلع واقع ہوتی ہین۔ اواخر ابیات کی شرط تمام اصناف سخن کی غرض سے ہے "یا ایسی جگہ پر جو بمنزلہ آخر کے ہو" اس شرط سے یہ مطلب ہو کہ اکثر ابیات مین ردیفین بھی ہوتی ہین اور ایسی لمبی چوڑی ہوتی ہین کہ قریب قریب تمام مصرع کی جگہ گھر جاتی ہے بس ایک قافیہ کی جگہ خالی رہجاتی ہے ایسی حالت مین قافیہ کو بجائے آخر بیت کے مجبوراً ابتدائے بیت مین جگہ ملتی ہے۔ مگر چونکہ اس حالت مین بھی قافیہ کے بعد سوائے ردیف کے اور کوئی لفظ نہین آتا اسلیے اسکو بمنزلہ آخر ہی سمجھتے ہین۔ یعنی تمام مصرع فقط قافیہ و ردیف ہی پر مشتمل ہوتا ہے اور کسی لفظ کو دخل نہین ہوتا۔ جیسے یہ رباعی

گھر پاس نہین کہ یار پاس آئے مرے	زر پاس نہین کہ یار پاس آئے مرے
پہلے ہی مین کر چکا ہون طالب قربان	سر پاس نہین کہ یار پاس آئے مرے

حروف قافیہ

حروف قافیہ تعداد مین نوُ ہین اور سب اس قطعہ مین درج ہین۔

قافیہ در اصل یک حرف است وہشت آنرا تبع	چار پیش و چار پس این مرکز آنہا دائرہ
حرف تاسیس و دخیل ردف و قید انگہ روی	بعد ازان وصل و خروج است و مزید و نائرہ

پہلے ہم روی کو بیان کرتے ہین کیونکہ قافیہ کی بنا اسی پر ہے بلکہ بعضون نے فقط

روی کو قافیہ قرار دیا ہے۔

(۱) **روی** قافیہ کے حرف آخر اصلی کو کہتے ہیں یا وہ جو بمنزلہ حرف آخر کے ہو جیسے خبر اور نظر میں "ر" حرف روی ہے بمنزلہ حرف آخری اصلی ہونا اس سے یہ مطلب ہے کہ شاعر کبھی کسی حرف زاید مشہور الترکیب کو وسط کلمہ سے الگ کرکے نفس کلمہ بنا لیتا ہے اور اسکو قافیہ کا حرف اصلی قرار دیتا ہے جیسے حضرت آتش فرماتے ہیں ؎

پاس دل رکھتا ہے منظور نظر آئینہ شکل بد سے پیش آتا ہے برابر آئینہ

یہاں شاعر نے لفظ ہر آئینہ میں سے ایک ٹکڑا (ہر) الگ کرکے "ر" کو قافیہ کا حرف اصلی قرار دیا ہے۔

محقق طوسی علیہ الرحمہ نے روی کی دو قسمیں کی ہیں۔ روی مفرد۔ روی مضاعف مفرد کی مثال مذکور ہوئی۔ مگر روی مضاعف دراصل ردف میں داخل ہے جسکا ذکر آگے آتا ہے۔

(۲) **تاسیس**۔ اُس الف کو کہتے ہیں جس کے اور روی کے درمیان ایک حرف متحرک واسطہ ہو جیسے کامل۔ شامل وغیرہ میں الف حرف تاسیس ہے اور لام روی ہے۔

(۳) **دخیل**۔ اُس حرف متحرک کو کہتے ہیں (خواہ وہ مفتوح ہو یا مکسور یا مضموم) جو تاسیس اور روی کے درمیان واسطہ ہو جیسے کامل اور شامل کی میم۔

قافیہ میں حرف دخیل کی تکرار (بحرف واحد یا بحرف مختلف) واجب نہیں ہے یعنی یہ ضرور نہیں کامل کے ساتھ شامل ہی کا قافیہ ہو یا فاضل کے ساتھ جاہل ہی ہو بلکہ ان قافیوں کے ساتھ دل اور منزل کا قافیہ بھی لا سکتے ہیں۔ ہاں اگر مطلع میں حروف تاسیس دخیل کی تکرار واقع ہوئی تو البتہ تمام ابیات میں اسکا التزام ضروری سمجھا جائیگا۔

(۴) **ردف** روی کے قبل حروف مدہ میں سے کوئی حرف (یعنی الف ساکن ماقبل

اسکا مفتوح - یا واؤ ساکن ماقبل اُسکا مضموم یا ے ساکن ماقبل اُسکا مکسور) بغیر کسی
واسطہ کے واقع ہو تو اُسکو ردف کہتے ہیں جیسے "نام اور کام کا الف - یا نور[1] اور طور کا
واؤ یا پیر اور تیر کی "ی"

اگر حرف مد اور روی کے درمیان کوئی واسطہ بھی ہو (جیسے چاند اور ماند
کا نون - یا دوست اور پوست کی سین شیفتہ اور فریفتہ کی ف) تو اسے ردف زاید
کہیں گے مگر محقق طوسی نے ردف زاید کو روی مضاعف کے نام سے موسوم کیا ہے
ردف زائد کے لیے چھ حروف (خا و را و سین و شین و فا و نون) مخصوص ہیں جن کے
مجموعہ سے یہ کلمہ (شرف سخن) مرکب ہے -

شعرائے عرب نے اختلاف ردف کو جائز رکھا ہے (جیسے عمود کا قافیہ حمید) اور
بعض شعرائے فارس نے بھی بصورت الف اختلاف ردف کو جائز کیا ہے جیسے حجاب
کو حجیب یا رکاب کو رکیب بناکر شکیب کے ساتھ قافیہ رکھا ہے مگر اختلاف ردف
ہرگز جائز نہیں -

نوٹ - اگر حرف ردف کے ماقبل کی حرکت موافق نہو (یعنی واؤ بجائے مضموم
ہونے کے مفتوح ہو یا ی بجائے مکسور ہونے کے مفتوح ہو جیسے غور وجور - غیر وخیر
وغیرہ) تو ایسے واؤ اور ایسی ی پر ردف کا اطلاق نہوگا بلکہ حروف قید میں داخل
کئے جائینگے جن کا ذکر آتا ہے -

چونکہ باعتبار تلفظ واؤ معدولہ کا وجود کالعدم ہے اسلیے حروف وحرکات قافیہ پر

---

[1] ایسے قافیوں میں واؤ معروف اور واؤ مجہول - یائے معروف اور یائے مجہول کا اجتماع
شعرائے متقدمین ومتاخرین کے کلام میں اکثر پایا جاتا ہے جیسے نور کا قافیہ گور - تاخیر کا قافیہ
دیر - مگر آجکل زبان اردو میں ایسے قافیوں کا ترک اولی ہے ۱۲ -

اور کوئی اثر نہین پڑتا۔ یعنی خواب کا قافیہ باب ہو سکتا ہے[1]۔

(۵) **قید**۔ روی کے قبل اگر کوئی حرف ساکن بغیر کسی واسطہ کے واقع ہو (مگر حروف مدہ مین سے کوئی حرف نہو) تو اُسے قید کہتے ہین۔ جیسے رزم بزم نرم گرم وغیرہ۔ فارسی مین دس حروف باعتبار کثرت استعمال حکم قید مین آتے ہین مگر عربی مین بہت ہین ؎

بود دہ بلفظ عجم حرف قید بلفظ عرب گرچہ باشد کثیر

بود با و خا را و زا سین و شین دگر غین و فا نون و ہا یاد گیر

تکرار قید واجب ہے مگر اساتذہ نے اختلاف قید کو بھی روا رکھا ہے۔ مگر انھین حروف کے ساتھ جو قریب المخرج ہون تاکہ قبح زیادہ نمایان نہو جیسے شیخ سعدی کہتے ہین ؎

چہ مصر و شام چہ بر و چہ بحر همہ روستا یند و شیراز شہر

یہ چارون حروف جو بیان کئے گئے قبل روی آتے ہین۔ بعد روی جو آتے ہین وہ یہ ہین۔

(۶) **وصل**۔ اُس حرف کو کہتے ہین جو بلا فصل روی کے بعد آئے اور اُسکے لیے لاحق ہو یعنی علیحدہ کوئی کلمہ نہو ورنہ ردیف مین شمار کیا جائے گا۔ جیسے حیرانی اور پریشانی کی ی۔ پکارا اور اُتارا کا الف "کہو" اور "رہو" کا واؤ فارسی مین وصل کے دس حرف ہین قطعہ

دہ بود وصل فارسی گو را الف و دال و کاف و ہا و یا

حرف جمع و اضافت و مصدر حرف تصغیر و رابطہ است دگر

مثلاً اندھیرا۔ سویرا۔ یابد و تابد۔ عیارک و دلدارک۔ نظارہ و اشارہ۔ دیدہ و شنیدہ زردی و سردی۔ تصویرین و زنجیرین۔ بہارم و نگارم۔ مُردان و بُردن۔ تشنگی و گرسنگی

---

[1] حروف قافیہ کا دارومدار تلفظ پر ہے رسم الخط پر نہین ہے چنانچہ وضو کا قافیہ سلمیٰ قصداً کا قافیہ بدظن صحیح ہے۔ کیونکہ ضمہ اور تنوین باعتبار تلفظ حرف مستقل کا حکم رکھتے ہین ۱۲

باغچہ ۔ راغچہ آٹھالو ۔ سنبھالو وغیرہ ۔ بارش وخارش کی شین کو بعضون نے حرف وصل قرار دیا ہے مگر میرے نزدیک شین کو روی قرار دے کر الف اور "ر" کو تاسیس و دخیل سمجھنا چاہیئے۔

اختلاف وصل قطعًا ناجائز ہے۔ محقق طوسی علیہ الرحمہ نے وصل کے لیے یہ شرط رکھی ہے کہ ساکن ہو اور روی کو متحرک بنا دے ۔ اور اگر وصل متحرک ہو جائے تو اُسے داخل ردیف سمجھنا چاہیئے ۔ مگر اس بنا پر ظہیر فاریابی کے اس مطلع مین ؎

بچہ تم زدو چشم رمیدہ آہوئش ... کہ رم نمیکند از حلقہ ہائے گیسوئش

یش کو ردیف ماننا پڑے گا اور یہ محل تامل ہے۔ حضرت آتش فرماتے ہین ؎

درد دل سے کبھی نالہ جو کر اُٹھتا ہون مین ... آسمان چرخ مین آتا ہے زمین ہلتی ہے

کس کی دیوار کے سایہ کا مین دیوانہ ہون ... میری پرچھائین سے دیوار پرے ہٹتی ہے

میر انیس اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہین ؎

لشکر کی صفین آکے نقیبون نے جما ئین ... دریائے بلا خیز کی موجین نظر آئین

ان صورتون مین بھی حرف وصل متحرک ہے ۔ مگر "تی" اور "ئین" داخل ردیف نہین ہو سکتے ۔ لہذا حرف وصل ساکن بھی ہوتا ہے اور متحرک بھی۔

(۷) **خروج** ۔ وہ حرف ہے جو بعد وصل کے بلا فصل آئے جیسے جا ہین اور بنا ہین مین نون ۔ جانا اور آنا مین الف نا۔

(۸) **مزید** ۔ وہ حرف ہے جو بعد خروج کے بلا فصل آئے جیسے مچائین اور بچائین مین "چ" روی ۔ الف حرف وصل ۔ ہمزہ حرف خروج ۔ اور ی حرف مزید۔

(۹) **نائرہ** ۔ وہ ہے جو بعد حرف مزید کے بلا فصل آئے ۔ جیسے منائین ۔ بنائین اور سنائین مین نون روی ۔ الف حرف وصل ۔ ہمزہ حرف خروج ۔ ی مزید ۔ نون حرف نائرہ ۔ نائرہ کے بعد جو حرف آئے اُسکا شمار ردیف مین ہوگا ۔ واضح ہو کہ روی اور اس کے

بعد جتنے حروف قافیہ آئیں اُنکا اختلاف کبھی جائز نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ردف وقید کا اختلاف بھی صحیح نہیں ہے۔ مگر تاسیس ودخیل کا التزام ضروری نہیں ہاں بطور لزوم مالا یلزم اسکی پابندی شاعر کے اختیار کی بات ہے۔

لزوم مالا یلزم کی بحث علم قوافی میں فقط تاسیس ودخیل کے متعلق کی گئی ہے مگر ایسے قافیے بھی بہت ہیں جنمیں نہ تاسیس ودخیل واقع ہوے ہیں نہ ردف وقید بلکہ بعض ایسے حروف کی تکرار واقع ہوئی ہے جو حروف قافیہ کی حدون سے باہر ہیں جیسے رحمت وزحمت۔ یہان یقیناً ت کو حرف روی ماننا پڑے گا اور اس کے قبل (ح اور م) جو دو حروف مکرر آگئے ہیں ان پر نہ ردف وقید کی تعریف صادق آتی ہے نہ تاسیس ودخیل کی۔ پھر ان حروف ح اور م کے نام کیا ہیں؟ کیونکہ قافیہ میں انھیں حرفون کی تکرار چاہیے جو ازروے علم قوافی حروف قافیہ میں داخل ہوں۔ اس مقام پر علم قوافی سوا اس کے کوئی جواب نہیں رکھتا کہ ایسے قافیوں کو لزوم مالا یلزم میں شمار کرنا چاہیے مگر یہ جواب شافی نہیں ہے۔ قافیہ میں جن حرفون کی تکرار پائی جائے ازروے فن اُن کے کچھ نام بھی مقرر کرنا ضروری ہے۔

چونکہ ان حرفون (یعنی رحمت وزحمت کی ح م) کے نام بتائے نہیں جاسکتے اسلیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ علم قافیہ میں یہ نقص ہے۔ اس اعتراض کا شاید یہ جواب دیا جائے کہ ایسی مثالیں شاذ و نادر پائی جاتی ہیں۔ مگر ہم یہ کہیں گے کہ ہرگز یہ صورتیں شاذ نہیں بلکہ کہیں۔ اور نہیں۔ یہیں اور وہیں۔ کلام۔ سلام۔ حرکت اور برکت۔ بامان اور سامان۔ مغفور، فغفور۔ زینت اور طینت۔ جعفر اور زعفر۔ برکار اور سرکار۔ علم اور قلم وغیرہ کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں جنمیں ازروے فن بعض حروف مکرر کے نام بتائے نہیں جاسکتے۔ ایسے قافیے جب اس کثرت سے پائے جاتے ہیں جنکے بعض حروف مکرر حروف قافیہ کی حدون سے باہر ہیں جن پر کسی حرف قافیہ کی تعریف

وارد نہین آتی تو ایسے قافیوں کو صرف کسی قاعدے کے تحت مین لا کر اصول علم قوافی کو وسعت دینی چاہیئے تھی مگر ایسا نہین کیا گیا بنا بر این ہم کہہ سکتے ہین کہ یہ ایک نقص ہے واللہ اعلم۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ جب علم قافیہ مین جب حرف روی قائم ہو گیا تو اور حروف مکرر کے نام مقرر کرنے کی ضرورت باقی نہین رہتی تو ہم کہین گے کہ جیسے کامل اور شامل۔ کہین اور نہین۔ تخت و بخت وغیرہ مین حروف تاسیس و دخیل ردف و قید وغیرہ کی غیر ضروری بحث کیون چھیڑی گئی فقط حرف روی قائم کر دینا کافی تھا قوافی پر نظر دقیق کی گئی تو ان صورتون کو نظر انداز کیون کیا۔

حرکات قافیہ

حرکات قافیہ وہ ہین جو حروف قافیہ سے متعلق ہون۔ اور وہ تعداد مین چھ ہین رس و اشباع حذو۔ توجیہ۔ مجری و نفاذ۔

(۱) **رس** حرکت ماقبل الف تاسیس کا نام ہے جیسے کامل اور شامل مین کاف اور شین کی حرکت۔

(۲) **اشباع**۔ حرف دخیل کی حرکت کو کہتے ہین حرکات ثلاثہ مین سے کوئی حرکت ہو) جیسے چادر اور مادر مین فتحہ دال۔ خاطر اور شاطر مین کسرہ طا۔ تنافل اور تجاہل مین ضمہ فا وہا۔ اختلاف اشباع جائز نہین مگر اس حالت مین جب حرف روی متحرک ہو جائے جیسے شاعری اور مادری۔

(۳) **حذو**۔ ماقبل ردف و قید کی حرکت کا نام ہے۔ جیسے ہوا سے غبار مین "ہ" اور "ب" کی حرکت۔ منظور اور منصور مین "ظ" اور "ص" کی حرکت۔ جیسے درتیس مین "ب" اور "ت"

کی حرکت۔ اسی طرح درد اور دُرد مین "دال" کی حرکت۔ اختلاف حذو بھی جائز نہیں ہاں
جب حرف روی متحرک ہو جائے۔ جیسے رستہ اور بہتہ زہرا اور سہرا۔ اختلاف حذو ردف
کے ساتھ بھی جائز نہیں یعنی طول اور ہول کا قافیہ نہین ہوسکتا۔

نوٹ۔ واؤ اور ی کی حرکت اگر مخالف ہو تو اُس حالت مین یہی واؤ اور ی حرف قید
بنجاتے ہین ردف نہین باقی رہتے۔ چنانچہ لفظ طول مین واؤ حرف ردف ہے اور ہول
مین حرف قید ہے۔ اسی طرح لفظ دُور (دال مضموم) مین واؤ حرف ردف ہے اور لفظ دَور
(دال مفتوح) مین واؤ حرف قید ہے۔

(۴) **توجیہ**۔ روی ساکن کے ماقبل کی حرکت کو کہتے ہین جیسے علم اور قلم مین لام کی
حرکت۔ یا ہم اور تم مین "ہ" اور "ت" کی حرکت۔

توجیہ کی یہ تعریف کامل اور شامل مین بھی ماقبل روی (یعنی م) کی حرکت پر
صادق آتی ہے۔ مگر یہان میم حرف دخیل ہے جسکی حرکت کو اشباع کہتے ہین۔ اس حالت
مین توجیہ اور اشباع کی تعریف مین کوئی فرق نہین نکلتا۔

لہذا توجیہ کی جامع و مانع تعریف علما نے یہ کی ہے کہ "روی ساکن کے ماقبل
کی حرکت کا نام توجیہ ہے بشرطیکہ روی کے ساتھ حروف قافیہ مین سے اور کوئی حرف
نہ پایا جائے اور اگر روی کے علاوہ اور کوئی حرف قافیہ بھی ہو مثلاً حرف دخیل تو ایسی
حالت مین اُسکو توجیہ نہین کہین گے "حرکت ماقبل روی" کہین گے۔

اور اسی خیال سے اشباع کی تعریف مین بھی یہ تخصیص کی گئی ہے کہ "جن قافیون
مین حرف دخیل کے علاوہ وصل بھی ہو اور روی متحرک ہو جائے تو اس حالت مخصوص
مین دخیل کی حرکت کو اشباع کہین گے" جیسے شاعری اور ظاہری۔

اختلاف توجیہ کسی حالت مین جائز نہین ہوتا مگر جب حرف روی حرف وصل
سے ملکر متحرک ہو جائے تو یہ اختلاف جائز ہے جیسے لٹانا اور مٹانا۔ کلی اور کھلی

کٹی اور مٹی۔ ٹے۔ (بہ کسر میم) اور پھلے مگر ان حالتون مین اسے توجیہ نہین کہتے بلکہ حرکت ماقبل روی کہتے ہین جیسا اوپر بیان ہوا۔

نوٹ ۔ کٹی اور مٹی کی طرح کٹنا اور مٹنا کا قافیہ جائز۔۔۔۔ نہین ہو سکتا۔ کیونکہ اختلاف حرکت ماقبل روی اسی حالت مین جائز ہے جب حرف روی وصل سے ملکر متحرک ہوجائے جیسے کٹی اور مٹی مین۔ مگر کٹنا اور مٹنا مین حرف روی متحرک نہین ہوتا بلکہ وصل متحرک ہوجاتا ہے اس لیے یہان اختلاف ماقبل روی جائز نہین۔

(۵) **مجری** ۔ حرف روی کی حرکت کو کہتے ہین۔ جیسے لڑے اور گڑے مین "ڑ" کی حرکت اختلاف مجری بھی جائز نہین۔

(۶) **نفاذ** ۔ حرف وصل کی حرکت کو کہتے ہین جیسے بنائین اور لگائین مین ہمزہ کی حرکت خروج و مزید کی حرکت کو بھی نفاذ کہتے ہین۔ اختلاف نفاذ بھی جائز نہین۔

اقسام روی

روی کی دو قسمین ہین۔ مقید و مطلق۔ روی ساکن کو مقید کہتے ہین جیسے گھر اور در۔ روی متحرک کو مطلق کہتے ہین۔ جیسے لڑے اور کھڑے۔ پھر ان دونون قسمون کی دو صورتین ہین۔ ایک تو یہ کہ سوا ے روی کے اور کوئی حرف قافیہ نہ پایا جائے اسے مجرد کہتے ہین جیسے دم اور خم (مقید مجرد) لڑے اور پڑے (مطلق مجرد)

دوسری صورت یہ ہے کہ علاوہ روی کے اور حروف قافیہ بھی پائے جائین تو اس حالت مین روی کو اس حرف قافیہ کے نام سے موسوم کرتے ہین۔ جیسے مقید مجردہ۔ مقید مردفہ۔ مقید موسسہ یا مقید موصولہ۔ اور مطلق کو مطلق مجردہ مطلق مردفہ مطلق موسسہ یا مطلق موصولہ

واضح ہو کہ اگر روی کے ساتھ حرف قید بھی ہو تو اسے مردفہ ہی کہین گے اور اگر خروج و مزید و نائرہ بھی ہون تو اسے موصولہ ہی کہین گے۔

اقسام قافیہ باعتبار تقطیع

اس اعتبار سے قافیہ کی پانچ قسمیں ہیں۔ مترادف۔ متواتر۔ متدارک۔ متراکب۔ متکاوس۔

(۱) مترادف۔ وہ قافیہ ہے جس کے آخر میں دو ساکن برابر جمع ہوں جیسے مولف عرض کرتا ہے

سے چونکا ہوں خواب سے اپنی مجھ کو ڈھونڈ کر — سکتے میں ہوں دور کی لیل و نہار دیکھ کر

(۲) متواتر۔ وہ کہ آخر قافیہ میں دو ساکن کے بیچ ایک متحرک واقع ہو جیسے خواجہ آتش فرماتے ہیں

خاک میں مل کے بھی میں آسودہ دشمن ہو گیا — گردش چرخ کو میں گردش دوراں سمجھا

(۳) متدارک۔ وہ ہے کہ آخر قافیہ میں درمیان دو ساکن کے دو متحرک واقع ہوں جیسے مولف ہم کی

چلے جاؤ جہاں لیجائے ولولہ دل کا — دلیل راہ محبت ہے فیصلہ دل کا

(۴) متراکب۔ وہ ہے کہ آخر قافیہ میں دو ساکن کے تین متحرک پے در پے واقع ہوں جیسے

گر بجام از کف ساقی فگند — شیشۂ زندگی خود شکست

(۵) متکاوس۔ وہ ہے کہ درمیان دو ساکن کے چار حروف متحرک ہوں مگر اردو میں اسکی مثال پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔

عیوب قافیہ

عیوب قافیہ تعداد میں چھ ہیں۔ غلو۔ تعدی۔ اقوا۔ اکفا۔ سناد۔ ایطا۔

(۱) غلو۔ روی ایک مصرعہ میں ساکن ہو اور دوسری جگہ متحرک تو اسے غلو کہتے ہیں جیسے خواجہ حافظ فرماتے ہیں

صلاح کار کجا و من خراب کجا — ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

مگر درحقیقت خواجہ حافظ نے غلو کا نہیں لکھا ہے کیونکہ یہاں تقطیع میں حرف روی دونوں جگہ متحرک ہو جاتا ہے۔ یہ کوئی عیب نہیں ہے بلکہ صنعت ہے۔

(۲) **تعدی**۔ اگر حرف وصل ایک جگہ متحرک اور دوسری جگہ ساکن ہو تو اُسے تعدی کہتے ہین مگر اسکی مثال پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔

(۳) **اقوا**۔ اصطلاح مین اختلاف حذو (یعنی حرکت ماقبل ردف و قید) اور اختلاف توجیہ کو کہتے ہین۔ مثلاً (اختلاف حذو) طول اور ہول۔ غیر اور شیر۔ دشت اور زشت وغیرہ اور اختلاف توجیہ جیسے دل اور کاکل وغیرہ جائز نہین۔ ہان اگر روی متحرک ہو جائے تو یہ اختلاف جائز ہوگا

(۴) **اکفا**۔ اختلاف حرف روی کو کہتے ہین۔ جیسے شک اور سنگ۔ مباح اور سیاہ یہ سخت عیب ہے اور شمس قیس نے سچ کہا ہے کہ جس شعر مین یہ عیب ہو اُسے شعر نہ کہنا چاہیئے۔

(۵) **سناد**۔ اختلاف ردف و قید کو کہتے ہین جیسے نار اور نور۔ راست و کاشت مین اختلاف ردف یا جیسے صبر و مہر مین اختلاف قید۔ اس قسم کے قافیے بھی بالکل ممنوع ہین

(۶) **ایطا**۔ قافیہ مین کلمہ آخر متحد المعنی کی تکرار کو کہتے ہین۔ یعنی اگر اُس کلمہ متحد المعنی کو قافیون سے الگ کر ڈالین تو کچھ باقی رہے وہ الفاظ بامعنی ہون مگر اُن مین حرف روی قائم نہ ہو سکے۔ جیسے دردمند اور حاجتمند مین سے کلمہ "مند" (جو دونون جگہ معنی واحد رکھتا ہے) اگر نکال ڈالا جائے تو درد اور حاجت الفاظ بامعنی رہتے ہین مگر ان مین حرف روی مشترک نہین ہے۔ اسی طرح کہنا اور سُننا مین سے زواید (یعنی حرف نا جو علامت مصدر ہے) کو نکال ڈالین تو کہہ اور سُن الفاظ بامعنی باقی رہتے ہین مگر یہان بھی حرف روی قائم نہین ہو سکتا لہذا ان قافیون مین ایطا ہے۔ مگر کہنا اور رہنا مین سے اگر زواید (یعنی حرف نا علامت مصدری) کو الگ کر ڈالین تو کہہ اور رہ الفاظ بامعنی باقی رہتے ہین اور حرف روی (یعنی ہ) بھی قائم رہتا ہے لہذا کہنا اور رہنا مین ایطا نہین ہے۔

مولانا سید اولاد حسین صاحب شاداں بلگرامی دامت فیوضہم فرماتے ہین کہ ایطا کی ایک شناخت بھی ہے جو اس فن کی کتابون مین تو نظر سے نہین گزری۔ مگر [illegible] بہ سینہ چلی آتی ہے اور وہ یہ ہے "روی [illegible] کرنے کے [illegible] اگر لفظ بامعنی رہے تو ایطا [illegible] ہے [illegible] نہین" مین سنے

اس شناخت مین کچھ قیود بڑھادئے ہین تاکہ اس مین جامعیت پیدا ہوجائے۔ اور وہ یہ ہے جبکہ روی غیر اصلی ایک ہی حرف ہو تو صرف اسی کو۔ اور اگر ایک سے زیادہ والے کلمہ مین روی غیر اصلی ہو تو اس پورے کلمہ زائد کو حذف کرو۔ اگر بعد حذف دونون الفاظ قافیہ بامعنی رہین تو ایطاء ہوگا۔ اور اگر ایک بھی بعد حذف بے معنی ہوجائے گا تو ایطاء نہ ہوگا۔ اور اگر تعداد حروف، کلمات زوائد غیر مساوی ہو تو وقت حذف تساوی حذف کا لحاظ نہایت ضروری ہے۔ مثلاً دانا اور بینا مین الف فاعلی ایک ہی حرف زائد روی غیر اصلی ہے۔ اس کو حذف کیا تو دان اور بین الفاظ بامعنی باقی رہے۔ لہذا الف آخر کو روی قرار دینے سے ان قوافی مین ایطاء ہے اور بوستان و گلستان مین سے کلمہ زائد ثلاثی ستان حذف کیا جائے گا جسمین نون روی ہے تو بو اور گل الفاظ بامعنی باقی رہین گے۔ لہذا ان قوافی مین بھی ایطاء ہوگا حکیم ابوالحسن زلالی نے اپنی مثنوی کی توحید اول مین یہ شعر لکھا ہے ؎

فلک گرد سے ز راہ پاسبانش گہر آبے ز اشک مفلسانش

اس شعر مین پاسبان مرکب از پاس۔ بان۔ اور مفلسان مرکب از مفلس ان الفاظ قوافی ہین اور نون روی ہے۔ بنا بر تعریف ایطاء اس مین ایطاء نہین۔ کیونکہ بان کلمہ حفاظت ہے جس مین روی نون ہے۔ اور دوسرے مصرع مین الف و نون جمع ہے جس مین روی نون ہے۔ اور دوسرے مصرع مین کی وجہ سے ایطاء نہ ہوا!!

ایطا کی دو قسمین ہین۔ جلی اور خفی۔

ایطاء خفی وہ ہے جس مین اُس کلمہ آخر متحد المعنی کی تکرار بادی النظر مین معلوم نہو جیسے حیران و سرگردان۔ آب و گلاب وغیرہ ان لفظون مین آن اور آب کی تکرار زیادہ نمایان نہین ہے اسلیے بری نہین معلوم ہوتی لہذا جائز ہے۔

ایطاء جلی وہ ہے جہان کسی حرف یا کلمہ متحد المعنی کی تکرار صاف نمایان ہو جیسے ستمگر و جفا پیشہ گر مین گر جاحتمند اور دردمند مین کلمہ مند۔ چلنا اور جانا مین حرف نا وغیرہ

نوٹ - مگر اردو مین (الف - واؤ - یا) مین سے تنہا کوئی حرف بطور زوایدکے واقع ہو اور معنی واحد بھی رکھتا ہو اور اُسکے نکال ڈالنے سے حرف روی بھی قائم نہ رہ سکے تو بھی ایسے الفاظ کو باہم قافیہ ٹھہرانا میرے نزدیک جائز ہے یعنی سُنا اور کہا - چلیو اور اٹھیو چلی اور کٹی وغیرہ کے قافیے میرے نزدیک معیوب نہین ہین - کیونکہ زوایدمین فقط ایک حرف ہے اور اسوجہ سے قبح زیادہ نمایان نہین ہوتا - ہان اگر زوایدایک حرف سے زیادہ ہون تو معیوب ہے جیسے چلانا اور جانا کہ یہان دو حرف (نا) زوایدمین ہین - لہذا زوایدمین ایک حرف تک کی اجازت قابل اعتراض نہین ہے اس اصول پر چلی اور کٹی - کہو اور سُنو جائز اور جلنا گننا - کہنا اور سُننا ناجائز فافہم اگر الف بطور تعدیہ واقع ہو تو اُسکا شمار بھی زوایدمین نہین ہوسکتا بلکہ اصلی سمجھا جاوے گا جیسے کہوانا اور سُنوانا مین فقط حرف نا زوایدمین داخل ہے الف تعدیہ زوایدمین داخل نہین ہوسکتا کیونکہ ان دونون مصادر سے جتنے الفاظ مشتق ہونگے الف ہر جگہ قائم رہیگا مثلاً کہواتے اور سُنواتے کہوائین اور سُنوائین - کہواؤ اور سُنواؤ وغیرہ وغیرہ لہذا کہوانا اور سُنوانا مین ایطا نہین ہوسکتا - اسی طرح جلانا - بجانا - گرانا - اٹھانا مین الف تعدیہ ہے - ان مصادر سے جتنے الفاظ مشتق ہونگے الف ہر جگہ باقی رہے گا پس یہ الف زوایدمین شمار نہین کیا جاسکتا لہذا ان قافیون مین ایطا نہین ہے بعض ناواقف فن جلانا اور اٹھانا مین سے "نا" اور الف دونون کو زاید سمجھکر جل اور اٹھ صیغۂ امر بناکر ایطا کا حکم لگا دیتے ہین مگر یہ نہین سمجھتے کہ جلا اور اٹھا خود امر ہے اب اسمین سے الف کیونکر علیحدہ ہوسکتا ہے یہ الف ہر صیغہ مین باقی رہیگا زوایدمین شمار نہین کیا جاسکتا -

فارسی مین اس مقام پر اجتماع امر و نہی درست ہے جیسے بیا و میا مگر اجتماع نفی و اثبات ناجائز جیسے بگفت اور نگفت -

مذکورۂ بالا عیوب قافیہ کے علاوہ **قافیہ معمولہ** کو بھی بعضون نے عیوب مین داخل

لہ کیونکہ بیجا پابندی سے عرصۂ سخن تنگ ہوجاتا ہے جس طرح کٹی اور مٹی مین اختلاف توجیہ جائز رکھا ہے کیونکہ قبح زیادہ نمایان نہین ہوتا اسی طرح چلیو اور کہو - کہا اور سُنا مین بھی قبح زیادہ نمایان نہین ہوتا لہذا ایسے قافیے میرے نزدیک جائز ہین یہ میری ذاتی رائے ہے ۔

کیا ہی مگر یہ زبردستی ہے۔ قافیہ معمولہ دراصل ایک صنعت ہے اور اسکی دو قسمین ہین ترکیبی اور تحلیلی۔
ترکیبی وہ ہے کہ ایک لفظ کے ساتھ دوسرا کوئی لفظ بڑھا کر قافیہ بنائین جیسے
پروانہ ہوا۔ دیوانہ ہوا کے ساتھ اچھا نہوا۔
تحلیلی وہ ہے کہ ایک لفظ کے دو ٹکڑے کرین پہلے کو داخل قافیہ کرین اور
دوسرے کو شامل ردیف۔ جیسے ؎

گلے لپٹے ہین وہ بجلی کے ڈر سے	الٰہی یہ گھٹا دو دن تو برسے

(ردیف)

ردیف کسی حرف یا کلمۂ مستقل کو کہتے ہین جو آخر شعر مین بعد قافیہ واقع ہو مگر یہ ضرور
نہین کہ وہ کلمۂ مستقل (یعنی ردیف) ہر بیت مین ایک ہی معنی پیدا کرے۔ اگر کسی بیت مین
ردیف اپنے معنی مستقل کے خلاف کوئی اور معنی دے تو مضائقہ نہین مثلاً غالب کہتے ہین ؎

وہ زندہ ہم ہین کہ ہین روشناس خلق اے خضر	نہ تم کہ چور بنے عمر جاوداں کے لیے
گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئی	اٹھا اور اٹھ کے قدم مین نے پاسبان کے لیے

اور اگر ردیف قافیہ سے پہلے آئے تو اسے حاجب کہتے ہین مثلاً رباعی ؎

ہر چند رسد ہر نفس از یار غمے	باید نہ شود رنجہ دل از یار دمے
زانرو کہ چو نیک بنگری آن غم ہا	از جانب اوست اگر از یار کمے

اور اگر ردیف دو قافیون کے درمیان واقع ہو تو نہایت مستحسن ہے جیسے ؎

کہین آنکھون سے خون ہو کے بہا	کہین دل [illegible] ہو کے رہا

مرزا یاس لکھنوی

گذارش

چراغ سخن طبع اول کی تمام جلدین خدا کے فضل سے ٹھکانے لگین ملک مین بہت دنون سے مانگ تھی۔ ہزار ہزار شکر ہے کہ آج دوسرا اڈیشن بھی چھپکر تیار ہو گیا۔ اگرچہ مین اپنے ذاتی افکار اور کم فرصتی کے باعث اپنے حوصلے کے موافق اضافہ نہ کر سکا مگر پھر بھی بہت کچھ اضافہ کیا گیا ہے جو طالبان تحقیق کے لئے بکار آمد ثابت ہوگا۔ پہلے اڈیشن کے مقابلہ مین اس اڈیشن کا حجم قریبًا دو چند ہے اور آجکل کاغذ اور طباعت کی گرانی جس حد کو پہونچ گئی ہے وہ اہل ملک سے پوشیدہ نہین۔ انھین وجوہ سے اس اڈیشن کی قیمت عصہ رکھی گئی ہے۔

چونکہ یہ رسالہ ٹیچر شپ کے کورس مین داخل ہوا اسلئے کم سے کم پچیس ۲۵ نسخون کے خریدارون سے فی نسخہ ایک روپیہ قیمت لیجائیگی۔

"کارامروز" کے خریدارون کی خدمت مین جنکے چندے وصول ہو چکے ہین چراغ سخن (جو کارامروز کے چھ پرچون کے برابر ہے) بلا قیمت بھیجا جائے گا۔

کارامروز کو جاری رکھنا اسی صورت مین ممکن ہے کہ ۳۱ - مارچ سنہ ۱۹۲۲ تک کم سے کم چار سو خریدار ششماہی چندہ ایک ایک روپیہ پیشگی بھیجدین اگر چار سو خریدارون نے تاریخ معینہ تک ششماہی چندہ بھیجدیا تو اپریل سنہ ۱۹۲۲ سے کارامروز کا سلسلہ پھر شروع کیا جا سکتا ہے ورنہ غیر ممکن ہے۔

لکھنؤ ۳۱ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱

ابو المعانی مرزا یاسؔ لکھنوی